UNIVERSAL LIBRARY
OU_232816
UNIVERSAL LIBRARY

بعون صانع مکین و مکان فضل خلاق زمین و زمان

اندنوں یہ کتاب افادت انتساب مقبول انام مفید خاص و عام

تائید الاسلام

مع

مؤید القرآن

مصنفہ حامی ملت محمدیہ مروج شریعت مصطفویہ جناب مولوی علی بخش خانصاحب

مطبع نامی منشی نولکشور میں بطبع مزین مطبوع ہوئی

بعون صانع مکین و مکان و فضل خالق زمین و زمان

رسالہ

تائید الاسلام

مقام لکھنؤ

بمطبع نامی منشی نولکشور میں طبع ہو کر مطبوع طبائع جہان ہوا

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله ذي الجلال الكبير المتعال والصلوة والسلام على من
شريعته مصئونة من التحريف والزوال ودينه القيم في غاية
الاعتدال سيدنا ومولانا محمد الشافع المشفع يوم
الرجف والزلزال يوم لا ينفع قرابة ولا مال صلى الله
تعالى عليه وسلم ما هبت صبا وشمال وما تقاطر
الوابل الهطال وعلى آله خير آل واصحابه خير اصحاب في جميع
الخصال **اما بعد** ففي هذا الزمان قد شاع الضلال و
زعم الجهال انهم اهل كمال وانهم في تحقيق المذهب
بمقام عال كلا ولا يعلمون الحرام عن الحلال ولا يميزون
الخمر عن الجمال جل صناعتهم اضلال وكل بضاعتهم
اغفال فلما رأيت ذلك الداء العضال اردت ان
اكشف لهم عن مضائق الاشكال وادفع عقد الاعضال
واحرر ما هو الحق الصريح بلا تطويل ولا ايجاز واخلال وما
توفيقي الا بالله وهو حسبي وعليه الاتكال

خاکسار علی بخش عفی عنہ اہل اسلام کی خدمت مین التماس کرتا ہے کہ ذی الجلال
جناب والاخطاب سی ایس آئی سید احمد خان صاحب بہادر نے ایک تقریر
پرچۂ تہذیب الاخلاق مورخہ ۱۵ جمادی الاول ۱۲۹۰ ہجری مین خاص خطاب
مین اس عاصی کے طبع کرائی ہے اوسمین دو قسم کے مضمون ہین ایک
مدرسۃ العلوم کے باب مین دوسرا مذہبی امور مین اور مدرسۃ العلوم کے
متعلق مین نے ایک خط جناب ممدوح کی خدمت مین لکھہ بھیجا ہے اور
تہذیب الاخلاق مین اوسکے طبع ہونے کی درخواست کی ہے اور وہ چھاپہ مین
بھی مطبوع ہو چکا ہے اوسکے ذیل مین مذہبی خیالات جناب ممدوح کا
جواب علیحدہ لکھنے کا وعدہ کر چکا ہون چنانچہ اس رسالہ مین اوسکا بھی
جواب دیا جاتا ہے اور تہذیب الاخلاق سے بعض خلافیات جناب والا کا بھی
انتخاب لکھا جاتا ہے اور اوس سے کسیقدر معتقدات اونکے مستنبط کیجاتی ہین
اور ہیئت جدیدہ کو جو لائق معارضہ کلام الٰہی کے وہ سمجھ رہے ہین اور آسمان
و زمین کے قلابے ملا رہے ہین اوسپر بھی تھوڑی سی بحث لکھی گئی ہے
اور استرقاق کو خلاف نیچر قرار دیکر اوسکی حرمت مین جو آرٹکل تبریۃ الاسلام
نام رکھکر طبع کرایا ہے اوسکا بھی جواب دیتا ہون اور بعض اعتراضات
فلسفیانہ سے بھی تعرض کیا جاتا ہے اور ایک حدیث کے متعلق جو
حضرت عالی دماغ نے گفتگو لکھی ہے اور حضرت ابوہریرہؓ پر تہمت کا
کنایہ لکھا ہے اور میری تحریر پہ اتہام کیا ہے اور مجکو کلمات متکبرانہ
کے ساتھ ممنون منت کیا ہے اوسکا بھی جواب دیا گیا ہے اور مجکو
یقین ہے کہ اہل اسلام جب اس رسالہ کو غور و تامل کے ساتھ دیکھینگے
اور مقولات جناب مخاطب والامراتب کے سمجھ لین گے تو یہ امر
بخوبی کھل جائیگا کہ اصل اعتقاد ہمارے مخاطب کا اسیقدر ہے کہ
کوئی حدیث قابل وثوق نہین ہے اور اصول حدیث و اصول تفسیر

مقولات مفسرین و محدثین و اصول فقہ اور تمام فتاوی شرعیہ و کتب فقہیہ و
کتب سیر و عقائد بلکہ عام کتب دینی واہیات اور نامعتمد اور غیر مفید
اور قابل انعدام ہین اور طریقہ زہد و عبادت و نوافل و کسر نفس و تعلیم صوفیہ
و ذکر و شغل جو فی زماننا مروج ہے لا ینفع ہے باقی رہا قرآن شریف
اوسکے معنی برعایت قواعد علم ادب و معنی بیان و اقوال مفسرین و
توافق احادیث اختیار کرنے کی ضرورت نہین ہے جس طرح ہو سکے
وہ تاویل کرنی چاہیے جس سے کوئی آیتہ مقولات اہل یوروپ اور فلاسفہ
جدیدہ اور نیچرل مذہب کے خلاف نہونے پاوے تفسیر بالرای ضروریات سے
ہے اور مذہب اسلام مین جو عقیدہ خلاف نیچر کے ہو باطل ہے اور جو مسئلہ
خلاف عقل شریف نظر آئے واہیات ہے اور امور معاد مین جو عقائد
اہل اسلام کے مسلمات مین ہین سب بے اصل ہین اور تقلید صحابہ کرام و
اہل بیت رسول انام کی ظلمت و ضلالت ہے اور علاوہ ان سب
عقائد کے سب و شتم رسول صلعم اور دیگر انبیاے سابقین پر بدلالت
التزامی تمہید تبصرۃ الاسلام مین کیا ہے اور بدلالت مطابقی صحابہ کو
بے لفظ سنا رہے ہین اور باقی تمام امت مرحومہ کو جس لفظ کے ساتھ
یاد فرماتے ہین وہ کس حساب و کتاب مین ہے تسپر دعوے ہے
کہ ہم حامی اسلام ہین یعنے اسلام پر جو لامذہب اہل یوروپ اعتراضات
کر رہے ہین اونکا جواب یون دیتے ہین کہ وہ بات ہی اہل اسلام مین
نہین ہے اور یہی مذہب آیندہ باقی رہیگا اور مجموعہ موجودہ اسلام
باطل ہے الحاصل یہ امر اس رسالہ کے دیکھنے سے ظاہر ہو جایگا
کہ جس دین اسلام پر تمام امت مرحومہ آج تک قائم رہی ہے اوسکو
جناب ممدوح باطل سمجھتے ہین اور جسقدر اسلام کو وہ اپنی اصطلاح مین
صحیح اور کافی قرار دیتے ہین اونکے ایجاد اور بدعت سے ہے باقی رہا سب و شتم

اکابر دین کا وہ تو جو کچھ نتیجہ دیتا ہے ہر شخص جانتا ہے اب ہم پہلے جناب مولانا خطاب کی تقریر کا جواب دینا شروع کرتے ہین **قولہ** آپ کو یہ الفاظ فرمانے اوس وقت مناسب تھے جب کہ میری کوئی تحریر یا تقریر اسلام کے برخلاف دیکھی ہوتی یا اسلام پر مین نے اعتراضات وارد کیے ہوتے حالانکہ جب میری تمام تحریر و تقریر کا منشاء اور مآل یہ ہے کہ جو اعتراض معترضین نے اور مخالف مذہب والون نے اسلام پر کیے ہین وہ درحقیقت اسلام پر وارد نہین ہوتے تو ایسی حالت مین مین حامی اسلام ہوا یا ملحد و مرتد الخ **اقول** اس رسالہ مین بعض تحریرات کا انتخاب پیش کرتا ہون دیکھیے کہ آپ کو تمام عقائد و احکام اسلام سے خلاف اور اوسپر اعتراض ہے یا نہین اور آپ نے جو طریقہ اختیار کیا ہے نہ تو وہ اہل اسلام کے حق مین مفید ہے نہ معترضین کے واسطے جواب شافی ہے بلکہ اوسکا نتیجہ یہ ہے کہ پہلے آپ تسلیم کر لیتے ہین کہ فلاسفہ جدیدہ یا ملحدین نیچرل جو اعتراض کرتے ہین یا کر سکتے ہین اونکا مقولہ صحیح ہے اور جس دلیل سے وہ اپنے دعوے کو قائم کرتے ہین وہ قرآن سے بھی زیادہ قابل یقین ہے بعدہ آپ ایسی بے اصل تاویل کرکے جواب دیتے ہین کہ اوسکو سنتے ہی ہر شخص سمجھ لیتا ہے کہ دن کو رات کہ رہے ہین اور جب وہ تاویل باطل نکلتی ہے تو اعتراض کی تسلیم لازم آتی ہے اور مذہب اسلام کا بطلان آپ کے اقرار سے قرار پاتا ہے مثلاً وجود ابلیس و قصہ حضرت آدم مین فلاسفہ کو انکار تھا اور رقیت کو بھی وہ خلاف نیچر بیان کرتے تھے اور وجود افلاک و جنت و نار وغیرہ احکام معاد کے بھی وہ منکر ہین اور اوسپر معترض ہین اور معجزات انبیا کو وہ خلاف نیچر سمجھتے ہین اور روزہ رکھنا تیس روز تک برابر خصوصاً گرمی کے موسم مین خلاف نیچر جانتے ہین اور شراب جسقدر عقل کو زائل نکرے اور بدن کو

قوت دے اوسکو حرام سمجھنے سے انکار کرتے ہین اور بہت سی احکام
مذہب اسلام کے ایسے ہین جسکے باب مین سواے حکم خدا اور رسول صلعم
کے عقلی دلیل نہین ہے اونپر طعن و تشنیع کرتے ہین اس سب کے جواب
مین مصنف والا نے فرمایا کہ مذہب اسلام مین وہ احکام ہی نہین ہین
بلکہ معترضین کا جو مذہب عقلی ہے وہ ہی قرآن سے بھی ثابت ہے
اور تاویلات رکیکہ بے اصل پیش کرکے آیات و احادیث مین معنے
بنہانے لگے آخر کو وہ تاویلات خلاف منطوق الفاظ قرآنی قرار پاکر
معترضین نے سمجھ لیا کہ محض دھوکا دیا جاتا ہے تو لاجواب ہوکر بطلان
مذہب اسلام تسلیم کیا گیا چنانچہ اکثر مقامات مین ہم آپ کی تاویلات کا
حال کھولین گے پھر فرمائیے یہ حمایت اسلام کی ہوئی یا بیخ کنی اس دین
کی ہے بخلاف ہم لوگون کے کہ پہلے اون اصول پر برہان طلب کرینگے
جنپر لامذہبیون کا مدار ہے اور اوسکے ابطال پر اوسوقت توجہ کرینگے
جب وہ ہمارے مسلمات کے خلاف ہونگے اور ہم اپنا اعتقاد قرآن
و حدیث پر قائم رکھین گے اور چونکہ ہم خوب یقین رکھتے ہین کہ خدا کا
کلام سچ ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا تو اوسکے خلاف جسکا قول
نظر آئیگا سمجھ لین گے کہ وہ خود ہی غلطی مین پڑا ہوا ہے کیونکہ غلطی مقتضائے
بشریت ناممکن نہین ہے پس ایسے اوہام و ظنون فلاسفہ کو معصوم
کی حدیث کے مقابلہ مین اور کلام الٰہی کے مخالفت مین باطل قرار دینگے
چنانچہ اس رسالہ مین تھوڑی سی بحث ہم لکھتے ہین اور میرا خاص کرکے
یہ اعتقاد ہے کہ اتبک کوئی مسئلہ علوم جدیدہ کا ایسا نہین ہے جو قطعی ہوچکا ہو
اور قرآن و حدیث صحیح و اجماع امت اوسکے خلاف ہو جہان تک خلاف ہے
وہ نہین مسائل مین ہے جو اوہام و ظنون فلاسفہ پر مبنی ہین اور اونمین
ہمیشہ ردّ و بدل ہوتا رہتا ہے اور اقوال متقدمین و متاخرین کے

مخالف ہوتے آئے ہین جب یہی حال ہے تو ہمارے مذہب اسلام کے
شاداب اور سرسبز پودے کیون جلکر برباد ہونگے آپکی ملت نیچریہ
کیون نہ برباد ہوگی ہمارے مذہب مین ہمیشہ علماء دین ایسے ہوتے رہے ہین
اور ہوتے جائینگے جو فلاسفہ قدیمہ کی بھی خاک اوڑا چکے ہین اور فلاسفہ
جدیدہ کو بھی گھر تک پہونچا وینگے ہمارے رسول صلعم کے ورثائے حقیقی کو
خدا سلامت رکھے ہر صدی کے اخیر یا شروع مین تجدید دین محمدی صلعم
کرتے رہین گے ہم تو ذرا بھی نہین ڈرتے ہین آپ ناحق دھمکاتی ہین
یہ سچ ہے کہ اب وہ زمانہ نہین رہا ہے جو سابقین اہل اسلام کو سامان میسر تھا
اور بے تکلف جواب لکھنے پر مستعد ہوتے تھے مگر تو بھی دنیا مین آپ کے
اوہام وظنون کا جواب شافی دینے والے بہت سے موجود ہین بسم اللہ تصحیح
علوم جدیدہ کے مسائل تو یا ملحدین و نیچریون کے معتقدات کو آپ ثابت
کرتے جائیے اور اپنے اکابر دین کی تالیفات دکھلائیے کوئی نہ کوئی حامی
مذہب اسلام ضرور جواب دیگا خیر جسقدر اعتراضات آپکی تحریرات سے
ابتک مستنبط ہوتے ہین اور اس تحریر جدید مین بھی بعض کا ذکر ہے اس
رسالہ مین پیش کرتا ہون اگر زندگی باقی ہے تو ہیچ اور بھی پیش کرون گا
انشاء اللہ تعالے **قولہ** مین نے دیکھا ہے کہ شیعون کا اعتراض الخ
اقول ذرا مہربانی کیجیے اور قصۂ قرطاس مین اوس حدیث کا نشان تو دیجیے
جسکو محققین متکلمین اہل سنت نے تسلیم کیا ہے اور بعض محققین نے اوسکی صحت سے انکار کیا ہے میرے
نزدیک جو حدیث صحیح ہے اوس سے انکار نہین ہوا ہے اور جو صحیح نہین ہے اوسکو
تسلیم نہین کیا گیا ہے اور اس مثال کے لکھنے سے آپکو کیا فائدہ ہے
کیا آپ بھی واسطے دفع کرنے اعتراض فلاسفہ کے قرآن شریف کی کسی آیت
کی صحت کے منکر ہین یا اہل اسلام کے جسقدر فرقے کہلاتے ہین اون سب
کو آپ حق جانتے ہین آپکا تمام اعتقاد اسی پر مبنی ہے کہ شیعہ و

سُنّی وغیرہ جسقدر فرقے ہین سب باطل پر ہین اور جو کوئی ملت نیچریہ کے
اور مقولات فلاسفہ کے برخلاف ہے وہ گمراہ ہے نام بنام فرقون کو
اہل اسلام کے آپ تو گالیان سناتے ہین اور سب کو وحشی جانور کافر
مشرک بتاتے ہین پھر ہم اور شیعہ آپسمین نبٹ لین گے یہان اصل دین
اسلام ہی آپ برباد کیے ڈالتے ہین جب خدانخواستہ مذہب اسلام ہی
باقی نرہیگا تو شیعہ سُنّی کس بات پر لڑین گے لہذا دونون فرقہ کے علماء
پہلے آپ ہی سے مقابلہ کرینگے جب آپکی ملت نیچریہ باطل ہو چکے گی اور فلسفیت
جدیدہ کے اعتراضات دندان شکن دے لین گے تب گھر مین بیٹھکر
پوچھہ لین گے کہ کیون جی خلافت بلا فصل کا کیا حال ہے اب تو آپ نے
ایک مجتہد کی ضرورت مذہب شیعہ سے اپنے اجتہاد کی امید پر نکال دی ہے
مگر یہ بھی خبر ہے یا نہین کہ وہ لوگ جیسا اجتہاد آپ چاہتے ہین اوسکو باطل
سمجھتے ہین اور خلاف قرآن وحدیث کے فلسفی طریقہ سے نفرت رکھتے ہین
بلکہ قیاس کا طریقہ جو حضور کا ہے اوسپر طعن کرتے ہین **قولہ** آپ مجکو
مذہبی سخت الفاظ سے یاد کرتے ہین اور ملت نیچریہ میری طرف منسوب
فرماتے ہین اور مذہب کا انقلاب دینے والا قرار دیتے ہین اور اسی سبب سے
مجھسے نفرت رکھتے ہین مین ان باتون سے کچھ ناراض نہین ہون کیونکہ
مین سمجھتا ہون کہ آپ نے اس مطلب پر غور نہین فرمایا ہے آپ کو یہ الفاظ
فرمانے اوسوقت مناسب تھی جبکہ میری کوئی تحریر یا تقریر اسلام کے برخلاف
دیکھی ہوتی یا اسلام پر مین نئی اعتراضات وارد کیے ہوتے حالانکہ جب میری
تمام تحریر وتقریر کا منشا اور مآل یہ ہے کہ جو اعتراض معترضون نے اور
مخالف مذہب والون نے اسلام پر کیے ہین وہ درحقیقت اسلام پر وارد
نہین ہوسکتے تو ایسی حالت مین مین حامی اسلام ہوا یا ملحد ومرتد الخ
اقول مین نے جو اپنی تحریرات مین جناب عالی کو نیچرل ہسٹ یا حامی ملت

نیچریہ وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے وہ آپ ہی کی متعدد تحریرات سے اخذ کر کے
نتیجہ نکالا ہے کیونکہ مین ثابت کرتا ہون کہ آپکا اصل عقیدہ یہ ہے کہ نیچر کی پابندی
لازم ہے خلاف اوسکے ہونا ممکن نہین ہے اور مذہب اسلام اوسیکا نام ہے
جو موافق نیچر کے ہو اور جسقدر خلاف نیچر کے ہو وہ باطل ہے کسی تحریر مین تو
صاف صاف لفظ نیچر کا موجود ہے کسی مین اوسکا ترجمہ قانون قدرت و قانون
فطرت وغیرہ الفاظ کے ساتہ لکہا ہے اب مجکو ضرور ہوا کہ مین آپکی تحریرات
یاد دلا دون اور یہ بھی ظاہر کر دون کہ آپکے نزدیک مذہب اسلام کیا چیز ہے
جسکے آپ حامی بنتے ہین اور ہم لوگ جسکو مذہب اسلام سمجھتے ہین وہ آپکے نزدیک
باطل ہے اور آپ اوسکے استیصال اور انقلاب کی کوشش کر رہے ہین

پرچۂ تہذیب الاخلاق یکم ذیحجہ ۱۲۸۶ ہجری مین ترجمہ اپنی کتاب خطبات
احمدیہ کی عبارت کا آپ نے لکھا ہے اوسکا خلاصہ بقدر ضرورت لکھتا ہون
ہر قوم مین خیال مذہب ایسا مختلف رہا ہے کہ کسی ایک پر بھی یقین کرنیکی
کوئی وجہ نہین جس طرح مسلمان و یہودی اپنے ایک خدا پر اعتقاد اور یقین
کامل رکھتے ہین اسی طرح ہندو اور مصری اپنے ۳۳ کرور دیوتاؤن پر اعتقاد
اور یقین کامل رکھتے ہین پس مذہب کا کسی اعتقاد پر مبنی ہونا اور پھر اپنے مذہب کو
سچا کہنا تحکم ہے سچا اصول بجز قانون قدرۃ کے کوئی نہین ہے اور اون
اصول کے مطابق جو مذہب ہو وہ ہی سچا مذہب ہے اور قانون قدرت کا
بنانے والا خدا ہے اور وہی مذہب اسلام ہے جو قانون قدرت کے
مطابق ہے مگر اسلام سے مراد یہ مجموعۂ احکام نہین ہے جسکو لوگ سمجہ رہے ہین
ہان مجازاً اوسپر مذہب اسلام کا اطلاق ہو سکتا ہے مگر حقیقتاً وہ مذہب
اسلام کہلانیکا مستحق نہین ہے کیونکہ اوسمین صرف احکام منصوصہ ہی نہین ہین
بلکہ مجتہدین و علما جو قابل سہو و خطا ہین اونکی رائے سے جو مسائل دلالۃ النص
یا اشارۃ النص یا قیاس سے نکالے گئے ہین اور اجتہادات کہلاتے ہین

تنا مثل ہین اور اونکے اتباع کا نام تقلید ہے احکام منصوصہ بھی دو قسم کی ہین
ایک وہ جو اصلی ہین اور بلا شبہہ وہ بالکل قانون قدرت کے مطابق ہین دوسرے
وہ جو احکام اصلی کے حفاظت اور بقا و قیام کے لیے ہین ان دونون قسمون مین بھی
تمیز کرنی لازم ہے الخ اور مجموعہ موجودہ اسلام کی نسبت ایک عیسائی مورخ کا
قول نقل کرکے جو کچھ اپنی راے لکھی ہے پرچہ یکم شوال ۱۲۸۷ ہجری مین موجود ہے
عبارت اوسکی یہ ہے ایک انگریزی مورخ نے لکھا ہے کہ عیسائیت اوس
بڑی سی بڑی خوشی کے جو قادر مطلق نے انسان کو دی ہے مطابق ہے
اور اوسکو ترقی دینے والی ہے برخلاف اسکے اسلام اوسکو خراب کرنے والا
اور ذلت مین ڈالنے والا ہے یہ مت سمجھو کہ اس مصنف کا صرف یہ قول ہی قول ہے
بلکہ خیالات اور اطوار و عادات موجودہ اہل اسلام سے اسکا ثبوت بھی ہے الخ
اور پرچہ ۱۵ شوال ۱۲۸۷ ہجری کے مضمون نمبر ۵ مین لکھا ہے کہ انسان کے
خیالات جو آیندہ زندگی کی نسبت ہین جسکو معاد یا آخرت کے نام سے تعبیر
کرتے ہین اور جو مذہبی یقین سے پیدا ہوتے ہین انسان کی ترقی کے اکثر
مانع ہین بلا شبہہ سچا مذہب جو درحقیقت خدا کی طرف سے دیا گیا ہو وہ
انسان کے کسی قسم کی ترقی کا مانع نہین ہو سکتا کیونکہ انسان کا تنزل از لوازم
انسانیت سے خدا کا مقصد نہین ہے ورنہ انسان کو انسان بنانے کی
کیا ضرورت ہوتی مگر جب اس سچے مذہب مین بھی لغو خیالات اور بد تعصبات
ملجاتے ہین تو وہ بھی ایسا ہی انسان کی ترقی کا مانع ہو جاتا ہے الخ بلفظہ
اور پرچہ مذکور مین دوسرے تقریر نمبر ۶ کا حاصل یہ ہے کہ معجزات انبیا پر
ایمان لانے پر ایمان کا قائم ہونا صحیح نہین ہے بلکہ سواے عقل کے کوئی
ذریعہ نہین ہے صرف عقل ہی سے ایمان صحیح ہو سکتا ہے اور پرچہ یکم ذیقعدہ
۱۲۸۷ ہجری مین تقریر نمبر ۹ کا یہ خلاصہ ہے کہ پابندی رسوم کی قطعاً
ترک کرنی چاہیے کیونکہ وہ شگفتگی طبع کی مانع ہے تمام مشرقی یا ایشیائی

ملکون مین تمام باتون کے تصفیہ کا مدار رسم و رواج پر ہے اون ملکون مین مذہب اور استحقاق اور انصاف کی لفظون سے رسمون کی پابندی مراد ہوتی ہے پس اب دیکھو کہ اون قومون مین جنمین مسلمان بھی داخل ہین کیسا ابتر اور خراب اور ذلیل حال ہے رسومات جس زمانہ مین مقرر ہوئین ممکن ہے کہ اونمین غلطی ہوئی ہو یا اوسیوقت کے مناسب ہون جو زمانۂ حال مین کچھ کام کی نہین ہین اور ایجاد رسوم جدید ہونا ضرور ہے جیسا کہ اہل یوروپ کا دستور ہے تقریر نمبر ۱۲ پرچہ ۲ ذیقعدہ کا یہ خلاصہ ہے کہ ہر شخص آزادی راے کا مستحق ہے اطاعت جمہور کی درباب مذہب کے نچاہیے امور مذہبی مین اپنی راے کا پابند ہونا چاہیے نہ جمہور کا جائز ہے کہ دس شخصون مین نو شخصون کی راے غلط ہو اور ایک کی صحیح ہو کسی کی راے پر یقین کرنے کی کوئی وجہ نہین ہے ایک مسلمان اگر مسلمان کے گھر مین پیدا ہوتا او عیسائی کے گھر مین پیدا ہوتا تو پکا عیسائی ہوتا پس اپنے ہم مذہبون کے اقوال پر قائم ہونا اور اونکو جمہور ٹھہرانا نچاہیے اپنی راے سے اپنا مذہب درست کرنا لازم ہے تقلید کی گرم بازاری اور انسداد آزادانہ مباحثہ کا مسائل تسلیم شدہ مین بھی نہایت بیجا ہے کسی عالم کے قول کی سند پیش کرنی یا فقہ و حدیث کو اسیقدر سمجھ لینا کہ جو کچھ اوسمین لکھا ہے وہی مان لینا چاہیے اور اوسکے اصول کو نہ دریافت کرنا نادانی ہے اور تقریر نمبر ۸ پرچہ یکم ذیحجہ ۱۲۹۰ ہجری کا یہ خلاصہ ہے کہ ہمارے مذہب کے بعض صحیح اور اصلی مسائل ایسے ہین جنکی پوری تحقیق و تدقیق ابتک نہین ہوئی اگرچہ وہ مسائل فی نفسہ صحیح و درست ہین الا بیان واضح اور تحقیق کامل نہونے کے سبب علوم عقلیہ کے بخلاف اور تہذیب و شایستگی کے مخالف معلوم ہوتے ہین پس ہمکو اونکی تشریح اور تفسیر مین تہذیب کرنی چاہیے کثرت ازدواج خدا اور رسول کے حکم کے بخلاف ہے اور اگرچہ ہندوستان مین انگریزون کی بدولت غلامی کی بد رسم

سو موقوف ہو گئی ہے مگر ہمارے مہذب ہونے کے لیے صرف اوسکا موقوف ہونا
کافی نہین ہے بلکہ ہمارے دل مین اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ درحقیقت
یہ رسم خلاف مسلمانی مذہب کے تھی اور فی نفسہ خراب اور نالائق ہے ۱
اور تقریر نمبر ۲۳ پرچہ یکم محرم ۱۲۸۵ ہجری مین واعظین اور پیرجی صاحبون کو
مکار اور حرام خوار اور خدا کا دشمن لکھا ہے اور جو مولوی حدیث و تفسیر
پڑھاتے ہین اونپر ذلیل و خوار ہونیکا الزام لگایا ہے اور تقریر نمبر ۲۹ پرچہ ۲
۱۵ محرم ۱۲۸۵ ہجری کا خلاصہ یہ ہے کہ جو احکام درباب معاد کے بعد موت مین
جنکو نہ ہم دیکھ سکتے ہین نہ چھو سکتے ہین وہ سب اصلی نہین ہین بلکہ تمثیلی
ہین رنج روح سے مراد عذاب ہے اور کٹ ملاؤن کی اس فتوی سے
کہ عذاب قبر سے انکار کیا اور معراج سے منکر ہوے اور شیطان کی وجود کو
جز خدا کا نہ ہین ماننے سے نص قرآنی کا انکار کیا کچھ ڈرنا نہین چاہیے ۳
اور تقریر نمبر ۲۹ پرچہ مذکور کا یہ خلاصہ ہے کہ بعض اہل اسلام نے جو عہد کر لیا تھا
کہ تمام رات نماز پڑہین گے اور ہمیشہ روزہ رکھین گے کبھی روزہ نہ چھوڑینگے
عورت کے پاس کبھی نہ جاوینگے حضرت رسول صلعم نے اونکو منع فرمایا اس حدیث
سے بڑی سند ملتی ہے کہ اصلی اور سچی عبادت وہی ہے جو قانون قدرت کے
مطابق ہے تمام قوی جو انسان مین پیدا ہوے ہین اسلیے نہین ہین کہ
وہ بیکار کر دیے جاوین بلکہ سبکو شاداب اور اعتدال پر رکھنا چاہیے
اور یہ فرائض اصلی عبادت ہے مگر جو اونکے سوا اور عبادات مین ہم
اونسے بحث کرتے ہین ایک بڑی غلطی مین مسلمان پڑے ہین کہ اونہون نے
زہد و ریاضت کو صرف راتون کو جاگنے اور ذکر و شغل کرنے اور نفل پڑھنے
اور نفل روزہ رکھنے پر منحصر سمجھا ہے قطع نظر اسکے کہ اونکا ایسا کرنا اور حد ۴
اعتدال سے گذر جانا جو قانون قدرت کے برخلاف ہے مقصود شارع ہے
یا نہین ہم تسلیم کرتے ہین کہ وہ عبادت صحیح مگر اوسکے سوا اور نیک باتون کو

جو عبادت خلاف قدرت ہو وہ باطل ...

عبادت نہ سمجھنا جو اون سے زیادہ مفید ہین بڑی غلطی ہے ایک اور چھوٹا
خیال یہ ہے کہ ترک دنیا عبادت ہے جسطرح شارع نے ترک دنیا کے واسطے
فرمایا ہے وہ بالکل قانون قدرت کے مطابق ہے یعنے ہم دنیا کو اوس طرح
بکرین جیسا قانون قدرت نے ہمکو سکھایا ہے : اپنی ہواے نفسانی کے
مطابق تقریر نمبر ۳۵ پرچہ یکم ربیع الاول ۱۲۸۸ھ ہجری خدانے جو کچھ ہمپر فرض کیا ہے
وہ بہت تھوڑا ہے اگر ہم واللہ لا ازید ولا انقص کے مضمون پر یقین کرین اور صرف
فرائض کے ادا کرنے سے قطعی بہشتی ہین باقی رہی اوسکی نیکی وہ نادان خدا پرستی
نے سے حاصل نہین ہوتی ہمکو دینداری کے سبب دنیا کے کامون مین مصروف
ہونا چاہیے محرمات شرعیہ سے بچنا اور مباحات شرعیہ کے مزے اڑانا اور
دنیا کو نیک کامون مین برتنا ہی سب سے بڑی نیکی اور اصلی خدا کی عبادت ہے،
الخ بعدہ حج بیت اللہ وتعمیر مساجد واعانت مدارس علوم دینی وغیرہ وغیرہ
حسنات پر ترقی قومی کو ترجیح دیکر اور اون عبادات وحسنات کو پشیمانی
وغیر ضروری قرار دیکر لکھا ہے کہ مذہب کو حقائق موجودات سے موازنہ کرنا چاہیے
مذہب خدا کا قول اور فطرت خدا کا فعل ہے دونون ایک ہین طریقہ لباس واکل
وشرب واخلاق وعادات یعنے نیچر اپسے اختیار کرنے چاہیین جس سے تہذیب یافتہ
قومون کی نظر مین حقارت نہو پرچہ ۱۵ جمادی الاول ۱۲۸۹ھ ہجری خواجہ سرا
روضۂ متبرکہ رسالت مآب صلعم پر اور خانہ کعبہ پر متعین کیے گئے ہین اور یہ
ہیجڑے کے ہوتے مسلمان اوسکو باعث افتخار جانتے ہین الخ تقریر نمبر ۴۲
پرچہ یکم جمادی الثانی ۱۲۸۸ھ ہجری زمانہ حال مین دینیات کی تعلیم بھی
مسلمانون مین مفید طریقہ پر نہین ہے اور کوئی علم مفید مروج نہین ہے
تقریر نمبر ۴۶ - ۱۵ جمادی الثانی ۱۲۸۸ھ ہجری مین عورتون کا حال لکھکر فرمایا ہے،
کہ جب اونکے ساتھ کافر مسلمان مردون کا چال چلن جو اونکے ساتھ ہے
خیال کیا جاسے تو عورتون کی نیکی حد سے زیادہ پائی جاتی ہے پرچہ ۱ رجب ۱۲۸۸ھ

ف ۱ جسقدر عبادات وایمان ... خلاف ... [illegible]

ف ۲ توہین حرمین شریفین

ف ۳ تعلیم دینیات کی جو مروج ہے بغیر مفید ٹھہرائی ہے

نمبر ۱۵ کا خلاصہ یہ ہی کہ استرقاق خلاف قانون فطرت ہے اور وہ کام بیرحم وحشی جانور جفا کار شہوت پرستون کا ہے جس مذہب مین ایک لمحہ کے واسطے بھی جائز رکھا گیا ہو وہ مذہب ہی باطل ہے چند روز اسلام مین عمل بھی اوسپر رہا اور احکام بھی اوسکے متعلق نازل ہوے مگر سب سے اخیر سورۂ محمد بعد فتح مکہ کی سنہ ہجری مین نازل ہوئی اوسکی آیہ اما منا بعد و اما فدا نے کل آیات سابقہ کو منسوخ کر دیا اور استرقاق کو اگر اللہ تعالے جائز رکھے تو وہ شرک کا روادار سمجھا جاے وغیر ذلک من الاوہام اور اسی آرٹکل مین تقلید صحابہ کو بھی اسلام مین ناجائز قرار دیا ہے اور اجماع امت سے بھی کنارہ کیا ہے اور کتب سیر کو مہابارت قرار دیا ہے پرچہ یکم ذیحجہ ۱۲۹۸ ہجری نمبر ۲۶ مین ہے اللہ تعالے سب باتین اپنے قانون قدرت کے مطابق کرتا ہے اوسکا قانون قدرت کبھی ٹوٹتا نہین اور وہ ہر طرح کے قانون قدرت کے بنانے پر قادر ہے مگر جو قانون قدرت اوسنے بنا دیا ہے اوسکے برخلاف کچھ نہین ہوتا یہ اعتقاد رکھنا کہ حسن و قبح اشیاء کی اور کسی فعل پر ثواب یا عقاب ہونا صرف خدا کے حکم اور اوسکے امر و نہی کے سبب سے ہے محض لغو اعتقاد ہی بلکہ اوسی قانون قدرت پر مبنی ہے اور خدا کے احکام اوسی قانون قدرت کا بیان ہے پس بعض تو ایسی ہین کہ اونکے حسن و قبح کو ابتدا ہی عقل انسان کی دریافت کر لیتی ہے اور بعض ایسے ہین کہ بعد الاخبار من الرسل عن اللہ تعالی اونکے حسن و قبح کو عقل تسلیم کرتی ہے اور تقریر نمبر ۱۶ پرچہ مذکور مین ہے کتب احادیث مین جسقدر احادیث مندرج ہین اور جو اقسام حدیث محدثین نے بیان کی ہین اونمین سے کسی پر اس بات کا یقین کامل نہین ہو سکتا کہ درحقیقت وہ پیغمبر صلعم کی حدیث ہے گو کتب حدیث مین مندرج ہین اور جو اقسام حدیث محدثین نے بیان کی ہین اونمین سے کسی پر اس بات کا یقین کامل نہین ہو سکتا کہ درحقیقت وہ پیغمبر صلعم کی حدیث ہے گو کتب حدیث مین مندرج ہو اور علماء نے اوسکو صحیح لکھا ہو بلکہ بعض حدیث تو یقینا حدیث

ف ۱ اس آرٹکل مین جو عقیدہ لکھا ہے اوس سے سب و شتم انبیاء سابقین و لاحقین و صحابہ و اہل بیت و عام امہ مرحومہ کی لازم آتی ہے

ف ۲ ظلم پیغمبر کبھی نہین ٹوٹتی کا مضمون ... شرو فنا باطل ۱۲

ف ۳ یعنی بعض حدیثین

یقینی

نہین اور بعضے مشتبہ ہین ممکن ہے کہ پیغمبر صلعم کی حدیث ہون اور ممکن ہے
کہ نہون حدیث بالمعنی جسقدر بخاری و مسلم مین ہین وہ احکام منصوصہ نہین
ہو سکتے بلکہ اجتہادی ہین یحتمل الخطاء و الصواب اور جو حدیث در حکم مرفوع
ہے یعنی جسمین صحابی کا بیان ہے کہ پیغمبر صلعم کے زمانہ مین ہم یون کرتے تھے
یا اسطرح پر کرنا سنت ہے وہ بھی ناقابل وثوق ہے جسقدر احکام احادیث
کی لفظون سے بخصوصیت الفاظ یا بوجہ تقدیم و تاخیر الفاظ و خاصیت ابواب وغیرہ
از روے قواعد صرف و نحو و معنی بیان نکالے جاتے ہین وہ سب اجتہادی ہین
ممکن ہے کہ رسول صلعم کا وہ مقصود نہو پس وہ منصوص نہین ہو سکتی ہین بلکہ اجتہادی
ہین یحتمل الخطاء و الصواب اور حدیث موقوف و مقطوع و معلق و مرسل و منقطع سب
نامعتمد ہین پس جملہ اقسام مذکورہ پر حدیث نبوی ہونیکا یقین نہین ہو سکتا
گو جمہور محدثین کی راے اسکے خلاف ہو کیونکہ اونکا محض حسن ظن ساتھ بخاری
اور مسلم کے ہے اور باقی جسقدر اقسام حدیث کی ہین سب نامعتمد ہین کوئی قابل
یقین نہین ہم محدثین کی راے نہین مانتے ہین بلکہ ہم یہ اصول قرار دیتے ہین
کہ جو حدیث خلاف قرآن کے ہو وہ باطل ہے اور جو حدیث کسی موجودہ شئی کی
حقیقت کے خلاف ہو وہ باطل ہے اور جو حدیث علم تاریخ کے خلاف ہو وہ بھی
باطل ہے اور جس حدیث مین کوئی واقعہ ایسا بیان ہو جسکو ہزارون آدمی دیکھ
سکتے تھے مگر اوس واقعہ کا ہونا صرف حدیث ہی مین مذکور ہو تو وہ بھی باطل ہے
اور جس حدیث مین ایسی بات مذکور ہو جسکا جاننا سبکو ضرور تھا مگر صرف اوسی
حدیث کے راوی نے بیان کیا وہ بھی باطل ہے اور جو حدیث اصول مذہب اسلام
کے برخلاف ہو وہ بھی باطل ہے اور جس حدیث مین ایسے عجائبات کا بیان ہو
جسکو عقل تسلیم نکرے وہ بھی باطل ہے جب تک بذریعہ الہام کے وہ بیان ثابت نہو
اور جس حدیث مین تھوڑے سے عمل پر بہت سا ثواب مذکور ہو اور جنت مین بڑے بڑے
محل کا بننا یا ادنے گناہ پر سخت عذاب کا مذکور ہو وہ بھی باطل ہے سبب تمام

[illegible]

نقائص مذکورہ بالا سے پاک ہو تب بھی یقیناً حدیث ہونا نہین کہہ سکتے نہ جزم
ولیقین کر سکتے ہین ظن غالب البتہ ہو سکتا ہے تقریر نمبر ۶۲ پرچہ یکم ذیحجہ
سنہ ۱۳۱۳ ہجری مین ہے کہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب کا یہ قول صحیح ہے کہ انگریزی مدرسون
کی تعلیم سے ہر نوجوان اپنے مذہب سے بد اعتقاد ہو جاتا ہے مگر ہمارا یہ قول ہے
کہ اگر ایسی ہی مذہب سے تو مذہب ہی کو جانے دو بڑے بڑے عالمون نے
یہ تجویز کی ہے کہ انگریزی تعلیم کے ساتھ مذہبی تعلیم بھی دیجاے کتب درسیہ
عقائد وفقہ و اصول وتفسیر وحدیث وعلم کلام بھی پڑھایا جاے تاکہ عقائد مین
پختہ رہے مگر ہم کہتے ہین کہ محققانہ تعلیم مذہبی البتہ مذہب کو محفوظ رکھ سکتی ہے
الا یہ اندھی تقلیدی تعلیم مذہبی مانع نقصان عقائد نہین ہو سکتی اور یہ کتب درسیہ
مذہبیہ اوسکا علاج نہین کرسکتی ہین بلکہ یہ کتابین تعلیم انگریزی کے ساتھ اگر
پڑھائی جائینگی تو اور زیادہ لامذہبی اور بد اعتقادی پھیلے گی اسلیے کہ سوائے
قرآن مجید کے جسقدر کتب مذہبیہ اس زمانہ تک موجود ہین ہزارون غلطیون سے
معمور ہین کوئی ایک کتاب بھی ایسی نہین ہے جسمین کوئی نہ کوئی عظیم الشان
غلطی موجود نہو اور جسنے اسلام کی سچی حقیقت کو بھی نہ بنا دیا ہو کتب موجودہ مین
وجود سبع سموات کے ابطال کا جواب کہان ہے اثبات حرکت زمین و ابطال
حرکت دوری آفتاب پر جو دلیلیں قائم ہین اونکی تردید کس کتاب مین ہے آیہ کریمہ
ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين ثم جعلناه نطفة في قرار
مكين ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاما
فكسونا العظام لحما کی جو تفسیر عالمون نے لکھی ہے وہ فن تشریح سے غلط معلوم ہوتی ہے ہم اپنی
آنکھون سے بوتلون مین بھرے ہوے نطفہ سے لیکر بچہ کے پیدا ہونے تک
کے تغیرات کو دیکھتے ہین جو مفسرین کی تحریرون کی غلطی کو ثابت کرتے ہین
خدا کی بات اور اوسکا کام ایک ہونا چاہیے یہ مسئلہ تمام دنیا نے تسلیم کر لیا ہے
پھر اوسکی تصدیق مذہب اسلام کی کس کتاب مین ڈھونڈین پس کتب موجودہ

نمبر ۱ [illegible]

نمبر ۲ اعتراضات فلسفیہ قرآن شریف پر

مذہبی کے پڑھنے سے نہ پڑھنا بہتر ہے بہشت مین جانے کے واسطے
خدا کو ایک پیغمبر کو برحق جاننا کافی ہے اور عمل مین نماز پڑھ لینے روزہ رکھ لینا
بس ہے ان غیر مفید کتابون کے پڑھنے سے کیا حاصل ہے تقریر نمبر ۶۴
پرچہ یکم محرم سنہ ۱۲۸۹ ہجری مین اپنے پرچہ تہذیب الاخلاق کو ایڈیسن و اسٹیل
تقاید پہ قائم کرکے اسٹیل اور اڈیسن مذکور کو پیغمبرون مین معدود کرکے اہل اسلام
کے علم دین کے مذمت شروع کی ہے اور یہ عیب نکالا ہے کہ خدا و رسول کے
احکام تو سیدھے سادے تھے جو ان پڑھ بادیہ نشینون کو پہونچانے گئے تھے
اوسمین نکتہ چینیان اور باریکیان اور مسائل فلسفیہ و دلائل منطقیہ ملا کر بیچارے
لاچار لوگون کو قرآن اور معتمد حدیثون کو چھوڑنا پڑا اور زید و عمر کے بنائے ہوئے
اصول کی پیروی کرنی پڑی اور چونکہ اہل اسلام ہر بات کے جواب مین کہتے ہین
کہ مذہبا منع ہے ناچار سکو فقہ اور اصول فقہ و حدیث و اصول حدیث و تفسیر
و اصول تفسیر سے بحث کرنی پڑتی ہے پس ہندوستان کو اب بہی مرحوم اسٹیل
اور اڈیسن ہی کی ضرورت نہین ہے بلکہ مقدس لوتھر کی بھی بڑی حاجت ہے
تقریر نمبر ۸۹ پرچہ ۱۵ جمادی الاول سنہ ۱۲۸۹ ہجری مین لکھا ہے کہ نبی آخر الزمان
صلعم کو امی کہنے مین یہ حکمت تھی کہ نیچرل فیض جو اندرونی چشمہ دل کا جاری
رہتا ہے اوسکو کوئی بیرونی چیز مزاحم نہو اور جو کچھ باہر نکلے وہ خالص بے میل
پس اب ہمیشہ نیچر کے سرچشمہ کے جاری رکھنے پر متوجہ رہا کرین او جس علم کی
نسبت یہ کہا گیا ہے کہ العلم حجاب الاکبر اوسکے ہرگز پیرو نہون تقریر نمبر ۹۲
پرچہ یکم جمادی الثانی سنہ ۱۲۸۹ ہجری مین عقیدہ اول کا یہ خلاصہ ہے کہ اصل مادہ
عالم کا ازلی و ابدی و ناقابل فنا ہے اور تبدیل و تغیر صور نوعیہ کی ہوتی ہے
اور ذات باری علۃ العلل ہے تقریر نمبر ۹۵ - ۱۵ جمادی الثانی سنہ ۱۲۸۹ ہجری
عقیدہ دوم کی بحث مین لکھا ہے کہ یہ شبہہ زائل نہین ہوسکتا کہ جائز ہے کہ
کوئی دوسرا کارخانہ قدرت بھی ہو اور اوسکا صانع اور علۃ العلل جو دالگا

ازلی و ابدی ہو مگر ایمان و اسلام کی بنیاد خیال پر نہین ہے فلسفیہ و عقلیہ
مباحث کو جو حالت فرضیہ غیر وجودیہ سے ہوتی ہین یقین اور ایمان سے
کچہ مناسبت نہین مولانا ے روم نے اوسکے حق مین نہایت خوب فرمایا ہے
؎ پاے استدلالیان چوبین بود ٭ پاے چوبین سخت بے تمکین بود ٭ الخ
تقریر نمبر ۱۸ پرچہ ۱۵ شوال سنہ ۱۲۸۹ ہجری مین لکھا ہے کہ مسٹر ایڈیسن کا
قول ہے کہ مذہب کے دو حصہ ہو سکتے ہین ایک اعتقادیات دوسرا عملیات
اعتقادیات سے مراد صرف وہ مسائل ہین جو وحی سے معلوم ہوئے ہین
اور عقل اور کارخانہ قدرت سے معلوم نہین ہو سکتے مگر ہمکو ایڈیسن سے
کس قدر اختلاف ہے ہم اعتقادیات اون مسائل کو کہتے ہین جنکا ہونا عقل
و نیچر کے اصول پر ناممکن نہین ہے الا عقل و نیچر سے اونکو ہم یقین نہین کر سکتے جو
وحی نے یقینی ٹہرایا ہے مگر ہمکو اس بات مین شبہہ ہے کہ اون مسائل پر جنکو ہم نے اعتقادیات مین
داخل کیا ہے یقین لانا جزو ایمان ہے یا نہین عملیات مین مسٹر ایڈیسن نے اون مسائل کو داخل کیا ہے
جنکو عقل و نیچر کے مطابق مذہب کی بھی ہدایت کی ہے حصہ اول کا نام عقائد اور حصہ ثانی کا
نام اخلاق رکھا ہے مگر مین مسٹر ایڈیسن سے تھوڑا سا اختلاف کر کے کہتا ہون کہ اعتقادیات
اور عملیات مین کچہ علاقہ نہین ہے انسان اعتقادیات پر کتنا ہی زیادہ خیال کرے اوسکے
اخلاق مین کچہ تفاوت نہین ہو سکتا و کذا بالعکس پھر مسٹر ایڈیسن لکھتے ہین
کہ کوئی شخص اخلاق مین کمال حاصل نہین کر سکتا جب تک اخلاق کو بہت
مذہب کا سہارا نہو یہ قول مسٹر ایڈیسن کا ہے مگر مین یہ کہتا ہون کہ کوئی
اعتقادی یا عملی مذہب سچا نہین ہو سکتا جسکا نتیجہ اخلاق کی عمدگی نہو پس
اخلاق کو کسی مذہب کا کچہ سہارا درکار نہین ہے بلکہ مذہب یا اعتقاد کے
سچ سمجھنے کو اخلاق کا سہارا درکار ہے بعدہ ایڈیسن لکھتے ہین کہ واسطے اختیار کرانے
مذہب کے خونریزی کرنی بیجا ہے غالبًا فرقہ رومن کیتھلک اور پروٹسٹنٹ کا
ذکر کرتے ہونگے جنمین اس قسم کی خونریزیان جاری تھین لوگ خیال کرتے ہونگے

ف ۱ اعتقادیات جو خلاف عقل ہون باطل ہین اور عملیات بھی مخالف عقل باطل ہین

ف ۲ علاوہ مذہب اسلام کے دوسرے مذاہب بھی ...

کہ مسلمانون کی مذہب مین بھی ایسا ہی خونخوار امن و اخلاق کے برخلاف
جہاد کا مسئلہ ہے اگر وہ مسئلہ ایسا ہی ہو جیسا کہ بعض یا اکثر غیر محققین یا
خود غرض یا اکثر ظالم و مکار مسلمانون کے حکمرانون نے برتا ہے تو اوسکے
اخلاق کے برخلاف ہونے مین کون شبہہ کرسکتا ہے مگر ہمارا اعتقاد
یہ نہین ہے بلکہ حقیقت جہاد کی صرف فیشنل لا پر یعنے وہ قانون جو مختلف
قومون کو باہم برتنا چاہیے مبنی ہے اور جو آج کل مہذب قومون مین
جاری ہے مسٹر ایڈیسن لکھتے ہین کہ آپسمین نفرت پیدا کرنے کے لیے
مذہب کافی ہے نہ واسطے محبت پیدا کرنے کے مین اس بات کو تسلیم کرتا ہون
کہ جو برتاؤ مذہبون کا اس زمانہ مین ہے وہ ایساہی ہے بلکہ مسلمانون کا
برتاؤ سب سے زیادہ بُرا ہے مگر سچے مذہب اسلام کا مسئلہ یہ ہے کہ
خدا کو ایک جاننا اور انسان کو اپنا بھائی سمجھنا پس جو کوئی اس مسئلہ کے
برخلاف ہے وہ غلطی پر ہے انتہی منتخبا تقریر نمبر ۲۰۳ پرچہ یکم محرم ۱۲۹۰ ہجری
مین ہے ہم اہل سنت و جماعت کا ذکر کرتے ہین جنکے دو فرقے القاب
وہابی و بدعتی سے ملقب ہین پہلے حضرت بلاشبہہ عقائد مین نہایت
درست اور قریب حق کے ہین الا ظاہری افعال اور سختی اور سنگدلی
اور قساوت قلبی اور تعصب پر اسقدر سرگرم ہین کہ اندرونی نیکی ایک بھی
اونمین نہین رہی اور ٹھیک وہی حال ہے جو علماء یہود کا تھا جو دن
رات ظاہری رسومات مذہبی مین مبتلا تھے اور دوسرے حضرت اگرچہ
اندرونی نیکی کی جانب کسیقدر متوجہ ہین الا رسوم آبائی کے اسقدر پابند
ہین اور بدعات محدثہ کے اسقدر پیرو ہین کہ رومن کیتھلک کو قدم بقدم
ہو گئے ہین بلکہ اونکو بھی مات کر دیا ہے پس یہ دونون باتین ہمارے
مقصود کی ہارج ہین اور ہم ان دونون باتون کو اپنے سچے دل سے مذہب
اسلام کے بھی برخلاف سمجھتے ہین اور ترقی تہذیب مسلمانون کا بھی مانع قوی

جانتے ہین اور اسلیے مسلمانون مین جہانتک کہ یہودیت اور رومن کیتھلکیت
آگئی ہے اوسکو مٹانا چاہتے ہین اور یقین کرتے ہین کہ بغیر سچا اسلام
بے میل اختیار کیے کسی چیز کی بھلائی ممکن نہین رسومات کو اور خصوصاً
مذہبی رسومات کو مٹانا کچھ آسان کام نہین ہے اور نہ ہمکو کچھ توقع ہے
کہ ہم انمین کچھ کرسکتے ہین مگر تاہم لوگون کو اوس سے متنبہ کرتے جاتے ہین
اور کیا عجب ہے کہ کوئی دل نرم بھی ہوا ہو یا آیندہ ہو ہمکو ہمارے شفیق نیچرل آ
یا دہریہ کہتے ہین اس سبب سے کہ ہمنے اپنی تصنیفات مین یہ دعوی کیا ہے
کہ جو مذہب نیچر کے برخلاف ہے وہ صحیح نہین ہے اور اوسیکے ساتھ
اپنا یہ یقین بھی ظاہر کیا ہے کہ ٹھیٹ مذہب اسلام جبکہ وہ بدعات محدثہ
سے پاک ہو بالکل نیچر کے مطابق ہی اسلیے کہ وہ سچا ہی اور اسلیے کہ وہ سچا ہی اگر یہی وجہ
ہمارے دہریہ ہونے کی ہو تو ہم پکے دہریہ ہین بلاشبہہ ہمارا یہ دلی عقیدہ
ہے کہ نیچر خدا کا فعل ہے اور مذہب اوسکا قول ہے اور سچے خدا کا قول
و فعل کبھی مخالف نہین ہوسکتا اسلیے ضرور ہے کہ مذہب اور نیچر متحد ہو اور
بلاشبہہ ہمارا یہ بھی اعتقاد ہے کہ انسان بسبب ذی عقل ہونے کے
احکام مذہبی کا مکلف ہوا ہے پس اگر وہ احکام عقل انسانی سے خارج ہون
تو معلول خود اپنی علت کا معلول نہو گا ہان یہ بات ممکن ہے کہ وہ احکام
ہماری تمہاری عقل سے خارج ہون الا عقل انسانی سے خارج نہین ہوسکتے
اور زمانہ جون جون انسان کی عقل و علم کو ترقی دیتا جاویگا وون وون اونکی
خوبی زیادہ منکشف ہوتی جاویگی مگر یہ اوسیوقت ہوگا جب کہ تقلید کی پٹی
آنکھون سے کھلی ہوگی ورنہ کولھو کے بیل کی طرح ہمیشہ دن رات پھرنے اور کچھ
نتیجہ نہ پانینگے اور کچھ نہو گا کوئی مذہب ایسا دنیا مین نہین ہے جو دوسرے مذہب
گو وہ کیسا ہی باطل کیون نہو اپنی ترجیح بہمہ وجوہ ثابت کردے مگر یہ رتبہ صرف
اوسی مذہب کو حاصل ہے جو نیچر کے مطابق ہو اور مین یقین کرتا ہون کہ وہ

جو مسئلہ شریعت خلاف عقل یا مخالف نیچر ہو وہ باطل ہے

ہم رف ایک مذہب ہے جسکو مین ٹھیٹ اسلام کہتا ہون اور جو بدعات محدثات سے اور غلط خیال اجماع سے اور خطاء اجتہادات سے اور ڈھکوسلہ قیاسات سے اور شکنجہ اصول فقہ مخترعہ سے مبرا و پاک ہے اے قولہ ہمارے مکرم معظم جناب مولوی علی بخش خان صاحب بہادر ڈپیٹ جج گورکھپور نے اپنے رسالہ شہاب ثاقب کے صفحہ ۴۴ مین لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیطان کے شاگرد ہوے اور عمل آیۃ الکرسی کا اوس سے سیکھا (نعوذ باللہ منہا) پس اے میرے بھائیون مین ملحد مرتد زندیق کافر کرستان شیطان ہی مگر جو اچھی بات بتاؤن اور تمہارے فائدہ کی بات کہون دلسوزی سے تمہاری ہمدردی کرون میری وہ بات تم کیون نہ مانو حضرت ابوہریرہ نے نعوذ باللہ منہا شیطان سے بھی نیک کام سیکھے مین مار ہنین کی سبحان اللہ کیا شان اسلام رہ گئی ہے کہ جو شخص ان باتون پر یقین کرے وہ تو پکا مسلمان اور جو یہ کہے کہ میان وہ حدیث ثابت نہین ہے یا وہ کوئی جو شیطان الانس مین سے ہوگا تو نیچرل است کافر کرستان اگر مسلمانی ہمین است کہ واعظ دارد واے گر در پس امروز بود فردا ئے بلفظ منتخباً تقریر نمبر ۴۰ پرچہ یکم صفر ۱۲۹۵ھ عقیدہ سوم کی بحث مین لکھا ہے کہ صفات علامت اصل کے لوازم ذاتی ہین اور لوازم ذاتی عین ذات ہوتی ہین لہذا صفات بھی عین ذات ہین اور ذات عین صفات ہے لہذا ہم کہتے ہین انا صفة من صفات اللہ وصفات اللہ عینہ فانا عینہ اور کبھی یون کہتے ہین لیس فی جبتی سوے اللہ اور جب اور زیادہ کھول کر کہنا چاہتے ہین تو یون کہتے ہین انا اللہ بلا میم تقریر نمبر ۲۰۵ پرچہ ایضاً مین انسان کو مختار محض قرار دیکر یہ بھی لکھا ہے کہ خدا نے ان پڑھ بدوون کے لیے اونہین کی زبان مین قرآن اوتارا ہے پس ہمیشہ قرآن مجید کے سیدھے سیدھے صاف صاف معنے لینے چاہیین اور نکات لغو و موضوع اور کنایات و اشارات و استعارات و دلالات کی قسم کو اوس مین گھسیٹ کر اوسکو

ف ١

ف ٢

ف ٣ نکات بلاغت و رموز ...

کھینچنا اور تاننا نہین چاہیے اس قسم کے معنے قرآن مجید سے نکال لینے خیالات شاعرانہ سے زیادہ کچھ رتبہ نہین رکھتے ایمان نہ لانے پر قتل کرنیکا اور گھر بار لوٹ لینے کا شریعت مین کہین حکم نہین ہے چند روز ہوے کہ جہاد کے مسئلہ پر مین بخوبی بحث کرچکا ہون اور حقیقت جہاد کو مین نے اپنی کتاب خطبات احمدیہ اور ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کے جواب مین بتفصیل لکھا ہے تقریر نمبر ۲۰ - ۱۰ صفر ۱۲۹۰ ہجری یہ بات سچ ہے کہ ہمکو متعدد مسائل مین مسلمانون سے اختلاف ہے ہم تقلید کو تسلیم نہین کرتے مذہب کو تقلیداً قبول کرنے سے تحقیقاً اوسپر ایمان لانا بہتر جانتے ہین اور اسیطرح اور بہت سے مسائل اعتقادی و تمدنی ہین جنسے یا جنکو طرز بیان و طریقہ استدلال سے ہمکو اختلاف ہے اور ہم اوسکو تہذیب الاخلاق مین چھاپتے ہین اور چھاپینگے تقریر نمبر ۱۳۸ پرچہ یکم ربیع الاول ۱۲۹۰ ہجری جبکہ ہم یہ دیکھتے ہین کہ ہماری قوم نے کسی سولیزڈ قوم کی عمدہ خصلتون اور عادتون مین پیروی کی تو ہمکو بہت خوشی ہوتی ہے اور جب یہ سنتے ہین کہ اونسے اونکی برائیون کی پیروی کی اور شراب پینی شروع کی اور ریکا متوالا ہوگیا اور جوا کھیلنا سیکھا اور بے قید ہوگیا تو ہمکو نہایت افسوس ہوتا ہے الخ تقریر نمبر ۱۳۹ پرچہ ۱۵ ربیع الاول ۱۲۹۰ ہجری جو شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر دل سے یقین رکھتا ہے اوسکا کوئی فعل مع ایقین کور کے اوسکو کافر نہین کرسکتا گو وہ کسی قوم کے ساتھ تشابہ کرے ولو فی خصوصیات الدین و شعار الکفر کالزنار والصلیب والاعیاد وہ کافر نہین ہوسکتا الخ وغیرہ ذالک من العبارات اب خاکسار عرض کرتا ہے کہ نیچر کی پابندی کا نام اسلام ٹھہرایا گیا ہے اور اوسکی تبدیل ناممکن قرار پائی ہے اور برابر تاکید نیچرالسٹ ہونے کی فرمائی گئی ہے اور خود نیچرالسٹ ہونیکا اپنی نسبت اقرار فرمایا گیا ہے اور تعلیم بھی وہی جاری کیجاتی ہے جو فلاسفی نیچرالسٹ کے مطابق ہے تو نیچرالسٹ کہنے مین کیا قصور کیا اور کیون ناگوار طبع نازک ہوگیا شاید میری

ف
[illegible] اصول و فروع اسلام [illegible]

کتاب شہاب ثاقب مین نیچریون کا حال کھلجانے سے اور اونکے ملحد ظاہر ہوجانے
سے اب حضور والا کو ملت نیچریہ کا حامی ہونا باعث ندامت ہوگیا ہے
اور نیچرل اسٹ بننا اب منظور نہین رہا ہے اگر ایسا ہی امر واقعی ہے تو
مین خدا کا شکر کرونگا کہ میری سعی مشکور ہوئی والا کسیکو اوسکے مذہب کا
حامی یا مان لینے والا لکھنا میرے نزدیک منع نہین ہے البتہ مین نے
وہ طریقہ تحریر کا ناپسند سمجھا ہے جو جناب والا نے اختیار کیا ہے کہ بالعموم
اکابر دین و اعاظم و علما و فضلا و واعظین و مرشدین و فقرا و مساکین و شرفا
و معززین کی شان مین کوئی سخت لفظ شاید رہ گیا ہوگا ورنہ سب و شتم مین
کچھ باقی نہین چھوڑا ہے بے ایمان کافر مشرک مکار بے عقل جانور وحشی
درندے اندھے کودن کے بیل خدا اور رسول کے دشمن دنیا پرست وغیر ذلک
من الالفاظ آپ کا وظیفہ روزمرہ کا ہے اور تہذیب الاخلاق تو گویا اسی قسم
کی لعن طعن کے واسطے موضوع ہوا ہے یہ بھی جانے دو تبریۃ الاسلام کے
شروع مین جو تقریر لکھی ہے وہ تو صحابہ کرام بلکہ رسول انام صلعم کو بھی
مورد سب و شتم کا ٹھہراتی ہے اور ظالم بیرحم جفا کار شہوت پرست بناتی ہے
اور ائمہ اربعہ کی تو جا بجا کم عقلی لگائی گئی ہے اور استرقاق کو حرام ٹھہرا کر
ائمہ اہلبیت تو حلال ہی کر ڈالے گئے ہین وہ کون باقی رہا ہے جو آپکی
لعن و طعن سے بچا ہے اگر انصاف سے دیکھیے تو تمام فرقہ اہل سنت کا
یہودی و نصرانی قرار دیا گیا ہے اور اس قابل بھی نہین سمجھا گیا ہو کہ اونکو
مسلمان تصور فرماوین یہان تک نوبت پہونچی ہے کہ خدا تعالے اور
فرشتون کی شان مین بھی وہ الفاظ لکھے گئے ہین کہ کوئی مسلمان بندہ
خدا کا غالبا نہ لکھیگا کیا انصاف اسیکا نام ہے کہ خود ہی نیچرل اسٹ ہونے پر
آپ افتخار کرین اور جب مین وہ لفظ آپ کی شان مین لکھون تو مذہبی سخت
لفظ بیان کیا جاتا ہے اور مسلمانون کے متقدمین و متاخرین و اکابر دین کو

سب وشتم لکھنے کے وقت آپ کو ذرا بھی تامل نہ ہو خیر بالعموم کا ذکر ہنوز دیجیے
خاص اس خاکسار کو بھی حضور والا نے محروم نہیں رکھا ہے قید اسلام سے
خارج کر کے مصداق اس شعر کا ٹھہرایا ہے ؎ گر مسلمانی ہمین ست کہ
واعظ دارد ✤ وائے گر در پس امروز بود فردائے ✤ اپنی تقریر نمبر ۲۰۳ یکم محرم
سنہ ۱۲۹۵ ہجری کو ملاحظہ فرمائیے کہ حدیث صحیح پر یقین لانے کے گناہ مین
مجکو آپ نے کافر ٹھہرادیا اور اوسکے انکار کرنے مین آپ تو مسلمان بن گئے
اور عبارات مذکورہ سے آپ کے مذہب اسلام کا بھی حال ظاہر ہو گیا کہ جس
اسلام کے آپ حامی ہین وہ مغائر جمہور اہل اسلام کے ہے اور مجموعہ موجودہ
مذہب اسلام کو آپ قطعاً مٹانے والے ہین تو مین اوسقدر اسلام کا دشمن
آپ کو نہین کہتا ہون جو مطابق عقائد آپ کے اکابر دین فلاسفہ متقدمین
نیچرل است صاحبون کے ... کا حال شہاب ثاقب مین بھی کسیقدر لکھا گیا ہے
بلکہ اوس مذہب اسلام کا مٹانے والا بیان کرتا ہون جسکے ابطال کا قصد
آپ کر رہے ہین اور جو میرے نزدیک بلکہ جمہور اہل اسلام کے نزدیک صحیح
و مرضی خدا اور رسول ہے اور فرقہ ناجیہ نہ تو مماثل یہود و نصاری کا ہے
نہ عقائد ہم لوگون کے غلط اور مخالف کتاب و سنت کے ہین آپ کو بیشک
مخالفت کلی اس مذہب اسلام سے ہے تو انقلاب دینے والا اسلام کا
یا کسی دوسرے لقب کے ساتھ مین نے اگر کسی جگہ لکھا گیا گناہ کیا ہر چند
تحریرات مذکورۂ بالا کے ملاحظہ سے خود ہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور والا کو
مذہب اسلام سے کیا اختلاف شدید تمام اصول و فروع مین ہے مگر
کسیقدر تصریح نتائج تحریرات شریف کی بھی مناسب سمجھتا ہون مخفی نرہے
کہ تالیفات جناب والا سے جو عقائد شریف مستنبط ہوتے ہین اونکی
تفصیل یہ ہے عقیدہ اول وجود اصلی مادۂ عالم کا ازلی و ابدی و ناقابل
فنا و لازم ذات باری تعالے و عین ذات باری ہے وہ بھی ایک صفت ہے

ذات کی اور صفات عین ذات و ذات عین صفات ہے لامحالہ تقدم
ذات باری کا مادہ وجود عالم پر نہین ہے جیسا کہ ذات کو دیگر صفات پر
تقدم نہین ہے اسیطرح عالم پر بھی نہین ہے گو تشخصات کا تبدل
ظہور مین آوے مگر اصلی وجود نا قابل فنا عالم کا عین ذات ہے پس وہ
ذات باری تعالے خالق مادہ اصلی عالم کی نہین ہو سکتی نہ اوسکی فنا کرنے پر
قادر ہے کیونکہ کوئی ملزوم اپنے لازم کے دفع کرنے پر یا کوئی ہستی اپنے
وجود کے معدوم کرنے پر قدرت نہین رکھتی ہے **عقیدۂ دوم** ذات باری
علت تامہ وجود ہر شے کی نہین ہے بلکہ علت اولی ایک معلول اول کی
علت ہے باقی جسقدر معلول ہوتے چلے جائینگے وہ اپنی اپنی علت سے قائم ہونگے
یا یون کہو کہ علت العلل و علت ثانیہ ملکر ہر معلول کی علت قائم ہو گی لامحالہ ذات
باری ہر شے کی علت ناقصہ ٹھہرے گی نہ تامہ پس خالق کل شے کہنا ذات
باری تعالے کو حقیقت مین غلط ہو جاویگا گو مجازاً صحیح ٹھہرے **عقیدۂ سوم**
اصلی وجود مادۂ عالم کا جب ناقابل فنا ہے اور وہ عین ذات باری ہے
تو قیامت کے روز فنا ہو جانا اوسکا ممتنع بالذات ہو گا و کل من علیہا فان
صحیح نہ ٹھہرے گا **عقیدۂ چہارم** اصلی مادہ وجود عالم کا صلاحیت و قابلیت
تشخصات و تغیرات کی رکھتا ہے ورنہ ظہور مین آنا اجسام موجودات کا متعذر
ہو جاوے کیونکہ مادی ہونا عالم کا قابل انکار نہین ہے لامحالہ ذات باری تعالے
مادی ہے یا یون کہو کہ مادہ و غیر مادہ سے مرکب ہے یا محل مادہ کا ہے
عقیدۂ پنجم ذات باری تعالے عین صفات ہے اور صفات عین ذات
ٹھہرین اور مفہوم ذات واحد کا قابل تعدد نہین ہو گا پس مفہوم صفات کا بھی
متحد و غیر متعدد ہو گا پس یہ کہنا غلط ٹھہرے گا کہ مفہوم صفات کا باہم متمیز
و متغایر ہے اور اس صورت مین حقیقت علم و قدرت وغیرہ متحد الحقیقت
ہونگی **عقیدۂ ششم** ذات باری تعالے پابند قانون فطرت یعنے

نیچر کی ہے جو اوسنے مقرر کر دیا ہے اوسکے توڑنے یا تبدیل و تغییر کرنے پر
آب اوسکو اختیار نہین ہے بلکہ ممتنع بالغیر ہو گیا ہے **عقیدۂ ہفتم**
دوسرا علت العلل کسی دوسرے عالم کا ممتنع عقلی نہین ہے گو ہمکو اوسکا وجود
نظر نہ آنے سے یقین کا مرتبہ حاصل نہو سکے مگر تو بھی شبہہ وجود دوسری ذات
العلل کا زائل نہین ہو سکتا **عقیدۂ ہشتم** سواے عقل کے کوئی رہنما
نہین ہے اور حسن و قبح تمام اشیا و احکام کا عقلی ہے نہ شرعی لہذا باوجود
قانون قدرت کے یعنے نیچر کی بعثت انبیا کی ضرورت نہین ہے کیونکہ انبیا
صرف نیچر کے حالات بیان کرنے والے ہین خود کوئی چیز نہین لاسکتے اور
نہ خلاف نیچر کے تعلیم کرتے ہین نہایت الامر یہ کہہ سکتے ہین کہ انبیا علیہم السلام
نیچرلسٹ فلاسفہ سے کچھ زیادہ قانون فطرت سمجھتے ہونگے مگر [illegible] اوس وقت خاص
مین جسمین وہ مبعوث ہوے تھے نہ اسوقت مین کہ زمانہ ترقی علوم کا ہے اور
لاکھون نیچرلسٹ موجود ہین اور وہ خود پیغمبر ہین لندن کے پیغمبر [illegible]
ایڈیسن واسٹیل تھے اور اس صورت مین ختم ہونا نبوت کا [illegible]
صحیح نہوگا **عقیدۂ نہم** قانون فطرت یعنے نیچر کے [illegible]
ظہور مین آنا ممکن نہین ہے لہذا معجزات انبیا پر یقین لانا [illegible] قانون
فطرت مقتضی اس امر کا نہین ہے کہ موسے کی لکڑی سانپ بن جاوے اور
آسمان سے علاوہ معمولات کے وہ چیزین برسین جنکا ذکر کتب سماویہ مین ہے
اور دریاے نیل لکڑی مارنے سے دو حصے علیحدہ ہو کر ایک قوم کے واسطے
خشک ہو جاوے دوسری قوم کے واسطے پھر دریا بن جاوے اور [illegible]
نازل ہوا اور ابراہیم کے واسطے آگ مین برودت موجود ہو جاوے اور پتھر
مین سے ناقہ پیدا ہوا اور ہوا اور پہاڑ اور طیور غیر ذی عقل [illegible] تسخیر مین آجاوین
اور جن اور شیاطین جنکا وجود ہی فی الخارج نہین ہے سلیمان کے [illegible]
اور فرشتے جنکا وجود فی الخارج نہین ہے تو اسے جسمانی انسان کے [illegible]

انسان کی صورت بناکر انبیا کے پاس حاضر ہون یا حضرت مریم کے پاس حاضر ہوا اور بغیر طریقہ نیچر کے حضرت مریم حاملہ ہوجاوین اور ایک دن کا بچہ پیدا ہوتے ہی انسان کامل العقل کی طرح باتین کرے بلکہ نبوت کا دعوے کرے اور مٹی کی چڑیان بناکر روح پھونکے اور وہ اچھی خاصے طیور ہوجاوین اور مردہ جی اوٹھے اور آفتاب ایک نبی کی دعا سے ٹھہرا رہے اور تھوڑا سا کھانا کئی انسانون کو سیر کردے اور پھر اوتنے کا اوتنا ہی بنا رہے اور ایک مشت خاک سے کفار محاربین کو شکست واقع ہو اور پیشین گوئی کر سکے وغیر ذالک من المعجزات چونکہ یہ سب باتین تمام قانون فطرت کی توڑنے والی ہین اور اونکا وقوع ناممکن ہے لہذا نہ تو وہ معجزات صحیح ہین نہ اونکی خبر جس کتاب آسمانی مین ہے وہ صحیح ہے کیونکہ خدا کا قول اوسکے فعل کے موافق ہونا چاہیے علاوہ اسکے جب معجزہ کی تعریف یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایسی بات ظہور مین آوے جو بالکل عقل انسانی کے خلاف ہو اور کوئی انسان اوسپر قدرت نرکھتا ہو اوسکا حال شعبدہ یا سحر یا طلسم یا حکمت عملی سے نہو کہ نبی کے سواے کوئی دوسرا شخص بھی کر سکتا ہو یا اوسکے قواعد مقرر ہون یا تعلیم وتعلم سے حاصل ہوسکتا ہو یا گو اوسوقت حاضرین کی عقل مین نہ آوے مگر بعدہ کھل جاوے کہ وہ کسی قاعدہ عقلی پر عمل کیا گیا تھا یا تاثیرات وخواص اشیا یا کواکب کے تصرفات وخواص سے تھا تو اس قسم کا معجزہ صریح باطل ہوگا پس اگر معجزات انبیا کے مان لیے جاوین تو تمام عقلیات کی خلاف اقرار کرنا پڑتا ہے اور وہ کسیطرح جائز نہین ہے لامحالہ انبیا کو اسیقدر سمجھنا چاہیے کہ وہ نیچرلسٹ تھے بلکہ سب سے زیادہ محمد رسول اللہ صلعم نیچرل فیض کے جاری کرنے والے تھے اور امی ہونا اسی واسطے تھا کہ سواے نیچر کے اور کسیطرت کا میل نہوے پاوے

عقیدہ دہم ملائکہ سے مراد قوی انسانی ہین اور سجدہ سے مراد اطاعت قوی کی ہے اور شیطان کا وجود نہین ہے صرف ایک قوت سرکش جسم آدم مین تھی

اوسیکا قصہ قرآن مین مذکور ہے **عقیدۂ یازدہم** بغیر لحاظ اصول
تفسیر اور بدون اعتبار اقوال جمہور مفسرین و شان نزول کے قرآن کے
معنے اپنی راے سے کہنے جائز ہین اور جسقدر نیچر کے اور علوم فلسفیہ کے
خلاف ہو اوسکو خواہ مخواہ نیچر اور فلاسفہ کے اقوال سے ملا دینا چاہیے
مقدم تر واسطے یقین لانے کے قول فلاسفہ یورپ کا ہے اوسکے موافق
جو آیت قرآن کی ہو وہ جسطرح ہوسکے مطابق کردینی چاہیے اور مفسرین کے
اقوال ناقابل اعتماد ہین یہودیون سے اخذ کیے گئے ہین اور کلام الٰہی اگرچہ
وحی متلو ہے مگر عبارت اوسکی بالکل مماثل کلام بشر کے ہے نکات بلاغت
و اشارۃ النص و دلالۃ النص اور باریکیان جو فقہا و مفسرین بیان کرتے ہین
سب واہیات ہین سیدے سیدے معنی ہی اون کی سمجھنے کے لائق ہین اور منسوخ
التلاوۃ کوئی لفظ قرآن شریف کا نہین ہوا اور جو احکام منسوخ ہوتے ہین
وہ حقیقت مین نسخ نہین ہے بلکہ زمانہ کے تبدیل حالات سے تبدیل حکم ہوا ہے
اگر پھر ضرورت اوسی وقت کی سی لاحق ہو جسمین حکم سابق جاری تھا تو وہی
حکم سابق پر عمل کیا جاویگا غرض کہ کوئی آیت کا حکم منسوخ نہین ہوا ہے
(خطبات احمدیہ مین اس عقیدہ کی تصریح ہے) **عقیدۂ دوازدہم**
توریت و انجیل جو فی زماننا پرانا نامہ اور نیا نامہ مشہور ہے اور جسکو بائبل
کہتے ہین اوسپر مضبوط اعتقاد ہے اور اوسمین تحریف لفظی نہین ہوئی ہے
اور وہ سب صحیح و درست ہے گو تحریف معنوی یہود و نصاری کرتے ہین مگر تحریف لفظی کا الزام
عائد نہین ہے اور عزرا نبی نے اوسکو جمع کیا ہے وہ ہی نسخہ موجود ہے **عقیدۂ سیزدہم** حشر اجساد
و فنای عالم و نفخہ صور و صراط و میزان و جنت و نار و حور و قصور و غلمان انہار و اشجار جنت
و زقوم جہنم و غذا اہل نار کے جو خلاف محسوسات فلاسفہ ہین اور نیچرل تہیالجی کے بھی خلاف ہین
اور غیر محسوسات پر یقین لانا حماقت ہے اسیواسطے وجود خارجی ابلیس وغیرہ بھی نہین مانا جاتا ہے
تو یہ سب چیزین مذکورۂ بالا بھی اپنی حقیقت پر محمول نہین ہین اور محض

جاہلون کے ڈرانے کے واسطے اور ترغیب و ترہیب کی نظر سے تمثیلی
زبان مین روح کے حالات رنج و سرور کے بیان ہوئے ہین احکام و خیالات
معاد کے مانع ترقی ہین اونپر یقین لانا نہ چاہیے اور عذاب قبر بھی حقیقی نہین ہے
مجازی ہے علوم عقلیہ کے خلاف کوئی حکم معاد کا قابل تسلیم نہین ہے
عقیدۂ چہاردہم بندہ اپنے ہر فعل کا مختار ہے مسئلہ بین الجبر
والاختیار کا غلط ہے عقیدۂ پانزدہم کوئی حدیث خواہ صحاح ستہ کی ہو
خواہ غیر صحاح کی قابل یقین نہین ہے گو محدثین و علماء دین کے نزدیک صحیح
ٹھہرائی گئی ہو مگر پھر بھی یقین کرنا نہ چاہیے کہ وہ کلام رسول ہے لہذا عمل کرنا
کسی حدیث پر یا سنت نبوی قرار دینا غلط ہے عقیدۂ شانزدہم
اجماع امت یا اتفاق جمہور مسلمین کا یا سند لانا کسی عالم کے قول سے بیجا ہے
اجماع قابل حجت نہین ہے عقیدۂ ہفتدہم اصول فقہ و اجتہادیات
مجتہدین و قیاسات ائمہ دین و مسئلہ رجم کو صحیح سمجھنا غلط اور ظلمت و ضلالت ہے
اور تقلید کرنا کسی بشر کے کفر اور شرک ہے مسلمانون نے گویا بت سے امام
اپنے خدا بنا رکھے ہین اونہین کے رسوم مقررہ و محدثات و بدعات کی
پابند ہو گئے ہین اور اوسکو فقہ و احکام شرعیہ سمجھ رکھا ہے اوسکا پابند ہونا
کفر اور باعث غضب الٰہی ہے صحابہ ہون خواہ اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین
خواہ ائمہ اربعہ کسی کی تقلید کرنا نہ چاہیے ہر شخص کو آزادی رائے حاصل ہے
جس مسئلہ مین جو چاہے رائے لگاوے گو وہ مسئلہ کیسا ہی مسلمات جمہور
مسلمین سے ہو گیا ہو مگر مخالفت کرنی درست ہے عقیدۂ ہیجدہم کوئی
مسئلہ شرعیہ قابل قبول نہین ہے سوائے اوسکے جو نیچر کے مطابق اور
علوم جدیدۂ عقلیہ کے موافق ہو کیونکہ حسن و قبح تمام اشیا کا عقلی ہے
نہ شرعی باعتبار امر و نہی کے مذہب کا اختیار کرنا یا کسی کی تقلید سے کوئی مسئلہ
مان لینا نہ چاہیے بلکہ انبیا بھی کوئی حکم جدید نہین لاتے ہین صرف موجودات

نیچر یہ کا یقین دلاتے ہین اور باعتبار موافقت نیچر کے اونکا حکم لائق قبول ہوتا ہے والا فلا اور بغیر وحی کے جو کچھ رسول صلعم اپنی راے سے فرماتے تھے یا عمل کرتے تھے وہ بھی قابل اتباع نہین ہے مثلاً کوئی حکم درباب حلت استرقاق کے نہ تھا تو مجرد عمل یا قول رسول صلعم کا واسطے حلت کے کافی نہین ہے کیونکہ وہ فعل قبیح عقلی اور مخالفت نیچر مین داخل ہے **عقیدہ نوزدہم** جسقدر غزوات واقع ہوے اور احکام جہاد فی سبیل اللہ مین آیات واحادیث وارد ہین وہ سب یہ مراد رکھتی ہین کہ ایک قوم دوسری قوم سے قتال کرے جیسا کہ مثلاً جرمن اور فرانس مین لڑائی ہوئی یا روسیون نے بخارا اور خیوا کو لڑائی کر کے فتح کر لیا مہذب قومون کی لڑائیون اور جہاد مین کچھ فرق نہین ہے **عقیدہ بستم** سیرت ہشامی وابن اسحق وغیرہ سب واہیات اور الف لیلہ و مہابھارت کے برابر ہین **عقیدہ بست ویکم** جسقدر کتب حدیث و تفسیر و فقہ و اصول فی زماننا پڑھائی جاتی ہین اون سے سواے فساد مذہب اور تباہی و خرابی دنیا و عقبے کے کچھ فائدہ نہین ہے لہذا اونکی تعلیم قطعاً موقوفی کے لائق ہے **عقیدہ بست و دوم** جب علوم جدیدہ کے یا انگریزی کے پڑھنے سے معلوم ہو کہ مذہب اسلام مین ضعف پیدا ہوگا تو مذہب اسلام کا ترک کر دینا لازم ہے نہ علوم مذکورہ کا اور علوم جدیدہ کے ساتھ کتب دینی کا پڑھانا واسطے قائم رکھنے عقائد کے نہین چاہیے بلکہ وہ سب کتابین قابل پڑھانے کے نہین ہین او محض بیکار ہین **عقیدہ بست وسوم** صرف قرآن کے احکام منصوصہ قابل تسلیم ہو سکتی ہین بشرطیکہ نیچر و علوم جدیدہ کے ساتھ مطابق ہون والا باقی ہر قسم کے احکام قابل حجت نہین ہین اور بہشت مین جانے کے واسطے قید عملوا الصالحات کی لگانی باطل ہے صرف آمنوا کافی ہے **عقیدہ بست وچہارم**

کوئی فعل اگرچہ شعائر کفر ہی مین سے کیون نہو مثلاً انکار کرنا نبوت
انبیاے سابقین کا یا کتب سماویہ سابقہ کا یا وجود ملائکہ کا یا معاذ اللہ قرآن شریف کا
عمداً بول و براز مین آلودہ کردینا یا پھینک دینا یا حلال کو حرام اور حرام کو
حلال ٹھہرانا باوجود قطعیت نص کے یا بت کو سجدہ کرنا زنار و قشقہ لگا کر
یا کسی نبی کو معاذ اللہ گالی دینا یا بہشت و دوزخ اور قیامت کے آنیکا منکر
ہوجانا یا اور ضروریات دین کا انکار کرنا کسی آدمی کو کافر نہین بناتا ہے
صرف خدا کو ایک علت العلل جاننا اور رسول کو برحق نیچرل اسٹ سمجھنا
اور ہر قوم کے آدمی سے سچی دوستی رکھنا اسیقدر وہ خالص اسلام ہے
جسکے قبول کرنے سے مسلمان ہوگا اور جسقدر اوس سے زیادہ ہے
وہ غیر ثابت اور بدعت اور ظلمت و ضلالت ہے خواہ وہ عبادت سمجھی گئی ہو
خواہ عادت **عقیدہ بست و پنجم** کوئی عبادت صحیح نہین ہے جو
قواے جسمانی کو پژمردہ کرے یا شگفتگی طبیعت کی مانع ہو اور نیچر کے موافق نہو
لہذا ترک دنیا و زہد و کسر نفس و شب بیداری و روزہ داری و کثرت نماز نفل
وغیرہ اذکار و اشغال و وظائف جسقدر معمول و مرسوم ہین سب بیفائدہ ہین
اور حرام و حلال بھی وہی مانا جائیگا جو علوم عقلیہ و نیچر کے خلاف نہو صرف
فرض کا ادا کرنا کافی ہے باقی واہیات ہے اور فرض اوسیقدر ہے
جو نہایت سہل ہے اور موجب تکلیف نفس انسان و مضر شگفتگی قوی نہین ہے
مثلاً روزہ تیس روز کا بالخصوص رمضان مین وہ بھی گرمی کے موسم مین
فرض نہ ٹھہریگا کیونکہ قوے کو ضعیف کردیگا اور یہ بات خلاف نیچر کے ہے
یا تھوڑی سی شراب جو کچا عقل زائل نکردے یا اوسقدر جوا کھیلنا جو بے قید
نہ بنادے یا تصویر مجسم بنانا جو واسطے یادگاری کے ہو حرام اور ممنوع نہوگا
اور استرقاق بوجہ خلاف نیچر ہے حرام ہوگا گو اوسکے باب مین کتنی ہی آیات
و حدیث موجود ہون مگر سب قابل قبول نہین ہین اور تاویل کرنی لازم ہے

بالجملہ فرض و حلال و حرام مین قاعدۂ کلیہ موافقت نیچر و علوم جدیدہ کا مرعی رہیگا نہ محض اوامر و نواہی کا قرآن شریف مین صرف لفظ صلوۃ و زکوۃ کا وارد ہے مگر اوسکی زیادہ تصریح نہین ہے کہ کس طرح کوئی پوری رکعت نماز کی کس کس وقت پڑھی جایگی اور حدیث کوئی قابل جزم و یقین نہین ہے اور فعل صحابہ کا یا اونکا اجماع یا اونکا یہ کہنا کہ ہم رسول صلعم کے زمانہ مین ایسا کرتے تھے یا اسطرح پر سنت ہے قابل قبول نہین ہے اور اجتہادیات مجتہدین کا تو نام لینا بھی نہ چاہیے اور جب پوری ترکیب نماز کی کسی حدیث متواتر اللفظ مین جو مفید یقین ہو موجود نہین ہے اور مختلف احادیث مین راجح و مرجوح کا یا ناسخ و منسوخ کا تلاش کرنا یا قوی کو ضعیف کے مقابلہ مین اختیار کرنا یا توافق روایات مین پیدا کرنا ضرور نہین ہے جیساکہ احادیث قصۂ معراج نبوی مین اختلاف الفاظ و معانی کا روایات صحیحہ و ضعیفہ مین واسطے ابطال اصل واقعۂ معراج کے کافی سمجھکر خطبات احمدیہ مین انکار کیا گیا ہے اسیطرح اگر نماز مرسوم او معمول کو اختیار کیا جاسے تو وہی ظلمت و ضلالت تقلید کی اور کفر محض کا اختیار کرنا ہوگا اور صلوۃ سے مراد مطلق دعا پڑہ لینی ہوگی اور وہی واسطے اداے فرض کے کافی ہے باقی جو ترکیب صلوۃ پنجگانہ کی مقرر ہے وہ اصول مخترعہ و فقہ محدثہ و احادیث موضوعہ و اجماع مردودہ کا اتباع ہے اور اوسیکا نام کفر ہے باقی رہی زکوۃ اوسکی مقدار بقدر چالیسوین حصہ مال کے مقرر کرنی اور اوسکے مسائل کی فتاوے فقہیہ کا مسمور ہونا وہی ظلمت و ضلالت و کفر و شرک ہے قرآن مین لفظ زکوۃ وارد ہے اسیقدر نص ہے باقی وہی تقریر جو نماز مین بیان ہوئی یہان بھی سمجھ لو اور حج خانۂ کعبہ کا تو اوسیوقت مین تھا اب تو خواجہ سرا حرمین مین بھری ہین لونڈی غلام بکتے ہین اور بدعات و محدثات کی کثرت ہے اوسکے واسطے جانے سے تو لندن وغیرہ بلاد یوروپ کا جانا افضل ہے

مریان علوم جدیدہ کے عالم اور نیچرل است صاحب اور ستر لاکھہ ممبر اونکے
موجود ہین کعبہ مین جاکر رمی حجارہ کرنا ہوگا حالانکہ وجود ابلیس ہی نہین ہے
حجر اسود کو چومنا ہوگا جسکے فضائل کی احادیث خلاف نیچر ہین پس صلوۃ
و زکوۃ بالاجمال عمل مین لانا جیسا عقل قبول کرے کافی ہے **عقیدہ**
بست و ششم آیت خلق سبع سموات طباقاً سے مراد سات آسمان
نہین ہین بلکہ وہ آیت علوم جدیدہ کے خلاف ہے **عقیدہ بست**
و ہفتم جو ترتیب پیدائش انسان کی نطفہ سے بچہ تک قرآن شریف
مین وارد ہے اور مفسرین نے معنی اوسکے بیان کیے ہین وہ علوم جدیدہ کے
خلاف ہے لہذا ناقابل التسلیم ہے **عقیدہ بست و ہشتم** منخنقہ
کی حرمت قرآن مین منصوص نہین ہے لہذا حلال ہے اور دلائل مفسرین
و فقہا کے اوسکی حرمت مین قابل قبول نہین ہین پس عیسائیون کی ساتہ
گردن مروڑی مرغی کھانا حلال ہے **عقیدہ بست و نہم** ایک سے
زیادہ ازدواج منع ہے **عقیدۂ سی ام** معراج جسمانی بے اصل ہے
صرف خواب مین مسجد اقصی نظر آگئی تھی دیگر یہ ہے اور شق صدر آنحضرت صلعم کا
بھی بے اصل ہے و غیر ذلک من المعتقدات و المقولات آب تو کچہ
شک نہین رہا ہے کہ آپ حامی ملت نیچریہ و مخالف طریقہ اسلامیہ ہین
جاہل مسلمانون کے خوش کردینے کو آپ جو چاہین فرما دیں ورنہ آپکی

تنبیہ دربارہ منخنقہ کے اور اثبات معراج جسمانی و شق صدر وغیرہ خلافیات کے
مین نے ایک رسالہ علیحدہ لکھا ہے اوسکو انشاء اللہ تعالے علیحدہ طبع کراونگا
اوسی مین بعض عقائد جناب مخاطب کی بھی بحث ہے بالفعل اس رسالہ مین
تبرئۃ الاسلام اور بعض تحریرات مخاطب کے جواب پر قناعت کیجاتی ہے اور
انتخاب مقولات مخاطب کا واسطے اظہار اونکے معتقدات کے کافی سمجھا گیا ہے
کیونکہ ہر ایک عالم دین محمدی اوسکا جواب دے سکتا ہے فقط

مقولات مین اور فلاسفہ نیچرل است کے معتقدات مین کچہ بھی فرق
نہین ہے اور پھر حیرت کا مقام تو یہ ہے کہ ہمارے مفسرین پر طعن
کیا جاتا ہے کہ یہودیون سے قصص و روایات سنکر تفاسیر مین بھر دیے
حالانکہ جب خود بدولت تفسیر بائبل کے لکھنے بیٹھے تو خدا جانے اوسوقت
کلبی اور واقدی وغیرہ کیونکر ثقہ اور معتمد بنائے گئے تھے اور وہ حدیث
جسکی صحت آپکے اصول سے ہرگز نہ ملی کیونکر صحیح مان لیے گئے اور
محض تفسیرون کی عبارت تبیین الکلام مین لکھکر کیونکر لکھدیا کہ توریت
حضرت عزیر نے جمع کی ہے اور وہی ابتک موجود ہے مین کیا کہون کہ
مجکو کیسی حیرت پیدا ہوتی ہے کہ اپنے واسطے تمام یہودیت و رومن
کیتھولکیت و کفر و شرک و ظلمت و ضلالت تقلید و اتباع اشخاص جائز الخطا
و عبادت معبودین باطلہ سارے لعن و طعن کے امور اچھے خاصے عمدہ
و قابل قبول و لائق استدلال و صدق محض صحیح و درست ٹھہرالیے جاتے ہین
اور اوسکے بعد کس منہ سے علماء اہل اسلام کو آپ گالیان سناتے ہین
ذرا تبیین الکلام کی جلد دوم کے صفحہ ۱۲ سے ۱۶ تک کو ملاحظہ فرمایئے
کہ آپ نے یہ دعوے کیا ہے کہ ہم مسلمانون کے یہان یہ ثابت ہے
کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے توریت کو از سر نو لکھا اور کچھ شبہہ نہین ہے
کہ یہ نسخے توریت کے جو اب پائے جاتے ہین اوسی کی نقل ہین جو حضرت
عزیر علیہ السلام نے لکھی تھی امام فخر الدین رازی صاحب اپنی تفسیر کبیر مین
ابن عباس سے روایت لکھتے ہین عن ابن عباس ان الیہود اضاعوا
التوراة وعملوا بغیر الحق فانساهم الله التوراة ونسخها الله من صدورهم فتضرع
عزیر الی الله وابتهل له فعاد حفظ التوراة الی قلبه فانذر قومه به
فلما جربوه وجدوه صادقا فقالوا ما تیسر هذا لعزیر الا انه
ابن الله وقال الکلبی قتل بخت نصر علماءهم فلم یبق فیهم احد

بحرف التوارة وقال السدی العمالقة قتلوهم فلم یبق منهم یعرف التورات
انتہی اب مین سوال کرتا ہون کہ جو حدیث تفسیر کبیر مین عن ابن عباسؓ
کر کے لکھی ہے اسے آپ نے کیونکر یقین کرلیا اور ابن عباس کا مجرد
قول کسطرح حجت ہوگیا اور یہودیون کی قصص پر کیسی اعتماد اگیا یہ معاملہ
تو نہایت احتیاط کا تھا کہ توراۃ موجودہ کتاب آسمانی بلا تحریف ہے یا نہین
سوا اوسکا کتاب آسمانی ہونا اوسی تفسیر کبیر کی عبارت پر اب یقین
کرلیا گیا کہ آپ نے دوسری جگہ یہ بھی فرمایا ہے کہ میرا مضبوط اعتقاد ہے
دوم فرمائیے کلبی کی نسبت اسماء الرجال مین کیا جرح موجود ہے اور وہ
کسی حدیث کا حوالہ بھی نہین دیتا ہے نہ سدی نے حوالہ دیا ہے پھر آپنے
کیونکر جزم ویقین کے ساتھ تسلیم کرلیا سوم کلبی کی عبارت مین یہ کہان
لکھا ہے کہ پھر حضرت عزیر کو اللہ تعالے نے یاد دلائی یہ جملہ ترجمہ مین
کس عبارت کا ہے چہارم واسطے قبول نکرنے احادیث کے جو قاعدہ
آپ نے مقرر کیا ہے وہ اب کہان جاتا رہا پنجم تفسیر کبیر مین تو اسیقدر ہے
کہ خدا نے عزیر کو توراۃ یاد دلادی مگر یہ نہین لکھا ہے کہ وہی توراۃ
بغیر تبدیل وتحریف کی یہ موجود ہے جسکا ہمارے زمانہ مین شیوع ہوا ہے
انکار تحریف لفظی کا عبارت مذکورہ مین کب لکھا ہے پھر آپ نے یہ جملہ
کیونکر تحریر فرمایا کہ یہ نسخے تورات کے جواب پائے جاتے ہین اوسی کی نقل
ہین جو حضرت عزیر علیہ السلام کی لکھی تھی براے خدا ذرا تو انصاف کیجیے
کہ واسطے نہ ماننے احادیث صحیحہ کے تو وہ غل اور شور مچادیا کہ کوئی حدیث
لائق یقین نہی مگر واسطے مضبوط اعتقاد قائم کرنے کے تورات پر تفسیر کبیر
وکلبی کا قول کافی سمجھا جاتا ہے اور حدیث ابن عباس کی ذرا بھی جانچ
پڑتال نکیگئی اب تو صاف معلوم ہوگیا کہ اپنی ہواے نفسانی کے واسطے
تفسیرون کی عبارت جنمین یہودیون کے قصے ہون اور حوالہ قول صحابی کا

قابل حجت ہو جاتا ہے مگر اہل اسلام کے واسطے جھوٹ موٹ کے
[illegible] مذہب کا انقلاب دینا منظور ہے دگر ہیچ اور اب
[illegible] آپ سے منظور ہے کہ آپ مقلد امام رازی اور کلبی
[illegible] نہیں ظاہر ہے کہ ہووے تو یہ ظلمت و ضلالت و کفر
و شرک کس واسطے [illegible] فرمایا اور اجماع امت محمدیہ صلعم تو آپ کے نزدیک
باطل ہے [illegible] سے بھی زیادہ یقین حاصل ہونا آپ نے
کیونکر تسلیم [illegible] سفہ جاہلیہ کا خود بھی دلائل و براہین
قطعیہ [illegible] آپ کا ایمان محض تقلیدی ہے اور حکماء جدیدہ کا
ہر قول [illegible] یا اجماع اونکا حجت ہے یا وہی
بات ہے [illegible] قبول نہیں کرنے دیتا اور اہل یورپ
اجماع [illegible] کر دل میں سما رہا ہے جو کچھ وہ
فرما دیں [illegible] کہ اونکے دلائل پر بھی عبور نہوا ہو یا مجملہ
[illegible] تو آپ [illegible] واسطے اقوال حکماء کی
اور ظلمت و ضلالت کے اختیار کرنے واسطے ہمارے ہاں اسقدر فرق ہے
کہ امت محمدی [illegible] سے اقوال پر سب کچھ یقین ہے
[illegible] هذا فلا اعتقاد مسافر خیر
جو کچھ ہو [illegible] سنت نبوی کا کوئی ذریعہ
نہیں [illegible] مگر ان کی راہیں حالانکہ [illegible] رواۃ
حدیث کی یا اجماع امت کا [illegible] جائز الخطا کا اور وہ قابل تسلیم
نہیں [illegible] نبوی صلعم کا تو ذکر ہی جانے دیجئے اب میں
پوچھتا ہوں [illegible] کا جزم و یقین کیونکر حاصل ہو سکتا ہے
کہ [illegible] روایت کرنیوالے یا اوسپر اجماع
کرنیوالے وہی لوگ ہیں [illegible] اور وجود اونکا قابل سہو و نسیان و خطا ہے

اور اجماع کوئی دلیل کے لائق نہین ہے نہ جمہور کے قول کا اعتبار ہے
کیونکہ اوسکا اتباع تعصب سمجھا گیا ہے اور ہر لفظ کا تواتر نہین بیان ہوگا
مگر اونہین علماء دین کی زبانون سے جو اکثر حدیث کو بھی صحیح سمجھے تھے
اور صحت کا بیان کرنا اونکا قابل اعتبار نہین ٹھہرایا گیا اور صحابہ تو خود ہی
غلطیون مین گرفتار تھے مدت العمر نہ سمجھے کہ آیتہ من وفدا سے استرقاق
حرام ہوگیا ہے برابر ارتکاب فعل حرام مین تمام صحابہ و اہل بیت و تابعین
و تبع تابعین کا اجماع چلا آتا ہی پھر ایسا اجماع جب معتمد نہ ٹھہرا بلکہ وہ مسلمانون
کے دو مہرے خدا و پیغمبر ٹھہرائے جاتے ہین تو اب قرآن مجید کی صحت پر
جزم و یقین کا حصول ہو اسکے واسطے کیا موقع باقی ہے جسقدر عبارات
ابطال اجماع امت و اتباع جمہور و ابطال صحت احادیث و اصول و فقہ وغیرہ
دینیات کے باب مین آپ نے لکھی ہین اور آزادی راے کا آرٹکل بھی تحریر
فرمایا ہے جو مسلمات و یقینیات مین مانع انکار کا نہین ہے سب کو پیش نظر
رکھکے اور مہربانی فرماکر تمام الفاظ قرآنی کی تصدیق و جزم و یقین کا طریقہ
بتا دیجیے ورنہ صاف فرما دیجیے کہ حدیث کی صحت سے انکار کرنا باوجود اقرار
صحت قرآن شریف کے مسلمانون کو ہماری طرف سے کلیتہ بد اعتقاد نہین
کرتا تھا لہذا بالفعل قرآن کی صحت کا اقرار بظاہر مناسب سمجھا گیا ہے ورنہ
جو فلسفی مزاج ہماری اصل غرض کو جانتے ہین وہ بخوبی پہچانتے ہین کہ ہمارا
اصول مقررہ کیا ہے اور اوس سے صحت کلام اللہ کی خود ہی نہ مانین گے
خصوصا جب کہ ہمنے قاعدہ کلیہ مقرر کر دیا ہے کہ علوم جدیدہ و نیچر کے خلاف
جو قول ہو نہ تو وہ خدا کا کلام ہے نہ رسول کا اور بالبداہتہ قرآن شریف مین
معجزات انبیا و نزول اشیاء غیر معمول خلاف نیچر کا بطور عذاب کے آسمان سے
مذکور ہے جو نیچر الہیات کے صریح خلاف ہے اور سات آسمان قابل انشقاق
و انفطار و گردش و عدم و وجود اور تمام کیفیت اونکی مذکور ہے جو پیغمبران یورپ

مسٹر ٹنڈل ہیکسلی ورسٹیلی وغیرہ کے خلاف ہے اور خالق کل شے کا دعوے
اوس علت العلل کا بیان ہوا ہے جو صرف ایک معلول اول مادہ
وجود عالم کی علت ہوسکتا ہے اور قیامت کے روز ٹوٹ جانا تمام انتظام
نیچر کا بیان ہوا ہے اور ایسی اشیا پر ایمان لانے کی تاکید ہے جنکا وجود
فی الخارج محسوس نہین ہے مثلاً صراط و میزان وجنت و نار وحور وقصور
وغیرہ اور استرقاق مین احکام نازل ہوے ہین اور قصہ آدم وابلیس و
ملائکہ کا ایسا بیان ہوا ہے کہ سواے تاویلات بے اصل واہیہ کے
صریح خلاف نیچر کے واقع ہے تو قول وفعل کی عدم مطابقت لازم آتی ہے
اور وہ کلام الٰہی کسی نیچرلسٹ کے نزدیک نہین ہوسکتا ہے باقی رہا یہ امر
کہ آپ زبردستی مسائل فلسفیہ منطقیہ ملا کر تاویل پر متوجہ ہوے ہین اور استرقاق
مین دلیل منطقی قائم کی گئی ہے اور بحث ابلیس مین قواے انسانی کا
قصہ پھیلایا گیا ہے اور افلاک مین تاویلات سخیفہ کرکے بغیر مجاز حقیقی
کے معنی اصلی معدوم کیے جاتے ہین جسقدر ذی علم ہین یا عقل و انصاف
سے دیکھنے والے ہین وہ خرافات ہونا ایسی تاویلات کا اب سمجھ لین گے
اور جب اس اصول کو دل مین جما لیا جاویگا کہ ہان اگر وہ تاویلات صحیح نہ ٹھہرین
تو قرآن کلام الٰہی نرہیگا تو وہ لوگ صاف کہدینگے کہ آپ کی اصل غرض اور
کچھ نہین ہے سواے اسکے کہ پہلے تو معقولات لامذہبون کے صحیح
مان لیے جاوین اور یہ اقرار کیا جاے کہ اگر وجود اس اعتراض کا مذہب
اسلام اور قرآن شریف مین پایا جاے تو مذمت باطل ہے اور قرآن کتاب
الٰہی نرہیگا بعدہ ایسی واہیات تاویل بیان کیجاے جس سے جاہل مسلمان
تو آپ کو حامی اسلام سمجھین اور معترضین و عقلا ہنستے ہنستے لوٹ لوٹ جاوین
اور دو حرف مین اوس تاویل کو باطل کر دکھاوین اوسکے بعد تو آپ کو بطلان
مذہب اسلام وکتاب اللہ کے سوا کچھ چارہ نرہے حالانکہ آپ کو یون نہ چاہیے تھا

کہ جو کچہ قرآن شریف مین ہے وہ قطعاً ویقیناً کلام الٰہی اور واقعی ہے
اگر فلاسفہ کا کوئی قول اوسکے خلاف ہے تو غالباً فلاسفہ مذکورین کی
تحقیق غلط ہے اور اونکو دھوکا ہوا ہے جیسا کہ ہمیشہ تجربہ سے ثابت
ہوتا رہا ہے کہ ایک زمانہ مین فلاسفہ نے کوئی بات مسلمات مین ٹھرالی
بعدہ وہ سب باطل قرار پائی تو بمقابلہ قرآن شریف کے اقوال عباد کا
اعتبار کلی کرلینا اور کلام الٰہی کو یا تو جھوٹا سمجھنا یا واہیات تاویلین کرنی
کیا ضرور ہین برعکس اسکے پہلے آپ اپنا یقین کامل اہل یوروپ کے اقوال پر
جماتے ہین اوسکے بعد جو قرآن شریف مین معنی پہناتے ہین اور کتاب
اللہ کو ہر زمانہ کے فلاسفہ کی راے کا تابع بناتے ہین ورنہ صاف ارشاد
ہوتا ہے کہ قرآن شریف باطل ہوگا وجہ اس ہمارے فساد عقیدہ کی
یہ ہوئی ہے کہ دل مین یہ بات جم گئی ہے کہ حکماء یوروپ جو کچہ فرماتی ہین
وہ سب صحیح اور ناقابل ابطال ہے پس جب دیکھا کہ حدیث نبوی
یا اصول فقہ یا مسائل فقہیہ یا اقوال علماء دین اوسکے خلاف ہین تو قطعاً
یہ امر طے کرلیا گیا کہ اونمین سے کسیکو مت مانو باقی رہا قرآن شریف
پھیر پھار کرکے معنے پہنانے جاؤ اور آم کو املی بتانے جاؤ کچہ نکچہ کہے جاؤ
صاف انکار کرنے سے انقطاع کلی مذہب اسلام سے ثابت ہوجایگا
اور پھر کوئی مسلمان ہمارے مذہب جدید وملت نیچریہ مین داخل نہوگا
جو حال نیچرل است صاحبون کا ہے کہ کوئی مسلمان کان لگا کر سنتا بھی
نہین ہے وہ ہی ہمارے مقولات کا ہوجایگا میرے نزدیک اسکی سوا
اور کوئی بات نہین ہے حمایت دین اسلام وخیر خواہی قومی کا مجرد دعوی
ہی دعوے ہے ورنہ انقلاب واستیصال دین اسلام وترویج ملت
جدیدہ کے سوا کچہ بھی مد نظر نہین ہے اب عقلاے اہل اسلام کو غور
کرنا چاہیے کہ بالفرض حضور والا طریق تحصیل معاش دنیوی سکھاتی ہین

عاقبت آخرت مین تو مستحق جہنم بناتے ہین پھر یہ کیا خیر خواہی قومی ہے
اس سے تو وہی لوگ بہتر ہین جو صاف اور صریح مذہب اسلام کے
مخالفت کا اقرار کرتے ہین کیونکہ اونکے دھوکے مین کوئی نہین آتا
مگر یہان سخت مغالطہ درپیش ہے کہ تمام اصول وفروع مذہب اسلام کا
استیصال کر رہے ہین اور پھر دعوے ہے کہ ہم تو حامی اسلام ہین
لامذہبون کے اعتراضات کو قبول کرکے انکار کرتے چلے جاتے ہین
کہ دین اسلام مین وہ بات ہی نہین ہے جسپر بنا ہے اعتراض ہے
ہان اگر وہ بات نکل آوے تو مذہب اسلام باطل ہے پھر جواب اعتراض کا
ایسا دیتے ہین جو ہر ایک ذی شعور سمجھتا ہے کہ محض بناوٹ ہے لامحالہ
ابطال مذہب اسلام کا کس خوبصورتی سے کر رہے ہین کہ دونون طرف
کی رضامندی ہو جاوے یہ نہین کرتے کہ جس اصول پر معترض کا اعتراض
ہے پہلے اوسی کو جانچین اور سوچین کہ وہ خود ہی واہیات ہے
پھر اوسکی بنا پر بمقابلہ کلام خدا و رسول کے کھڑا ہونا اور اپنے ہی گھر مین
آگ لگانا کیا ضرور ہے پہلے معترض اپنے اعتقادی مسئلہ کو بدیہی اور
یقینی کر دکھاوے تب اہل اسلام کے سامنے آوے اور تماشا یہ ہے
کہ اہل اسلام کو دھمکائے مارے ڈالتے ہین کہ علوم جدیدہ کے برخلاف
مسلمات اہل اسلام کے ہین اور علماء دین جواب دینے سے عاجز ہین
حالانکہ مین نہایت یقین سے کہتا ہون کہ کوئی مسئلہ علوم جدیدہ کا
جو بدیہی اور قطعی ہو ایسا نہین ہے جسکے خلاف قرآن شریف مین مذکور ہو
اور جو فلاسفہ جدیدہ خلاف قرآن شریف کے بیان کرتے ہین وہ اوسی
قسم کے مسائل ہین جنہین محض اٹکل اور قیاس دوڑاتے ہین بدیہی و
قطعی نہین کر دکھاتے ہین اور پھر اپنے تعصب و غرور و خودرائی سے
جسکا قول پاتے ہین اوسپر ہنستے ہین مگر ہمارے جناب عالی اونہین کو

یقینیات مین سمجھ رہے ہین لہذا مجھکو ضرور ہوا کہ مین یہ سوال کرون
کہ بسم اللہ علوم جدیدہ کا جو مسئلہ آپ کے نزدیک قطعی ہو اسہو اوسکو
آپ پیش کر کے ثابت کرتے جاوین اور ہماری کتاب و سنت و اجماع
امت سے مخالفت اوسکی دکھاتے جاوین اور ہم سے ہر ایک کا جواب
شافی لیتے جاوین طعن و تشنیع اور دھمکیون سے تو اہل اسلام نہین
ڈرے جاتے ہین فلاسفہ قدیمہ کی طرح آپ بھی فلاسفہ جدیدہ کی طرف سے
خم ٹھوک کر میدان مین تشریف لائیے اور خلافیات اہل اسلام کو بدیہی
کر دکھائیے ورنہ اس کہنے سے کیا کام نکلتا ہے کہ ائڈیشن و اسٹیل کا
اب کام نہین رہا مقدس لوتھر کی ضرورت ہے یعنی جسطرح لوتھر نے پرٹسٹنٹ
مذہب جاری کیا اوسی طرح ہم بھی مذہب جدید قائم کرنا چاہتے ہین کیونکہ
اہل یوروپ مذہب موجود اہل اسلام پر ہنستے ہین اسے حضرت اہل ادیان پر
ہمیشہ ملاحدہ و زنادقہ و کفار ہنستے رہے ہین حضرت نوح کے کشتی بنانے پر
اونکی قوم کیا ہنستی تھی ہمکو خدا و رسول کے سامنے عزت درکار ہے دین فروش
دنیا خر خدا و رسول کے دشمنون کا ہنسنا اور طنز و تعریض کرنا اونہین کو
گھبرا سکتا ہے جو نہ اپنے دین سے خبردار ہین نہ اونکے معتقدات کے
دلائل جانتے ہین بہر کیف آپ سے مین پہلے بھی شہاب ثاقب مین عرض
کر چکا ہون اور اب پھر عرض کرتا ہون کہ فلاسفہ کے علوم جدیدہ کا مسئلہ
برہان سے ثابت کر کے مخالفت اوسکی ہماری مسلمات سے دکھا کر آپ ہمکو
ممنون منت کرتے جاوین مین وعدہ قطعی کرتا ہون کہ انشاء اللہ جواب شافی
پیش کرونگا ورنہ اپنے مقتداؤن کی کوئی تصنیف کی ہوئی ایسی کتاب
بھیجدیجیے یا اوسکی عبارت لکھ دیجیے جسمین وہ ہی کام کیا ہو جو مین عرض
کر چکا ورنہ آپ بار بار اوہام و قیاسات فلاسفہ جدیدہ پر ہمکو الزام نہ دیجیے
اور گالیان نہ سنائیے اپنے اکابر دین و خاص و عام مومنین متقدمین

ومتاخرین کے شان مین آپکی گالیان سنتے سنتے میرا تو ناک مین دم ۱
آگیا ہے اسے حضور آپ یہ تو فرماوین کہ مقلدین کو سنت و فہم کی کیا
وجہ سے قطع نظر اسکے کہ علماء دین نے ضرور [illegible] تقلید کو [illegible] کتابون سے
ثابت کر دیا ہے اور آپ کے مقابلہ مین انکا جواب [illegible] سے کیونکہ
آپ صحابہ کی تو بات مانتے ہی نہین [illegible]
وحدیث کے معنی بدل دیئے یا حدیث کا انکار کر دیا تو [illegible]
مگر عقلی طور پر عرض کرتا ہون کہ ہر شخص تمام امت [illegible]
وسنت سے مسائل شرعیہ کا استخراج کر سکتا ہے لاچار کسی نہ کسی سے
پوچھے گا اوسیکا مقلد ہو جاویگا پھر جن لوگون نے بسبب قریب ہونے
زمانہ صحابہ کے موقع اجتہاد کا بھی اچھا پایا تھا اور وہ زمانہ کاملین کا تھا
اور کتاب وسنت سے استخراج مسائل کر کے ہمکو ہدایت کر گئے اور بعد
اونکے بھی تنقید و تصحیح ہوتے ہوتے کتب فقہیہ مرتب ہو گئین اور
بغیر اصول کے کسی علم مین کوئی فروعی مسئلہ قائم نہین ہو سکتا تھا تو
جب تک غلطی صریح اونکے اجتہاد مین نہ پائی جاوے تب تک تقلید مین
عقلاً کیا گناہ ہے اور ہر شخص پر تکلیف ما لا یطاق اجتہاد کرنے کی کیونکر
صحیح ٹھہرے گی غایت الامر آپ یون فرماوین کہ ہمکو ابو حنیفہ سے بھی
زیادہ تحقیق ہے اور اہل یورپ کی تقلید نے ہمکو ایسا عالم بنا دیا ہے
کہ دینیات اہل اسلام مین بھی کمال حاصل ہو گیا ہے اور ہم اختلاف
کرتے ہین خاص مسئلہ مین یا بالعموم مسائل مین تو ہم لوگ عالمانہ
طور پر آپ سے بحث کرینگے ظلمت وضلالت وکفر وشرک کا کیا موقع ہے
آپ یہ تو فرمائیے کہ قیاس یا اصول وغیرہ تو آپ کے نزدیک بدعت و
محدثات مین ہے پھر آپ نے جو منخنقہ کی حلت کا فتوی دیا ہے وہ
قیاس ہے یا کوئی دوسرا جانور ہے اور ہم طعام اہل کتاب کے

باب میں جو اسنے لکھی ہے وہ کیا ہے اور جس عنوان پر تقریر
کرتا ہم ہی ہے وہ برعایت کسی اصول کے ہے یا اٹکل سے جو جی چاہا ہے
فرما دیا ہے اسیکا نام اجتہاد و قیاس و رعایت اصول ہے تو کیا آپ
اقرار نکرینگے کہ جسقدر بعض بعض مقلدین و مجتہدین و علماء دین و کافہ
مسلمین پر طعنے کیا ہے اب ہمکو بڑا افسوس ہے کہ خود ہم بھی اوسی فعل کے
مرتکب ہیں غضب ہے خدا کا ہے کہ ائمہ اربعہ تو خدا و رسول و آثار صحابہ کا
اتباع کر کے اونکے احکام کو جمع کریں او تحقیق کر کے غلطی سے امت محمدیہ کو
نجات دیں اور آپ اونکو مسلمانوں کا خدا اور پیغمبر ٹھہراویں مگر خود بدولت بھی
وہی فعل کریں بلکہ اہل یوروپ کے ایڈیسن و اسمتھ اپنے پیغمبرون کا اتباع
کریں اور مادہ و وجود عالم کو مثل فلاسفہ کے خدا سمجھیں اور بغیر سمجھے بوجھے
ائمہ و مجتہدین و زاہدین و صوفیہ کرام کو گالیاں سنا دیں اور ہمارے فقہ
مسائل کو رسوم آبائی و مخترعات اور بدعات قرار دیں اور جب
کوئی شخص آپ کی خوشامد میں جنت کو رنڈیوں کا چکلا اور حوروں کو کسبیاں تحریر
کی لکھ بھیجے تو وہ سر آنکھوں پر رکھکر چھاپ دیں اوسکی نسبت کوئی کلمہ تردید کا
قلم سے نہ نکلے اور جب کوئی تحریر اپنے خلاف نظر آوے تو قیامت برپا
کرنے کو طیار ہیں کیا انصاف و تہذیب و متانت و طریقہ مناظرہ دینی
اسی کا نام ہے اور کیونکر الزام تقلید فلاسفہ سے اپنے تئین آپ بری
سمجھ سکتے ہیں اتباع اجماع امت محمدی یہی تقلید اجماع ملاحدہ بھی
آخر تقلید سے نجات نہیں ہوئی اب مجھکو ضرور ہے کہ آپ کے اون اعتراضات کا
جواب دوں جو بوکالت فلاسفہ مذہب اسلام پر آپ نے اپنی تحریرات میں
لکھی ہیں پہلا اعتراض یہ ہے کہ تمام کواکب ثوابت معلق ہیں فضائے بسیط میں
اور آسمان کا وجود نہیں ہے اور زمین متحرک ہے نہ ساکن دوسرا اعتراض
کسی وجود خارجی غیر محسوس کا تسلیم کرنا خلاف عقل ہے لہذا وجود ابلیس بھی

انکار کیا جاتا ہے تیسرا اعتراض استرقاق خلاف قانون فطرت کے ہے
یعنے نیچر کے چوتھا اعتراض ترتیب پیدا ہونے بچہ کی رحم مادر مین جسطرح
قرآن شریف مین مذکور ہے وہ علوم جدیدہ کی تحقیق کے خلاف ہے

تنبیہ ہرچند فلسفانہ اعتراضات مین خود مخاطب کو تقلیدی ایمان و
یقین ہے نہ کوئی دلیل دیکھی ہے نہ کسی مسئلہ کو قطعی کر دکھایا ہے مگر
نہایت اختصار کے ساتھ ہیئت جدیدہ کی بحث لکھنی مجکو مناسب معلوم ہوئی
اور نیچر کی بحث مین رسالہ علیحدہ مین نے لکھا ہے انشاء اللہ بعد معاودت
سفر حرمین شریفین کے اوسکو طبع کرؤنگا اس رسالہ مین زیادہ
لکھنے کی فرصت مجکو نہین ملی اعتراض اول کے جواب مین ہم کہتے ہین کہ ہمارے
نزدیک آیات قرآنی سے مطلق وجود سات آسمانون کا جو قابل انشقاق و
انفطار و گردش کے ہے ایسا صریح ثابت ہے کہ تاویل کی گنجایش نہین ہے
بلکہ وہ تاویل بمنزلہ تحریف معنوی کے ہے اور جب وجود سبع سموات کا
منصوص ہے تو وہ یقینی و قطعی سمجھا جایگا لامحالہ یقین زائل ہوگا جبتک
اوسی کے مثل یقین سے کوئی بات خلاف اوسکے ثابت نہ کیجاے
پس خدا کے کلام مقدس کے مقابلہ مین قیاسات و ظنیات فلاسفہ کا
پیش کرنا اور اونکو یقینی سمجھنا کسقدر تعصب و سخن پروری ہے
کوئی برہان قطعی ایسی نہین ہے کہ استحالہ عقلی واقع ہوتا ہو اور ضرورت
تاویل کی آیات بینات مین معلوم ہو اہل اسلام کا یہ طریقہ ہے کہ کلام الہی پر
یقین کرتے ہین اوسکے خلاف اقوال فلاسفہ جسقدر ہون اونکو دیکھتے ہین
کہ وہ محض اپنا قیاس لڑاتے ہین یا کوئی برہان قطعی دکھاتے ہین جب محض
قیاس پاتے ہین تو ضرورت تاویل کی آیات قرآنی مین نہین سمجھتے ہین
برعکس اسکے جناب والا کا یہ اعتقاد ہے کہ پہلے فلاسفہ کے اقوال پر ایمان
لاتے ہین وہ ایمان بھی محض تقلیدی جسکا نام خود ہی ظلمت و ضلالت رکھا ہے

اور فلاسفہ کے اقوال کو وحی آسمانی سے مقابلہ کرتے ہین اور مذہب سے بھی
زیادہ یقینی ٹھہرا کر دیکھتے ہین کہ قرآن شریف اوسکے خلاف ہی یا نہین
اگر حضرت اپنی راے مین خلاف پاتے ہین تو بغیر اسکے کہ اقوال فلاسفہ
کے دلائل و براہین بھی سمجھ لین اور اونکا ماخذ بھی دریافت کرین بے تکلف
ارشاد ہوتا ہے کہ یا تو قرآن شریف غلط ہے یا اوسکے منصوصات کو بدل دینا
واجب ہے دوم فرض کیا کہ تاویل کی ضرورت ہو مگر تاویل بھی ایسی
کرنی چاہیے جو الفاظ قرآنی سے مناسبت رکھتی ہو برعکس اسکے پھیلاؤ
یا بعد مجرد یا فضاے بسیط یا خلاء محض جس لفظ کے ساتھ چاہو تعبیر کرو
بہرکیف ایک غیر مجسم و عدیم الوجود شے کو فلک ٹھہراتے ہین حالانکہ نہ اوس
وسعت مختصہ پر سات آسمانون کا وہ بھی تو برتو اطلاق ہوسکتا ہے
نہ قابل رجعت و انشقاق و انفطار ہے نہ سقف مرفوع اوسکو کہہ سکتے ہین
نہ اس قابل ہے کہ اوسپر مضمون یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب وغیرہ
آیات کا صادق ہوسکے پھر ایسی تاویل سے کیا حاصل ہے سوم عقیدہ
دوم مین اور ایک دوسرے رسالہ مین بھی لکھ چکے ہین کہ دلائل منطقیہ
و فلسفیہ کو مذہب سے کیا واسطہ ہے پاے استدلالیان چوبین بود ؎
پاے چوبین سخت بے تمکین بود ؎ تو اب اپنے ہی قول پر خود کسواسطے
عمل نہین کرتے اور قول اور فعل کا مطابق کرنا جناب نیچر مآب کسواسطے
بھول گئے چہارم خود جناب عالی کے اقرار سے ہم ثابت کیے دیتے ہین
کہ افلاک کا وجود ہے اور خدا نے اونکو بترتیب پیدا کیا ہے اور افلاک
ماعدا ہوا اور ستارون کے ہین اس صورت مین نہ تو فضاے بسیط
ٹھہرینگے نہ کواکب نہ کرۂ ہوائی نہ ارتفاع محض چنانچہ عبارت تبیین الکلام
کے صفحہ ۵۲ سے نقل کرتا ہون وہی ہذہ جب عالم شہادت اوسنے
پیدا کرنا چاہا تو سب سے پہلے پانی پیدا کیا پھر اندھیرا پھر نور پھر ہوا

پھر آسمان پھر زمین پھر نباتات پھر سورج چاند ستارے پھر حیوانات
پھر حضرت انسان اور یہی مذہب عالم شہادت پیدا ہوتے ہین ہم مسلمانونکا
سے اتنے ملاحظہ اب خاکسار کا یہ سوال ہے کہ آپ تو مسلمانون مین اپنے تئین
داخل سمجھتے ہین پھر مذہب آپکا وہی ہونا چاہیے جسکا آپ نے اقرار کیا ہے
تو بہت کم ایسی بات پر باقی رہ گئی ہے اور آپ کے اقرار سے زیادہ کیا
ہم پیش کرین ہان یہ جواب اب دے سکتے ہین کہ اب ہمارا مذہب وہ ہوگیا ہے
جو سترلاکھ میمبران اور یورپ کا ہے اور ہمارے نزدیک فلاسفہ کا قول لائق
تقلید و یقین ہے اور ہمارا ایمان وہی ہے جو مسٹر گلیلیو و مسٹر نیوٹن
وغیرہ ہیئت دانون کا تھا توریت و انجیل و قرآن مین کچھ ہی کیون لکھا ہو
ہمکو کچھ مطلب نہین ہے تو بعد انکار مذہب اسلام سے بیشک مجکو بھی
آپ کے ساتھ فلسفیانہ گفتگو کرنی پڑے گی اور یہ ضرور تھا آپ تو یہ تکلیف
دونگا کہ جس ہیئت جدیدہ کے آپ مقلد ہین اوسکو براہین قاطعہ سے
ثابت کر دیجیے اور محض قول کسی حکیم کا یا کسی جماعت کا جو دین و ایمان سے
بے نصیب ہین قابل حجت نہوگا اور کیونکر ہوسکتا ہے کہ آپ مسلمانی
مذہب کا بھی دعوے کرین اور کسی عالم یا مفسر و محدث و امام کا قول نہ مانین
احادیث کو بھی قطعاً تسلیم نکرین اور پھر اپنے مقتدا اون کا قول پیش کر کے
ہمپر الزام قائم کرین ہمارے قرآن شریف کو باطل ٹھہراوین اب تو صرف
دلائل و براہین کا کام رہ گیا ہے نہ یہ کہ زید نے کیا کہا ہے اور عمر کا کیا
قول ہے مہربانی فرما کر وہ دلائل پیش کیجیے جو وجود افلاک مین استحالہ
عقلی ثابت کر دیتے ہین خیر ذرا غور کر کے اتنا تو دریافت کر لیجیے کہ ہیئت
جدیدہ کیونکر قائم ہوئی ہے اور اوسمین کسقدر اختلافات فلاسفہ کے
ہوتے چلے جاتے ہین اور اب تک وہ کونسا مسئلہ ہے جو طے ہو چکا ہے
اور صاف بتا دیجیے کہ آپ کے مقبولین و ائمہ دین جنکے آپ مقلد ہین

کہ نیوٹن جو ہیئت دان ہیں اور کس کے قول پر آپ کو جزم و یقین
حاصل ہو گیا ہے چونکہ میری دانست میں ابتک آپ شبہ میں پڑے ہیں
گرفتار ہیں جیسے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جو ہیئت اب ان دنوں میں ہے یونانی والی وہ
تمام فلاسفہ کا مقولہ ہے اور اوسمین افلاک کا ذکر نہیں ہے ہزار وجوہ
افلاک کا قطعاً باطل ہے مگر افسوس ہزار افسوس آپنے ہرگز دریافت
نہیں کیا کہ ہیئت کے مسائل میں کیا کیا خرابیاں و اختلافات ہوتے
چلے جاتے ہیں ہر وقت ردّ و بدل جاری ہے کوئی دیندار جو کلام الٰہی پر
ایمان رکھتا ہوگا ایسے اختلافات و اوہام فلاسفہ کا حال دیکھکر ضرور یہی
کہیگا کہ بعد چھوڑنے ایمان و قرآن کے جو مصیبت پیش نہ آوے وہ
غنیمت سمجھو بالجملہ اب میں بقدر ضرورت بعض کتب علم ہیئت سے کچھ نتائج
نکالکر پیش کرتا ہوں آپ بھی ذرا جی لگا کر سنیں فوراً دیکھتے ہی فیصلہ
کر دیں اور باتوں کی پرورش ہرگز نہ کیجاویں اور ملاحظہ فرماویں کہ اس ہیئت جدید
میں سوا اٹکل اور وہم دوڑانے کے کوئی مسئلہ ہی نہیں جو قطعی ہو چکا ہو تین
کتاب ہرشل صاحب اور ریونیل صاحب کی کتاب ہیئت کا جو ترجمہ پنڈت
اجودھیا پرشاد مدرس علوم انگریزی و راجپنڈت مدرس انگریزی نے کیا ہے
اور ۱۸۶۶ء میں طبع ہوا ہے اوسکی پانچویں فصل صفحہ ۱۴۱ کا خلاصہ
لکھتا ہوں متعلق نظام بطلیموسی تابعی کوپرنیکس کے سب صحیح صحیح
مسائل نسبت گردش ستاروں کے زمانہ قدیم سے معلوم تھی اور حکماء زمانہ
قدیم اونکو پیش کیا کرتے تھے پیتھے گورس جو کہ ۵۰۰ سال پیشتر عیسیٰ کے پیدا ہوا تھا
اس مسئلہ سے واقف تھا بلکہ وہ بھی موجد نہ تھا اور مصنفوں کی تصنیفات سے
اخذ کرتا تھا اوسکے شاگرد یہ تعلیم کرتے تھے کہ زمین اپنے محور پر اور گرد آفتاب کے
گردش کرتی ہے اور دمدار ستاروں کا وہی حال بتاتے تھے جو فی زمانہ
مروج ہے اور وہ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ ہر ستارہ ایک دنیا ہے جسمیں

مثل زمین کے ہوا اور پانی ہے اور قمر مین زیادہ خوبصورت حیوانات
نسبت زمین کے بستے ہین یہ مسائل ایسے خلاف عقل معلوم ہوتے تھے
کہ ترقی اونکی زمانہ قدیم مین ہوئی اور مایوس ہوکر حکماء قدیم نے جمہور کی
موافقت اختیار کی مگر اول اول ٹولومی نے اسیطرح کے مسائل ایجاد کیے
اور دلیل سے انکا استحکام دینا چاہا اوسنے مثل جاہلون کے یہ فرض کیا
کہ زمین بیحرکت مرکز کائنات مین مقیم ہے اور سیارے گرد اوسکے گردش
کرتے ہین اور اونکے اوپر ایک آسمان ہے جسمین کہ ثوابت جڑے ہوے ہین
اور بعد اوسکے عرش و کرسی ہے اور واسطے ثبوت مختلف حرکات کے
دوائر خارج المرکز بھی فرض کیے تھے اسلیے قولہ ٹائکو بری ہی نے ان
مسائل کی غلطیان دور کرنیکے لیے چاہا کہ ایک نیا نظام ایسا مقرر کرے
جس سے لوگ نفرت نکرین تب اوسنے بہت سے آلات طیار کرکے اجرام
فلکی کا مشاہدہ کیا اوسنے نظام پیتھے گورس کو پڑھکر اوسکی سادگی اور صحت
کی بہت تعریف کی مگر چونکہ وہ فقرات انجیل کے برخلاف تھے اوسکی مشتہر
کرنے مین سعی نہین کی گئی اور یہ چاہا کہ ایسا نظام مقرر کرے جو انجیل کے مطابق
بھی ہو اوسنے یہ فرض کیا کہ آفتاب مع سیارون کے سال بھر مین ایکمرتبہ
گرد زمین کے گردش کرتا ہے اور تمام سیارے موافق اپنی اپنی حرکات
کے گرد آفتاب کے مختلف زمانہ مین دورہ ختم کرتے ہین اوسکے تجربیات سے
ہیئت دانون کو بڑا فائدہ حاصل ہوا چنانچہ اوسکی یہ ایجاد ہے کہ اوسنے
انحراف شعاعون کا ہوا مین دریافت کیا اور بصحت تمام مقام بہت سے
ثوابت کا جو سابقین کو معلوم نہ تھا دریافت کیا اور اوسی نے یہ بات
ثابت کی کہ چاند سے دمدار سیتارے بہت بلند ہین گو راے حکما کی
اوسکے خلاف تھی اور اوسی کے تجربیات سے مسائل حرکات سیتارون کی
مرتب ہوے بعدہ انقلاب سلطنت سے باوجود ترقی پر پہونچنے کے

علم ہیئت پیتھے گورس کو پھر تنزل ہوا اور نظام شمسی بالکل فراموش ہو گیا بعدہ کوپرنیکس نے نظام پیتھے گورس کو صحیح تصور کرکے ۱۵۴۳ء مین مع دلیلون کے پھر مشتہر کیا اور چونکہ یوروپ مین جہالت کا زور تھا اوسکی طرف لوگ کم متوجہ ہوے اور جن حکیمون کے خلاف اوسکے مسلمات تھے وہ بھی دق کرنے لگے پھر بھی وہ گردش زمین کی متعلق اپنی تالیف مشتہر کرنے سے باز نرہا ۷۶ سال کے بعد اوسکی کتاب چھاپہ کی گئی اوس زمانہ سے ابتک دلائل اوسکے استحکام مین چلے آتے ہین اور باوجودیکہ مسئلہ گردش زمین کا برخلاف شہادت حواس خمسہ کے ہے اور حکیم ارسطو برخلاف اوسکے تعلیم کرتا تھا مگر پھر بھی وہ مسئلہ مشتہر ہو کر تمام دنیا مین پھیل گیا سولہوین صدی کے آخر اور شروع سترہوین مین کیپلر اور گلیلیو نے ان مسائل کو مشتہر کر دیا اور بذریعہ دوربینون کے بہت سی نئی باتین نکالین زہرہ کو دوربین سے دیکھا کہ وہ مثل چاند کے گھٹتا بڑھتا ہے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ آفتاب کے گرد گردش کرتا ہے اوسنے آفتاب کی سطح پر سیاہ داغون کو متحرک پاکر یہ تحقیق کیا کہ وہ اپنے محور پر حرکت کرتا ہے اور اسی باعث سے گردش زمین کے محور پر بہت قابل یقین ہوئی مشتری کے گرد چار چاند کی گردش دیکھکر تصور کیا کہ قمر بھی گرد زمین کے گردش کرتا ہوگا اور اوسنے پہاڑ اور گھاٹیان قمر مین دریافت کین اور علم ہیئت نے ایک نئی صورت پکڑی دیسکاٹیر اور کوسینڈیس کیسینی اور نیوٹن صاحب نے اس علم کی ترقی کے لیے بڑی جدوجہد کی اور خاص نیوٹن صاحب نے نظام کوپرنیکس کو علم ریاضی سے اسطرح مستحکم کیا کہ کوئی اوسکو کبھی رد نہین کر سکیگا جب تک دنیا قائم رہیگی وہ ہی جاری رہیگا انتہے مختصراً اب تو معلوم ہو گیا کہ کوپرنیکس اور نیوٹن کے اقوال پر اس ہیئت جدیدہ کا اعتبار ہے اور طریقہ استخراج مسائل کا بھی قیاسات بعیدہ اور مماثلت و مناسبت غیر ضروریہ کے ساتھ

واضح ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمیشہ یہ مسائل مختلف فیہا چلی آئی ہین
باقی رہا یہ دعوے ہرشل صاحب کا کہ جب تک دنیا قائم رہیگی یہی مسائل قائم
رہینگے محض جھوٹی پیشین گوئی ہے جو بہت جلد معلوم ہوئی جاتی ہے
ہم ایک دوسری ہیئت کا بھی ذکر کرتے ہین جو مثل ہیئت نیوٹن صاحب کے
خیال کیا گیا تھا یعنی مسٹر ڈسکارتیز نے ایک ہیئت ایجاد کی تھی اور اوسنے
مادہ وجود عالم کو ناقابل فنا و ازلی و ابدی اور جمع ہو جانا انتظام عالم کا اتفاقات
سے قرار دیا تھا اور خلا محال فرض کرتا تھا ہرشل صاحب لکھتے ہین یہ مسائل
وقت ایجاد سے اکثر بدلتے رہے اور مختلف طور پر فرض کیے گئے اور قریب
سو برس کے گذرے کہ بہت سے ذہین اور فہیم شخصون نے اوسکے مقرر کرنیکے
واسطے جد و جہد کی الخ ذرا غور کرنا چاہیے کہ جس زمانہ مین یہ ہیئت ڈسکارتیز
کی ایجاد ہوئی تھی اور بڑے بڑے ذہین و فہیم اوسکی ترویج کر رہے تھے
تو کیا اوس وقت مین اوسکا بھی ویسا ہی اعتقاد ہمارے جناب مخاطب کو
ہو جاتا جیسا نیوٹن کی ہیئت کی نسبت ہے اور خدا جانے قرآن شریف
کے معنے کیا کیا تصنیف کیے جاتے بلکہ مین گمان کرتا ہون کہ شاید
[illegible] رہے ہین اوس ہیئت کی زمانہ مین جاری دیکھکر اور نیوٹن کی ہیئت کی
زمانہ مین بھی شائع پاکر کچھ تردد مین حضور والا کی طبیعت ضرور پڑ گئی ہے خدا
خیر کرے اب تو ہر زمانہ کی ہیئت تراشون کی راے پر قرآن شریف کے
معنے بدلے جانے ٹھہرے ہین سو آگے چلکر ہیئت جدیدہ مسلمہ نیوٹن جناب
کا بھی حال کھلا جاتا ہے فانتظروا انی معکم من المنتظرین ایک اور ڈھکوسلا
ہیچ کا سن لیجیے کہ بقول ہرشل صاحب کے مسٹر لیبنس کو مخالفت ہے
نیوٹن سے وہ کہتا ہے کہ انتظام عالم سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ وہ
موافق اون اصولون کے ہو جو کہ حرکت مادہ سے متعلق ہین یا بموجب
قواعد علم آلات کے ہو وغیر ذلک من الاوہام اب ذرا ہیئت مسلمہ نیوٹن

وہار نیکس کے استخراج مسائل کا تماشا دیکھیے کہ تقلیدی ایمان لانے والے
جسپر یقین کر رہے ہین ہرشل صاحب کہتے ہین کہ ہیوجن صاحب جو نہایت
مشہور شخص ہے یہ خیال کرتا ہے کہ کائنات مین ایسے ثوابت بھی ہین
جنکی روشنی باوجود رفتار ۲۰ لاکھ میل فی سکنڈ کے زمانہ ابتداء مخلوقات
سے ابتک ہم تک نہین پہونچی ہے بلفظہ انصاف کیجیے کہ یہ مسئلہ کیونکر
قطعی سمجھا جائیگا اور کیا دلیل اسپر قائم ہو سکتی ہے نہ تو دوربینوں سے وہ
ثوابت نظر آتے ہین نہ فی سکنڈ ۲۰ لاکھ میل اونکی بھی روشنی کے چلنے کا
کوئی ثبوت ہے اور ہرشل صاحب کہتے ہین کہ حال زمین کا دیکھکر خیال
آتا ہے کہ ثوابت مین بھی اجسام ذی روح ہونگے اگرچہ ہم سے مختلف الوجود
ہونگے اور گو مخلوقات مین بہت سا اختلاف پایا جاتا ہے مگر اونمین ایک طرح
کی مشابہت پائی جاتی ہے اور ایک ہی غرض سب سے دریافت ہوتی ہے
بلفظہ **اقول** اگر رجماً بالغیب اسی قسم کے دلائل سے مسائل قائم کیے جاوین
تو جسکے جی مین جو کچھ آئے قائم کر سکتا ہے اوسپر طرہ یہ ہے کہ ہرشل صاحب
کہتے ہین کہ وہ بھی اپنے سیارون کو روشنی دیتے ہونگے اور نباتات کے
نشو و نما کو مدد کرتے ہونگے بلفظہ **اقول** وجود نباتات کا ثوابت مین [illegible]
سواے وہم و خیال کے کس برہان سے مانا جاتا ہے دوربینون کی تو
یہ کیفیت ہے کہ بقول ہرشل صاحب کے سب سے قریب ثوابت مین سے
سرس ہے اور درجۂ اول مین داخل ہے پھر بھی فاصلہ درمیان زمین اور
اوسکے اسقدر واقع ہے کہ باوجودیکہ زمین اپنے مدار مین ساڑھے نو کروڑ
میل آفتاب سے قریب آجاتی ہے تب بھی اوسکی مقدار مین ذرا بھی
تفاوت محسوس نہین ہوتا ہرشل صاحب لکھتے ہین کہ جسوقت کوئی
سیارہ نہایت نزدیک آفتاب کے آتا ہے تو اوسوقت اوسکی کشش
نہایت زیادہ ہو جاتی ہے تو ضرور ہے کہ وہ سیارہ سبب تاثیر آفتاب

گر پڑے لیکن ہم کہتے ہین کہ اس نزدیکی سے سیارہ ہٹنا شروع کرتا ہے اور جتنے فاصلہ پر پہلے تھا وہین چلا جاتا ہے یعنے اپنے مدار پر پھر گھومتا ہے **اقول** یہ تقریر ہرشل صاحب کی مخدوش ہے کیونکہ اگر زور متنفر المرکز اوس سیارہ مین اسقدر قوی ہوتا ہے کہ پھر اپنے مدار مین چلا جاتا ہے اور قوت جاذبہ شمسی پر غالب آتا ہے تو ضرور ہے کہ جس وقت وہ سیارہ بہت دور تھا اور قوت جاذبہ شمسی نہایت کمزور تھی اور سیارہ کی قوت متنفر المرکز نہایت قوی تھی وہ سیارہ ہرگز قریب آفتاب کے نہ آتا نہ آفتاب اوسکو کھینچ بلاتا دوم وقت معاودت کے جو قوت جاذبہ شمسی بیکار ہو چکی تھی پھر اوسکے کھینچنے پر قدرت نہ پاتی نہ وہ خود میل آفتاب کی طرف کرتا سوم قوت جاذبہ ہمیشہ سیدھا کھینچتی ہے کوئی وجہ نہین ہے کہ باوجود مغلوب ہونے قوت متنفر المرکز کے کوئی سیارہ کروی مدار مین دائرہ بناتا اور جب دائرہ بناتا تو زور متنفر المرکز ہرگز مساوی نہین رہسکتا ہے نہ قوت جاذبہ مساوی ہو سکتی ہے کیونکہ قوت جاذبہ شمسی جسقدر اوسکے وسط مین ہے ہرگز اوسکے کنارون مین نہین ہے اور بالفرض کنارون مین بھی ہو مگر قوت جاذبہ مستقیم ہونے کی وجہ سے ہرگز دائرہ نہ بنانے دے گی چہارم کیا ثبوت ہے کہ قوت متنفر المرکز و قوت ہاربہ کوکب و قوت جاذبہ شمسی سب برابر اور موافق ہین اور اگر بالفرض برابر یا موافق ہین تو بڑا زاویہ بناتے بناتے چھوٹا چھوٹا زاویہ بنانا اور قریب آفتاب کے آنا اور پھر غیر منتظم حرکت کے ساتھ پلٹ جانا متعذر ہوگا وغیرہ ذالک من الایرادات اب ہم یہ سوال کرتے ہین کہ بڑا دارومدار علم ہیئت کا اس امر پر ہے کہ آفتاب اور زمین مین کسقدر بعد واقع ہے اور اوسی پر قیاس کرتے کرتے تمام قاعدے کشش کے اور روشنی کے رفتار کی مرتب کرکے نظام شمسی درست کیا جاتا ہے مگر ہم دیکھتے ہین

کہ آج تک یہ امر بھی طے نہین ہوا ہے کہ کسقدر بُعد واقعی ہے ایک فہرست اختلافات معتقدات ہیئت دانون کی ہم لکھتے ہین اوسکو دیکھہ لیجیے اور خیال کیجیے کہ کون عاقل اوسکو یقینی کہہ سکتا ہے فہرست یہ ہے

ہیپارکس صاحب	١٥٨٦ میل
پوسے ڈونیس صاحب	١٣١٤١
ٹالومی صاحب	١٢١٠
البٹی ٹیگنیس صاحب	٧٩٣٦
کوپرنیکس صاحب	٩٤٢
کیپلر صاحب	٣٤٣٨
رسلیس صاحب	٧٦٠٠
نیوٹن صاحب	قریب ١٥٠٠٠
دیگر ہیئت دانونکا قول	٢١٠٠٠
ہرشل صاحب	٢٣٩٨٤
وزئیر	قریب ٢٢٩٨٤

یہ فہرست صفحہ ۲۳ کتاب علم ہیئت مصنفہ آر جی مارلین صاحب سے
نقل کی گئی ہے **اقول** افسوس ہے کہ ابتک ہیئت جدیدہ کی
تحقیقات کو ہمارے جناب مخاطب قطعی سمجھ رہے ہین اور قرآن شریف
کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا ہے حالانکہ اوسکے مسائل مین اقل قلیل
ایسے ہین جو قطعی ٹھہرائے جاوین اور اوسقدر نہ قرآن شریف کے
خلاف ہین نہ احادیث صحیحہ کے اب ہم کتاب آر جی مارلین صاحب سے
ایک خط نیوٹن صاحب کا مضمون لکھتے ہین جو اوسنے بنام ڈاکٹر
بنٹلی صاحب کے لکھا ہے اور صفحہ ۱۶ کتاب مذکور مین مندرج ہے کہ
نیوٹن بنٹلی کو لکھتا ہے کہ آپ نے فاصلہ آفتاب کا سات ہزار گونہ زمین
کے قطر کا قرار دیا ہے اور فلیمسٹیڈ اور کیسینی نے بیس ہزار گونہ مین
خیال کرتا ہون کہ دونون حساب درست ہین آپ کو کچھ بدلنے کی ضرورت
نہین ہے فقط مسٹر مارلیس صاحب اس خط کو نقل کرکے لکھتا ہے
نیوٹن صاحب بنٹلی صاحب سے کہتے ہین کہ فاصلہ آفتاب کا دو کرور
اسی لاکھ میل خواہ آٹھ کرور چالیس لاکھ میل ہے پھر بھی دونون کو
یکسان ٹھہراتے ہین اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اونکی رائے مین
پانچ کرور ساٹھ لاکھ کا فرق کسی حساب وشمار ہی مین نہین ہے انتہی **اقول**
اے عقلاے عالم اس نیوٹن کی بے پروائی اور خود رائی کا تماشا
دیکھیے کہ اسقدر فرق کثیر حساب مین اوسکے نزدیک ثابت ہوا اب بھی
وہ ہیئت جدیدہ کی صحت پر دعوے کرتا جاتا ہے جب ایک نیر اعظم
کے حساب مین اسقدر بطلان اوسکی تحقیق کا ظاہر ہوگیا تو دیگر سیارات
کے حساب مین کیا حال ہوگا فتدبر ولا تکن من الغافلین الحمد للہ
کہ جس نیوٹن کی تحقیقات پر ہمارے حضرت مخاطب ہیئت جدیدہ پر
مذہب سے بھی زیادہ یقین رکھتے ہین اوسکی قلعی کھل گئی اور گلیلیو کا

بھی ایک خط کتاب اول علم ہئیت مولفہ جمس صاحب مین موجود ہی
جو بنام ولسیر صاحب کے اونسنے لکھا ہے اور اوسکی نقل رسالہ شہاب ثاقب
مین بخط انگریزی ہم لکھہ چکے ہین اوسکی تھوڑی سی عبارت پھر یاد دلائی
جاتی ہے وہ لکھتا ہے کہ یا یہ ہئیت محض وہمی و فریبی تھی جو ایک دوربین
کے شیشون نے مجکو اور دوسرے کو جنہین مین نے دکھا تھا دھوکے
مین رکھا ہے اب شاید وہ وقت آپہونچا کہ جو لوگ تجربات جدیدکو
محض مغالطہ اور غیر ممکن الوجود ثابت کرنے مین کوشش کرتے ہین
اونکی سوکھی ہوئی امید پھر تازہ ہوجاے ایسی حیرت انگیز اور غیر متوقع
حالت مین اب مین کیا کہون تنگی فرصت و غیر متوقع واقعہ اور ضعف
فہم اور خوف غلطی نے مجکو سخت گھبرادیا ہے انتہی سبحان اللہ
جو لوگ موجد یا بانی و حامی و کاملین ہئیت جدیدہ کے ہین اونکا تو
یہ حال ہے کہ خود ہی اطمینان نہین رکھتے ہین اور فاصلہ ستارونکا
بلکہ آفتاب کا بھی زمین سے تحقیق نہین کرپایا مگر حضرت اعلے قرآن شریف
سے بھی زیادہ اونپر ایمان لانے کو طیار ہوگئے ہین اب مجکو یہ خیال
ہوتا ہے کہ جب حضرت مخاطب سمجھ لینگے کہ دوربین سے کسی شی نہایت
شفاف کا نظر نہ آنا خصوصاً بعد کثیر کی وجہ سے خلاف عقل نہین ہے
اور شیشے دوربین کے ابتک موجودات کرہ قمر کے استدراک مین بھی
قاصر ہین اور بہت ضروریات علم ہئیت کی نظر آنے مین قابل یقین نہین
تو دوربین سے نظر نہ آنا افلاک کا مستلزم انکار وجود افلاک کا نہوگا
اور کوئی استحالہ عقلی کسی دلیل قطعی سے وجود افلاک پر قائم نہوسکیگا
تب مجبور ہوکر پرورش بات کی نہ چھوڑینگے اور تمام علم ہئیت کو غربال
کرکے کوئی دوسری دلیل تلاش کرینگے جس سے وجود سبع سموات
طباقاً کا قطعاً باطل ٹھہر جاے میری دانست مین انشاء اللہ کوئی برہان

نہ ملیگی نہ کسی طرح کی سند المنع ہاتہ آئے گی ہان غلطی سے یہ خیال کرینگی
کہ اگر افلاک کا وجود ہوتا تو دُم دار ستارے اونمین ٹکر کھاتے اور
پاش پاش ہوجاتے اس شبہہ کا بھی ہم متعدد طریق سے جواب دیتے ہین
اولاً ہرشل صاحب لکھتے ہین بسبب اسکے کہ دُم دار ستارون کی شکل
عجیب ہوتی ہین اور اونکی حرکت تیز اور ظاہرا بے قاعدہ ہوتی ہے اور
وہ یکایک نمودار ہوتی ہین اور اونکا قد بھی اکثر بڑا ہوتا ہے تو ہر زمانہ ہین
لوگ اونکو مشاہدہ کرتے آئے ہین گو اب ہمنے یہ بات دریافت کری ہے
کہ دُم دار ستارون کے لیے حرکات بے قاعدہ نہین اور اونکی حرکات
کے باب مین بھی قواعد جاری ہوسکتے ہین جو اور ستارون سے متعلق ہین
پھر بھی ہمکو ماہیت اس قسم کے سیارون کی ابتک معلوم نہین ہوئی ہر
اور یہ بات بھی تحقیق نہین ہوئی ہے کہ نظام شمسی مین اونکے وجود سے
کیا کام نکلتا ہے ابتک معقول باعث اون دمدار ستارون کا معلوم نہوا
بلکہ کوئی ایسی بات بھی معلوم نہین ہوئی جو کہ قریب قریب یہ سچ کی معلوم ہو بلفظہ
اب غور کرنا چاہیے کہ جب کوئی سچی بات اونکی نسبت معلوم نہین ہوئی ہی
تو اونکی نسبت کوئی قطعی دورہ کا قاعدہ کہان سے تسلیم کیا جایگا
اور وہ کیونکر افلاک مین ضرور تا ٹکر کھایگا ثانیاً ہرشل صاحب کی
تحقیق یہ ہے کہ دمدار ستارے مجموعہ بخارات شفاف کے ہین چنانچہ
وہ کہتے ہین اکثر جب بہت اچھی دوربین کو طرف دمدار سیارون کی
پھیرا ہے اور مشاہدہ کیا ہے تو دریافت ہوا ہے کہ دمدار سیارے
فقط مجموعہ بخارات شفاف کے ہین بلفظہ تو ایسے شفاف بخارات
جو منتشر اور معدوم اور منقطع بھی ہوجاتے ہین اونکے ٹکر کھانے یا نہ کھانے
سے افلاک کو کیا نقصان ہے کیونکہ ہرشل صاحب یہ بھی لکھتے ہین کہ
اونکی حرکات نہایت بے قاعدہ ہین بعض اوقات دمدار سیارے

فقط چند روز کے واسطے نظر آتے ہین بعدہ غائب ہو جاتے ہین
اور بعض اوقات مہینون نظر آتے ہین بعض اونمین سے نہایت
آہستہ حرکت کرتے ہین اور بعض نہایت تیز رفتاری سے اکثر مختلف
مقامون پر مختلف رفتار رکھتے ہین کسی جگہ وہ نہایت آہستہ چلتا ہے
کسی جگہ بہت تیز چلتا ہے بعض دمدار سیارے سیدھے ایک سمت
مین چلے جاتے ہین اور پھر اولٹ کر اوسی راستہ پر آتے ہین جہان سے
گئے تھے اور بعض نہایت بے قاعدہ مدار رسم کرتے ہین یہ بات نہین ہے
کہ دمدار سیارے کسی خاص جزو فلک پر ہمیشہ حرکت کرتے رہتے ہون
بلکہ وہ ہر جگہ آسمان پر مختلف اوقات پر حرکت کرتے ہین جسقدر کہ تغیرات
اون سیارون کی رفتار مین ہوتے ہین اوسیقدر اونکی صورت اور قد
وقامت مین بھی ہوتی ہین الے قولہ اونکی دم کے پیدا ہونیکا باعث
آفتاب کی کرنین ہوتی ہین کہ اونکے اثر سے دم پیدا ہو جاتی ہے
جسقدر آفتاب سے دور جاتے ہین اونکی دم اور روشنی گھٹتی جاتی ہے
بلکہ بالکل نظر سے غائب ہو جاتے ہین انتہی **اقول** جب یہ حال ہے
تو افلاک مین ٹکر کھانے کی کیا ضرورت ہے اور ہٹ کر نکل جانا کیونکر
خلاف امکان ہے اور اونکا معدوم ہو جانا یا گھٹ جانا یا متغیر ہو جانا
کیا محال ہے چنانچہ ہرشل صاحب ایک دمدار سیارے کے حال مین
لکھتے ہین یہانتک سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو آخر کو یہ دمدار سیارہ
آفتاب مین گر پڑیگا یا قبل از پہونچنے آفتاب تک وہ خود زائل ہو جائیگا
کیونکہ ہر دفعہ کہ وہ نمودار ہوتا ہے اوسکا قد وقامت بہ نسبت سابق
کے کم مشاہدہ کیا جاتا ہے اور اس سے یہ غالب معلوم ہوتا ہے کہ
چند مدت مین وہ بالکل زائل ہو جائیگا ملفظہ **ثالثاً** اس سے یہ بھی ثابت ہے
کہ کشش اور سیارون کی اصلی مدارون سے دمدار سیارون کو ہٹا دیتی ہے

چنانچہ ہرشل صاحب لکھتے ہین جب دُمدار سیارے اپنے مدارون مین
گردش کرتے ہین تو وہ اثناے گردش مین قریب سیارون عام نظام
شمسی کے آتے ہین اور کشش اون سیارون کی اونکو اپنے اصلی
مدارون سے ہٹا دیتی ہے اور اس باعث سے صورت مدارون دُمدار
سیارون کی بدل جاتی ہے کچہ خدا کی قدرت ایسی ہے کہ مشتری
اور اوسکے چاند دمدار سیارون کی حرکت اصلی کے بہت حارج ہوتی ہین
چنانچہ سنہ ۱۷۷۰ء مین جو دمدار سیارہ نمودار ہوا تھا وہ پھر بھی نمودار ہوا چاہتا تھا
مگر جب مشتری کے قریب پہونچا تو وہ اوسکے چاندون مین اولجہ گیا الخ
مختصر اقول جب یہ حال ہے تو ٹکر کھانا دُمدار ستارون کا افلاک مین اور
مدار معین سطے کرنا اونکا ضروری نرہا البتہ ہم یہ بات کسی دلیل سے
صحیح نہین پاتے ہین کہ جسقدر دُمدار ستارے ہین وہ آفتاب ہی سے
پیدا ہوتے ہین اور اوسی مین پھر ملجاتے ہین اور یہ مسئلہ ابتک متفق علیہ
ہیئت دانون کا بھی نہین ہوا ہے بعض اشخاص نے اپنے قیاس سے
ایسا گمان کیا ہے مگر برہان سے ثبوت نہین دیا ہے بلکہ ابتک اسی مین
متردد ہین کہ دُم اونکی کہان سے آتی ہے اور کیونکر پیدا ہوتی ہے
اور کمی بیشی کی وجہ صحیح کیا ہے ہرشل صاحب لکھتے ہین کہ نیوٹن صاحب نے
دریافت کیا تھا کہ دُم اوس بڑے دُمدار سیارے کی جو ۱۶۸۰ء مین
نہایت قریب آفتاب سے نمودار ہوا تھا ......۷ میل کی تھی اور
فقط دو دن مین وہ سیارے سے پیدا ہوگئی تھی اور اس سے یہ قطعی
معلوم ہوتا ہے کہ یہ دُم بسبب کسی قوت سخت کے یکایک پیدا
ہو جاتی ہے الی قولہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب ہی مین سے ہے بلفظہ
اور دوسرا دمدار سیارہ جو سنہ ۱۷۶۹ء مین نمودار ہوا اوسکی نسبت
نیوٹن صاحب لکھتے ہین ع یہ بات خیال مین نہین آتی کہ کسطور سے ۲۰

اپنے دور کے پھیلے ہوئے مادہ کو ضعیف کشش دمدار سیارون کی پھر اکٹھا کر لیتی ہے اور کم ہونا دُم کا اکثر مشاہدہ کیا گیا ہے بلفظہ **اقول** اب جزم و یقین کے ساتھ یہ کہنا کہ دمدار ستارے جسقدر نمودار ہوتے ہین وہ آفتاب ہی سے پیدا ہوتے ہین مکابرہ و تحکم محض ٹھہریگا
اب ہمکو یہ بھی بیان کرنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ قاعدہ رفتار روشنی کا بھی محض وہمی ہے ہرگز قطعی اور متفق علیہ نہین ہے نہ کسی اصول صحیح پر مبنی ہے مشتری کے چاند کا گہن صاف ہونیکا جو وقت حکیم رامی روبر نے سمجھا تھا اور اوس سے جسقدر مدت کے بعد روشنی نظر آئی اوسی عرصہ کو اوسنے قاعدہ رفتار روشنی کا سمجھ لیا تھا چنانچہ اوس حکیم کا وہ ذکر لکھنے کے بعد ہرشل صاحب لکھتے ہین + اور یہان سے اوسنے یہ وہم کیا کہ شاید روشنی بھی واسطے طے کرنے فاصلون دراز کے کچھ عرصہ چاہتی ہو پس اس حکیم نے یہ فرض کرکے کہ روشنی کچھ عرصہ طے کرنے فاصلون کا لیتی ہے حساب سے یہ بات ثابت کردی کہ رفتار روشنی کی فی سکنڈ ۰۰۰۰۱۹۱ میل ہے مگر مسٹر بریڈلی صاحب کے نزدیک اوسکے خلاف مقدار قرار پائی ہے **اقول** ابتو کچھ شک نرہا کہ قاعدہ رفتار روشنی کا محض وہمی و خیالی ہے حالانکہ اوسی پر مدار تمام قواعد استدراک قرب و بعد کواکب کا رکھا گیا ہے اور ابتک خدشات ذیل کا جواب شافی میسر نہین آیا خدشۂ اول یہ ہے جائز ہے کہ چاند مشتری کے گہن شروع ہونے اور رفع ہونے کی وقت مین اوس موجد اول کو غلطی واقع ہوئی ہو کیونکہ زمین کے چاند پر قیاس کیا تھا اور حساب مین غلطی کا ہونا قابل انکار نہین ہو سکتا اور زمین کے چاند کا قیاس خواہ مخواہ مشتری کے چاندون پر کر لینا اور مطابقت کلی سمجھنا محض تحکم ہے خدشۂ دوم یہ ہے کہ دوربین کے شیشے کی غلطی ہو سکتی ہے

اور فہم کی بھی غلطی ممکن ہے خدشۂ سوم یہ ہے کہ پہونچنا روشنی
ہر ستارہ کا ایک ہی ستارہ یعنے مشتری کی روشنی پر قیاس کرلینا
قطعی دلیل نہین ہے بلکہ اقسام روشنی و قوت نفوذ و خاصیت ستارہ پر
تفاوت ہوسکتا ہے خدشۂ چہارم روشنی کا منتقل ہونا اور آنکھہ مین
دیکھنے والے کے پہونچنا اوسکے عکس کا منحصر ہے اس امر پر کہ کرۂ ہوائی
جو باعث انتشار و مانع انعکاس کسیقدر ہوتا ہے وہ ہر وقت یکسان ہو
حالانکہ یہ امر نہ اختیاری ہے نہ اوسکا کوئی حساب مقرر ہے بلکہ
محال عادی ہے تو ہر ستارہ کا اوسی حساب پر فاصلہ معین کرنا متعذر ہے
خدشۂ پنجم یہ ہے کہ روشنی کا پہونچنا بلا واسطہ کسی مادہ کے نہین ممکن ہے
یعنے ضرور ہے کہ خلاء محض درمیان مین نہو بلکہ کوئی مادہ ہو جسمین اوسکا
عکس پڑے اور وہ مادہ اوسکو قبول کرے اور اوسی مادہ سے جو مادہ
قریب ہو وہ بھی اوسکو قبول کرتا چلا آوے یہان تک کہ ہماری آنکھہ
مین پہونچے مثلاً آواز نہین پہونچے گی جب تک ہوا کا ذریعہ اوسکے
واسطے نہوگا خلاء محض باعث انقطاع سلسلہ کا ہوجایگا نہ تو روشنی
پہونچے گی نہ آواز جب یہ قاعدہ مسلم ہے تو اب کوئی برہان عقلی چاہیے
جس سے وہ مادہ متحقق ہو جو مشتری کے چاند سے یہان تک موجود تھا
اور پھر اسکا بھی ثبوت درکار ہے کہ وہ ہمیشہ یکسان موجود رہتا ہے
فضاے بسیط یا بعد مجرد مین باوجود سیال ہونے کے اوسکو اسی قسم کا
ثبات و قیام ہر وقت رہتا ہے کہ کبھی کسیطرح کا تغیر و تبدل نہین ہوتا
حالانکہ اسکا ثبوت متعذر ہے اور بالفرض ثابت بھی ہوجاے تب بھی
ہر ایک ستارہ کی روشنی کی رفتار کے وقت بعینہ وہ ہی کیفیت اور خاصیت
اور مقدار اوس مادہ کی جو واسطہ ہے قائم رہنی محتاج برہان ہے
جو ابتک پائی نہین جاتی ہے خدشۂ ششم یہ ہے کہ کبھی کبھی رفتار

روشنی کی مستقیم نہین ہوتی ہے بلکہ بسبب شمول عوارض خارجیہ
درمیانی کے انحراف شعاعون کا بھی واقع ہوتا ہے تو کیا ضرور ہے
کہ جسطرح ایک مرتبہ مدت پہونچنے روشنی کی معلوم ہوئی تھی ہمیشہ وہی
قائم رہے اور ہر ستارہ کے حساب مین اوسیکو قاعدہ کلیہ سمجھا جاے
اب ہم بیان کرتے ہین کہ قاعدہ شعاعون کا جو راس صاحب نے
لکھا ہے اور وہ فرماتے ہین کہ ایسے بھی ستارے دیکھے گئے ہین جنکی
روشنی زمین تک ۴۵ لاکھ برس مین پہونچی ہوگی اسکے تردید مین مارس
صاحب اپنی کتاب مطبوعۂ مقام لندن صفحہ ۳ سے ۵ تک مین لکھتے ہین
کہ رفتار روشنی کی بحساب مسلمہ فی سکنڈ دو لاکھ میل کے ایک سال مین
۶۳۰۷۲۰۰۰۰۰۰ میل ہوتی ہے اوسکو ۴۵ لاکھ مین ضرب دینے سے
۲۸۳۸۲۴۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ میل فاصلہ اون ستارون کا ٹھہرا جنکی روشنی
بقول راس صاحب بعد طے اوسقدر مسافت بعیدہ کے زمین تک
پہونچی مصنف مذکور کا یہ خیال ہے کہ بیہودہ عدد بڑہاتے چلے گئے ہین
اور مصنف موصوف چاند کے فاصلہ پر جو ہرشل صاحب و نیوٹن وغیرہ
کے نزدیک مسلم ہے اعتراض کرتا ہے صفحہ ۱۲ سے ۱۷ تک اپنے اعتراض
کے دلائل لکھتا ہے خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ ہرشل صاحب نے لکھا ہے
کہ زمین کا عکس قمر کے جرم سے اوس پار تک پہونچتا ہے لیکن یہ تصریح
کہین نہین پائی جاتی کہ یہ عکس فی الحقیقت کتنا بڑا ہے اور پھر یہ بھی
کہتے ہین کہ فاصلہ قمر کا زمین سے دو لاکھ ۳۷ ہزار میل ہے پس بلحاظ
اس فاصلہ مفروضہ کے زمین کا عکس جو غایت درجہ ۲۲ لاکھ سات سو
تیس میل ہو سکتا ہے کسیطرح ممکن نہین کہ قمر پر پہونچکر اوسکو منخسف کرے
پس قمر پر زمین کا عکس پڑنا اور اوسکا گہن لگ جانا جو ہم لوگ روزمرہ
دیکھتے ہین ثبوت کافی اسکا ہے کہ مہندسون کو صحیح فاصلہ قمر کا معلوم

نہین ہوا چنانچہ اس فاصلہ کو ونس صاحب نے اپنی کتاب مؤلفہ سنہ ۱۸۶۱ع
مین دو لاکھہ اونتالیس ہزار انتیس میل بیان کیا ہے اور ہرشل صاحب نے
اپنی ایک کتاب مؤلفہ سنہ ۱۸۳۵ع مین دو لاکھہ ۳۷ ہزار سات سو میل اور
پھر دوسری کتاب مین ۳ لاکھہ ۲۷ ہزار لکھا ہے حالانکہ صحیح فاصلہ
میری تجویز مین ۲۳۲ ہزار آٹھہ سو ساڑھے ۴۸ میل ہے اور صحت اسکی
وقوع خسوف سے ظاہر ہوتی ہے انتہی بلفظہ مترجما **اقول** جب یہ حال
تحقیقات ہیئت جدیدہ کا ہے کہ ایسی ایسی موٹی باتون مین ٹھوکرین
کھاتے ہین اور اوسکو تقلیداً لوگ صحیح جانتے ہین تو ہیئت جدیدہ کو
قرآن شریف سے وہ ہی شخص مقابلہ کریگا جسکو کلام الٰہی پر یقین نہو گا
اب ہمکو ضرور معلوم ہوتا ہے کہ نبیولا کا حال بھی بحث مین لاوین اس لفظ کے
معنی اصطلاحی علم ہیئت مین یہ ہین + نہایت دھندلی روشنی کے ساتھ
جگمگاہٹ جو آسمان مین فاصلہ بعیدہ پر نظر آتی ہے اور جسکو انتہای
خلقت کہتے ہین + کتاب بلورالٹی آف دی ولڈ کے صفحہ ۱۱۵ و ۱۱۶ باب ہفتم
مین لکھا ہے ایک مرتبہ عموماً علما ہیئت نے یہ خیال کیا کہ یہ قطعات
نور جو آسمان مین اس کثرت سے دکھائی دیتے ہین مثل سیارون کے
اجسام منور بصورت معین و محدود نہین ہین بلکہ فی الاصل جیسا کہ عمدہ
دوربین سے معلوم ہوتا ہے شعلہ ہاے بخاری یا سحابی اسطرح پر مجتمع
ہوگئے ہین کہ مثل اجزاے سحابی و بخاری کے اونمین تفریق و انتشار
ممکن ہے اور کتنی ہی بڑی قوت نظر سے بھی سواد جداگانہ ہوجانیکے
قابل نہین یہ راے چند روز تک بڑے اعتبار کے ساتھ مسلم رہی چنانچہ
ہرشل صاحب نے اسی اصول پر یہ تفریع کی کہ کل آفتاب اور نظامات
انہین سواد ہوائی سے بنے ہونگے یہی بخارات منور مرکز مین مجتمع و منجمد
ہوکر روشن آفتاب ہوگیا اور باقی اجزا اوڑتے ہوے سرد اور

نے نور ہو کر سیارات دائر بن گئے لاکن ناظرین حال خصوصاً لارڈ راس صاحب
و مسٹر بانڈ صاحب کی تحقیقات کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ اکثر اشیاے فلکی جو
سابق مین بہ تحقیق نبیولا تصور کیے گئے تھے متفرق ستارے معلوم ہوے
اور یہ تفریق اکثر مختلف اقسام کی نبیولا مین مشاہدہ ہونے سے ہیئت دانون
کے دلون مین شبہہ قوی پیدا ہوا کہ ہر قسم کے نبیولا اگر مناظر و مرایا کے
عمدہ قوتون کے ساتھ نظر کیے جاوین تو متفرق ستارے معلوم ہونگے
صرف بوجہ زیادہ تر فاصلہ پر واقع ہونے کی یہ صورت نبیولا نظر آتی ہین
اگر بہ تحقیق دیکھے جاوین تو وہ مجمع سیارون کے ہین جنمین ہر ایک مثل
ہمارے آفتاب کے ضروری اور مرکز سیارات کا ہے پھر بعد اس تحقیقات
کے ہم لوگون کو ایک اور عجیب انکشاف ہوا کہ یہ نبیولا متصل شے واحد
نہین ہے بلکہ نقاط متفرق ہین جنمین جا بجا چمکدار دانے مثل دہی
یا اور کسی دانہ دار چیز کے شامل ہین جو اکٹھا ہو کر پارۂ نور ہو گئی ہین یا اصل
مین اسی صورت کے بنائے گئے ہونگے وہ شخص نہایت بیباک ہے
جو ان سوالات کا جواب دینا ایسے استدلال کے ساتھ اپنے ذمہ لے
جسپر کوئی جرح و نقص وارد نہو اور کیونکر بیان کیا جاسے گا کہ یہ قطعات نور
کیا ہین اور کتنی بڑی ہین اور کسقدر فاصلہ پر ہین اور کس صورت کی ہین اور کس کام مین
آتی ہین اور ایک نادر واقعہ بہ نسبت نبیولا کی یہ ہو کہ وہ مرکب ہین قطعات طویل و خطوط سے جو مختلف
اطراف مین پھیلی ہوئی ہین صورت اور وسعت اونکی مطابق قوت نظر کے متبدل ہوا کرتی ہے
اکثر نبیولا بالخصوص زیادہ تر دھندلی روشنی والے نبیولا کی صورت
بذریعہ معاینہ آلات مناظر و مرایا کے اسقدر بدلتی جاتی ہے کہ ہیئت دانان جو
زمانہ حال کی قوی دوربین سے اون صورتون کا شناخت کرنا محال ہے
جنکو ناظرین سابق نے دیکھکر لکھا ہے بعض حصے اوسکے جو سابق مین
جدا دیکھے گئے تھے اب باریک سلسلۂ نور سے ملے ہوئے معلوم ہوتی ہین

انتہی بلفظہ مترجما صفحہ ۱۲۴ و ۱۲۵ **اقول** اسمین کچھ شک نہ رہا کہ تحقیقات
ہیئت جدیدہ کی محض وہمی و خیالی ہے ہرگز قطعی و یقینی نہین ہے
اور دوربین سے حقیقت حال اجرام فلکی کا دریافت ہونا نہایت دشوار ہی
جسقدر دریافت ہوتا ہے وہ اکثر غلط نکلتا ہے اور اوسپر اتفاق حکما کا
نہین ہوتا ہے ہر ایک اپنی اپنی بولیان بولتا ہے جب ایک جسم نیولا
کی تحقیقات پر خاتمہ علم ہیئت کا ہوگیا تو اب آسمانون کا نظر نہ آنا یا
اوسکا مادہ معلوم نہونا حکماء جدیدہ کو کیا بعید ہے اور کیا استحالۂ عقلی
قائم ہوسکتا ہے اور کس منہ سے کوئی ایمان دار کہہ سکتا ہے کہ یا تو
قرآن شریف تمہارا باطل ہے یا ہیئت جدیدہ سے ملا دو اور محض
اعتقادی مسئلہ دل مین جما لینا کہ تحقیق حکماء قدیم کی دربارۂ ہیئت
قدیمہ کے صحیح ہے یہ بھی کسقدر تعصب ہے حالانکہ فلاسفۂ جدیدہ نے اونہین
حکما کی اعتبار پر بہت مسائل چھوڑ رکھے ہین چنانچہ ہرشل صاحب لکھتے ہین حقیقت یہ ہی کہ ہزار
برس بیشتر کی حکماء ان سیارون کو جانتے تھے اور اونہون نے مشاہدات نسبت اونکی بہت صحیح صحیح
اور ہوشیاری تمام کئے تھے اصلی چال سیارون کی جو کہ اونہون نے دریافت کرکے لکھی ہین صحیح
تصور کرنی چاہیئین انتہی بلفظہ **اقول** عجب ہے خواہ نخواہ یہ مان لینا کیا ضرور ہے کہ وجود
افلاک کی ساتھ حرکات سیارون کی جنمین مدار سیاری بھی داخل ہین
حکماء قدیم نے غلط بیان کیے ہین فقد بر مخفی نرہے کہ قواعد کیپلر صاحب پر
ہیئت والون کو بڑا افتخار ہے اور نیوٹن صاحب کا نظام آسمانی بقول
ہرشل صاحب کے اوسی پر موقوف ہے مگر اونکی غلطیان دریافت کرکے
تاویلات سخیفہ سے پردہ ڈالتے ہین تاکہ سارا طلسم نہ ٹوٹ جاوے اور
دبی زبانون سے اوسکی بے حقیقتی جتاتے ہین پھر اوسکو یون ٹال دیتے ہین
کہ جو غلطی حس مین نہ آسکے یا خفیف سی ہو کچھ قباحت نہین ہے چنانچہ
ہرشل صاحب لکھتے ہین جسوقت کہ مشاہدات سے مقام سیارون کا

بہت صحیح صحیح نکالتے ہین اور ہر ایک سیارہ کو متواتر سالہا سال تک
دیکھتے ہین اور اوسی قاعدہ سے اوسکی گردش زمانہ گذشتہ مین نکالی
جاتی ہے تو یہ دریافت ہوتا ہے کہ قواعد کیپلر صاحب کے قریب قریب
صحیح کے ہین اگر ہم چاہین کہ حساب بہت صحیح نکلے اور اومین ذراسی بھی
غلطی واقع نہو تو اس قاعدہ مین ذرا اختلاف کرنا چاہیے یعنے مدار
سیارون کا جو بشکل بیضہ قائم تصور کیا گیا تھا درحقیقت ایسا نہین ہے
اومین جزوی سا اختلاف ہوتا رہتا ہے اگر حساب صرف سیارون کی
چند گردشون کا کرین تو ان باتون کا اونہین خیال رکھنا کچھ ضرور نہین لیکن اگر
ہم اوسی قاعدہ کی روسے صدہا سال کی گردشون کا حساب کرین تو البتہ
اوس صورت مین اونکے مدار کو قائم نہین تصور کرنا چاہیے کیونکہ اونمین
بیچ اس عرصہ کے اختلاف قابل حس کے واقع ہوگا اور اوسکے مدار کی ہیئت
بہت بدل جائیگی اس جگہ ہم اوسکا کچھ ذکر نہین کرتے ہین اسلیے کہ جو غلطیان
کہ اس سبب سے واقع ہوتی ہین اسقدر جزوی ہوتی ہین کہ وہ اون حسابات مین
جنکا ہم اس مقام پر ذکر کر رہے ہین غلطی قابل حس کے پیدا نہین کرتی ہین
انتہی بلفظہ اب مجکو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قواعد مقررہ کیپلر صاحب
بھی کچھ بحث کرون کیونکہ علم ادوات وحالات کشش پر ہیئت جدیدہ کا
مدار ہے ہرشل صاحب لکھتے ہین کیپلر صاحب کے قاعدون سے
یہ نہین ثابت ہوا ہے کہ سیارے طرف آفتاب کے کسقدر زور سے
مائل ہوتے ہین مگر یہ تحقیق ہوتا ہے کہ آفتاب اونکو اپنی طرف کھینچتا ہے
بلفظہ اور یہ بھی لکھتے ہین کہ ازروے قواعد علم ادوات کے اگر ایک جسم پر
ایک ہی زور اثر کرے تو وہ اوسے ہمیشہ خط مستقیم مین لیجاویگا بلفظہ
اور قاعدہ سوم کیپلر صاحب کا ہرشل صاحب یہ لکھتے ہین + وہ قوت
جو کہ اجسام کو اونکے مدار مین گردش دیتی ہے ایک ہے مگر وہ موافق

فاصلہ بدلتی رہتی ہے کشش آفتاب کے اوپر ہر ایک جرم فلکی کے جو کہ نظام شمسی سے متعلق ہین موافق مقدار مادہ کے اثر کرتی ہے اور اسلیے نہ تو موافق کشش کیمیا کے یا مقناطیس کے ہے کیونکہ یہ نہ تو صرف لوہے اور نہ خاص کسی چیز پر اثر کرتی ہے بلکہ وہ تمام سیارون کو کھینچتی ہے بلفظہ **اقول** جب زور قوت جاذبہ شمسی کا اور قوت رفتار ہر ستارہ کا معلوم نہین ہے تو یہ مان لینا پڑے گا کہ قوت جاذبہ شمسی غالب اور قوت ہاربہ و قوت متنفرالمرکز کمزور ہے لامحالہ قوت جاذبہ شمسی ہر ستارہ کو کھینچتی ہے اور سیارہ بھی کھنچنا قبول کرلیتا ہے اور یہ بھی قرار پا گیا کہ وہ قوت ہمیشہ خط مستقیم مین لانا چاہتی ہے اور فاصلہ بعید پر کم اور قریب جرم شمس کے زیادہ ہے تو جسوقت کسی سیارہ کو کھینچے گی سیدھا کھینچے گا اور جسقدر طرف آفتاب کے بڑھتا جائیگا اوسیقدر کشش مستقیم بڑھتی جائیگی اور ایسی حالت مین نہ تو وہ سیارہ پھر پلٹ جائیگا نہ آفتاب مین ملجانے سے محفوظ رہیگا نہ قوت جاذبہ جو مستقیم کھینچتی ہے وہ مغلوب قوت ہاربہ ستارہ کی ہو جائیگی ورنہ پہلے ہی نہ کھینچ لاتی اور بسبب فاصلہ بعیدہ کے کمزور ہو جانے سے مغلوب ہو جاتی اور قوت ہاربہ سیارہ کی پہلے ہی غالب آجاتی اب اگر قوت متنفرالمرکز کو بار بار زبان پر لاؤ تو وہ کوئی دوسری چیز نہین ہے وہی قوت ہاربہ ہے جسکا ذکر ہم لکھ چکے ابتو یہ مان لینا پڑا کہ سوا اس امر کے کہ سورج کی طرف سیارے میل کرتے ہیں اتنا دریافت کرکے کیپلر صاحب نے وہم و گمان سے قاعدے بنائے ہین اور پھر بھی اصلی حال معلوم نہونے سے گھبرائے ہین اور کوئی بات یقینی و قطعی اس مبحث مین بھی نہین ہے اور ہم تمام قواعد مین دیکھتے چلے آئے ہین کہ سوا اسے وہم و خیال کے جسقدر مشاہدہ و مضمون سے بیان کیا گیا ہے

گو وہ بھی بہت غلط ثابت ہوتا گیا ہے پھر بھی نہایت کم ہے ہرشل صاحب
کی کتاب مین ہے، علاوہ ازین کثافت زحل کی قریب ۸ دفعہ زیادہ
بہ نسبت کثافت زمین کے نہے اور اوسکا قد و قامت بہ نسبت زمین
کے نہایت زیادہ ہے پس اس سے یہ لازم آتا ہے کہ زحل ایسے
مادہ سے بنا ہوا ہے کہ وہ بہ نسبت لکڑی کاک کے کچھ بہت بھاری
نہین ہے اب ذرا غور کرنا چاہیے کہ بسبب اس اختلاف کثافت
کے کسقدر فرق اون جاندار خلقت کی بود و باش مین آنا چاہیے جو
اس سیارہ پر رہتے ہونگے اب ہم باتون قیاس و گمان کی چھوڑکر اون
باتون کا بیان کرینگے جو بذریعہ دوربین کے درباب حالات سیارون
کے دریافت ہوئی ہین بذریعہ دوربین کے عطارد کا حال سوا اسے
اس بات کے کہ وہ گول ہے اور کم و بیش مانند چاند کے ہوا کرتا ہے
اور کچھ دریافت نہین کرسکتے ہین الی قولہ زہرہ مین کوئی عجائب باتین
مشاہدہ نہین کی گئی ہین گو قطر حقیقی زہرہ کا قریب ۷۸۰۰ میل کے ہے
اور اوسکا قطر ظاہری ۶۱ تک کا دیکھا گیا ہے کہ اسقدر قطر ظاہری
کسی اور سیارہ کا نہین دیکھا گیا ہے پھر بھی بذریعہ دوربین کے اوسکا
اچھی طرح سے مشاہدہ ہونا نہایت مشکل ہے زہرہ کی تابندگی اسقدر
تیز ہوتی ہے کہ وہ آنکھہ کو نہایت چکاچوند دیتی ہے اور جو عیوب
دوربین مین ہوتے ہین اونکو زیادہ کردیتی ہے اب ذرا زحل کے
متعلق اوہام و ظنون کو ملاحظہ کیجیے کہ پہلے تو دوربینون سے یہ مشاہدہ ہوا
کہ دو چھوٹے چھوٹے ستارے زحل کے ساتھ رہتے ہین پھر جو دیکھا
تو وہ غائب ہوگئے تھے بعدہ یہ ٹھہرایا گیا کہ دو حلقے نور کے ہین جو
زحل کے گرد رہتے ہین اور وہ بہت بھاری ہین اب اوسپر
یہ اعتراض وارد ہے کہ وہ حلقے کسواسطے زحل پر بسبب ثقل کے

نظر نہین پڑتے تو ہرشل صاحب وغیرہ احتمالات پیش کرتے ہین کبھی کہتے ہین کہ زور تنفر المرکز مانع ہوگا کبھی کہتے ہین کہ اونکی حرکت اور زحل کی حرکت موافق ہے اور شمس کی قوت جاذبہ کو بھی دخل ہے کبھی کہتے ہین کہ جگہ دوری کی بدلتی رہتی ہے اس سبب سے نہین گرتے ہین غرضکہ سوا اون جوابون کی جنپر بہت سی ایرادات واقع ہوتی ہین کوئی قطعی امر طے نہین ہوا ہے تو جب ایسی چمکدار اجرام کی استدراک مین دوربین بھی قاصر ہے اور ستارون کے ساتھ اس قسم کے اجرام بھی ثابت ہوتے چلے جاتے ہین تو انکار وجود افلاک کا قطعاً کردینا کسقدر ناعاقبت اندیشی ہے زمین سے کئی حصہ بڑے دو کرہ جسمانی اب نظر آئے ہین اور زحل کی گردش اونکی تابع معلوم ہوئی ہے مگر اس سے پہلے وہ ستارے سمجھے گئے تھے اب حلقے ٹھہرے مگر اصل حال ٹھیک یقینی طور پر ابتک نہین معلوم ہوا ہے تسپر افلاک کا نظر نہ آنا واسطے تکذیب کلام الٰہی کے کافی سمجھا جاتا ہے نعوذ باللہ من الاوہام اور اوسیطرح یہ ہے کہ بن دیکھے وجود مخلوقات ذی روح کا قمر و زحل وغیرہ مین تسلیم کیا جاتا ہے یہان تک کہ ہرشل صاحب کی کتاب مین ہے ۰ ایسے سیارون مین دیو بود و باش کرسکتے ہین کیونکہ وہان ہر شے کا وزن کم ہوتا ہے اور اس باعث سے وہ اژدہا پیدایش جنکو ہمارے کے لیے پانی کی اوچھالنے والی قوت ضرور ہے وہ وہان باشندے خشکی کے ہوسکتے ہین الخ بلفظہ **اقول** اے مسلمانو ذرا تماشا دیکھو ہمارے جناب مخاطب جن موجودات کے وجود خارجی کا انکار کرتے ہین یعنی جن و شیاطین وغیرہ اونکی نسبت جناب ممدوح کے معتقد کیا فرما رہے ہین فافہم اور اب یہ بھی ظاہر کرنا ضرور ہے کہ بذریعہ دوربین کے ابتک آفتاب کا بھی حال بخوبی ظاہر نہین ہوا ہے جسکو مرکز قرار دیا جاتا ہے اور جو سب سیارون سے زیادہ بڑا اور چمکنے والا ہے

چنانچہ ہرشل صاحب لکھتے ہین۔ حال اون سیاہ داغون کا ابتک بخوبی تحقیق نہین ہوا ہے بہت سے تصورات نسبت اوسکے بنائی گئی ہین لیکن اونمین سے قرین قیاس یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سیاہ داغ درحقیقت سطح آفتاب ہے جو کہ کسی طرح بسبب حائل ہونے تابندہ کرۂ ہوائے آفتاب کے سیاہ نظر آتے ہین درباب طریق ظہور سیاہ داغون کے حکما مختلف الرائے ہین اسی سبب سے ہم اونکا ذکر اسمقام پر نہین کرینگے انتہی بلفظہٖ **فائدہ** دربارۂ افلاک کے ہرشل صاحب یہ بھی لکھتے ہین کہ خواہ آدمی مرکز زمین پر اور خواہ کسی جگہ اوسکی سطح پر کھڑا ہو تو نسبت ستارون کے کسی امر مین تفاوت نہین ہوگا تو اس صورت مین خواہ ہم آسمان کو گرد زمین کے اور خواہ زمین کو مخالف سمت مین آسمان سے گردش کرتا ہوا فرض کرین حال آسمانون کا دونون صورتون مین ہر ایک شخص کو ایک ہی سا دکھائی دیگا کوپرنیکس نے فرض کیا ہے کہ زمین اپنے محور پر اور گرد آفتاب کے گردش کرتی ہے اسلیے کہ مسائل علم ہیئت کے اوس سے بخوبی و بصحت تمام حل ہو سکتے ہین اسمین احتیاج اس بات کے فرض کرنے کی نہین ہے کہ ایک مجسم کرہ جو کہ دکھائی نہین دیتا ہے اور جسمین کہ ستارون کو ٹھیرا ہوا مان لینا چاہیے تاکہ وہ یکسان رفتار سے گرد زمین کی بتبدیلی اپنی جگہ کے نسبت ایک دوسرے کے پھرین گردش کرتا ہے اوس مجسم کرہ کو متحرک فرض کرنے سے بیشک مسائل علم ہیئت کے درباب ستارون کے بصحت حل ہو سکتے ہین لیکن گردش آفتاب اور ماہ اور ستارون کی اوسکے مطابق نہین آتی ہے اور باعث وقوع غلطی کا اونمین اوسوقت معلوم ہو جاویگا جب کہ ہم بیان اونکا کرینگے فرض کرنا اس امر کا کہ ایک کرہ جسکا کہ ابعاد ثلثہ درجۂ اعتدال پر نہین تیزی سے

بموجب قواعد حرکت مادہ کے گردش کرتا ہے جیسا کہ چاند اور سورج امید از فہم نہین معلوم ہوتا ہے بلکہ اگر اسطریق پر ہوتو بڑی جاے تعجب ہے انتہی بلفظہ مختصراً **اقول** یہ بات تو ہرشل صاحب کی تقریر سے طے ہو چکی کہ آسمانون کا وجود مان لینے سے اور اوسکی گردش قبول کر لینے سے کچہ نقصان نہین لازم آتا ہے بلکہ اس طرح نہو تو جاے تعجب ہے مگر واسطے مطابقت گردش سیارون کے جڑا ہوا ہونا سیارون کا اوس جسم فلکی مین ہئیت جدیدہ کو بگاڑتا ہے ہم کہتے ہین کہ اول تو ہئیت کوپرنیکس صاحب کی جسپر نیوٹن وغیرہ کو اطمینان ہے ہنوز مسلم اور غیر مخدوش نہین ہے جیسا کہ ہم ظاہر کر چکے اور آئندہ بیان کرینگے دوم نظام کوپرنیکس کا مدار ہے آفتاب کو مرکز قرار دینے پر اور اوسکو زمین سے بڑا تصور کرنے پر اور اوسکا فاصلہ زمین سے مقدار معین مین فرض کرنے پر مگر ہم ثابت کر چکے کہ اتبک فاصلہ آفتاب کا زمین سے غیر معین و نامعلوم ہے اور مجمع علیہ ہئیت دانون کا نہین ہوا ہے چنانچہ نام بنام ایک فہرست لکھکر ذکر ہو چکا اور نیوٹن صاحب کا خط بھی نقل کیا گیا جسمین وہ خود اپنی فہم کی غلطی دربارۂ فاصلۂ آفتاب کے سمجھ چکا اور باوجود دریافت کر لینے تفاوت عظیم کے تعصب سے باز نہ آیا اور ڈاکٹر نیبلی صاحب کو ایسا جواب دیا جسپر مارٹین صاحب اور تمام عقلا قہقہہ مارتے ہین یعنی پانچ کرور ساٹھ لاکھ میل کی غلطی کو نیوٹن صاحب کچہ غلطی ہی نہین سمجھتے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم باقی رہا یہ امر کہ شاید دوربین سے نیوٹن صاحب وغیرہ نے جسم آفتاب کو دیکھکر اوسکا قطر خوب سمجھ لیا ہو حالانکہ یہ بات بھی غلط ہے نیوٹن صاحب کا قول ہے کہ آفتاب کی سفید صاف روشنی سات رنگون سے ملکر ایسی ہو گئی ہے مگر دیگر

حکمار کا قول ہے کہ صرف تین رنگ نیلا زرد سرخ ہین اور آخر مین
یہ ظاہر ہوا کہ فقط ایک ہی زرد رنگ ہے اس امر کو مارلین صاحب نے
اپنی کتاب مین لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ابتک رنگت بھی آفتاب
کی دوربین سے صحیح نظر نہین آئی ہے اور قطر آفتاب کا زمین سے
بڑا ہونا اور اوسکا مرکز قرار پانا تو مارلین صاحب نے محض باطل قرار دیا ہے
چنانچہ وہ اپنی کتاب مطبوعہ لندن مین لکھتے ہین + اکثر حکما نظام
قرار دادہ نیوٹن صاحب کو باین اطمینان کہ صاحب موصوف نے
اور اونکے تابعین نے فاصلہ ومقادیر اجرام فلکی کو قواعد ہندسی سے
تحقیق کر لیا ہوگا بدون جانچے ہوے صحیح مانتے آتے ہین چنانچہ
مین بھی قریب ساٹھ برس کی عمر تک ایسا ہی سمجھتا رہا لیکن جب
مین نے خود تحقیق کیا تب اوسکی غلطیان مجھپر منکشف ہوئین نیوٹن
صاحب کے جملہ مسائل اسپر مبنی ہین کہ آفتاب سے زمین نہایت
چھوٹی ہے لیکن چونکہ میری تحقیق مین آفتاب زمین سی چھوٹا ہے
تمام دلائل نیوٹن صاحب کے باطل وبیکار ہین یہ امر مسلم ہے کہ
زمین ایک جسم مقناطیسی ہے جسکی جانب قطب شمالی کی قوت
ہاربہ وجانب قطب جنوبی کے قوت جاذبہ ہے اور بعد آفتاب کا
وقت مقابلۂ قطب شمالی کے گیارہ ہزار نو سو ساڑھے اٹھاون میل
فاصلۂ اوسط سے زائد اور وقت مقابلہ قطب جنوبی کے اسیقدر کم
ہوجاتا ہے اسوجہ سے آفتاب میزان سے حمل تک زیادہ مدت مین
اور حمل سے میزان تک کم مدت مین پہونچتا ہے اس سے صاف
ظاہر ہے کہ آفتاب وقت مقابلہ قوت جاذبہ کے نزدیک کھنچ آتا ہے
اور وقت مقابلۂ قوت ہاربہ کے دور جا پڑتا ہے اور یہ امر بدون
اسکے کہ آفتاب زمین سے چھوٹا ہو صریح خلاف عقل ہے پس نجز اسکی

کہ زمین مرکز قرار دیجاسے کوئی تدبیر نہین ہے انتہی بلفظہ مترجما
الحاصل نیوٹن صاحب کے نظام مسلمہ کو حکماء جدید خود ہی باطل قرار
دیتے ہین تو وجود افلاک پر جو استحالہ عقلی ہرشل صاحب نے قائم
کیا تھا باطل ہوگیا اور قطعی و یقینی نزاع سوم قمر کے باب مین بھی
ہرشل صاحب اور نیوٹن صاحب و من تبعہ نے جو کچھ لکھا ہے
غلط نکلا چنانچہ مارسین صاحب لکھتے ہین + ہرشل صاحب نے لکھا ہے
کہ زمین کا عکس ماہتاب کے جرم سے اوس پار تک پہونچتا ہے لیکن
یہ تصریح کہیں نہین پائی جاتی ہے کہ یہ عکس فی الحقیقت کتنا بڑا ہے
اور پھر یہ بھی کہتے ہین کہ فاصلہ قمر کا زمین سے ۲۴۰۰۰۰ میل ہے
بلحاظ اس فاصلہ مفروضہ کے زمین کا عکس جو غایت درجہ ۲۲۷۰۳۰
میل ہوسکتا ہے کسی طرح ممکن نہین کہ ماہتاب تک پہونچے اور اوسکو
منخسف کرے پس ماہتاب پر زمین کا عکس پڑنا اور اوسکا منخسف ہونا
جو ہم لوگون کو روزمرہ مشاہدہ مین آتا ہے ثبوت کافی اسکا ہے کہ حکماء کو
صحیح فاصلہ ماہتاب کا معلوم نہین ہوا چنانچہ اس فاصلہ کو ونس صاحب نے
اپنی کتاب مؤلفہ سنہ۱۸۱۰ء مین ۲۳۹۰۲۹ میل بیان کیا ہے اور
ہرشل صاحب نے اپنی کتاب مؤلفہ سنہ۱۸۳۳ء مین ۲۳۷۰۰۰ میل اور
پھر دوسری کتاب مین ۲۴۰۰۰۰ میل لکھا ہے حالانکہ فاصلہ صحیح
میری تحقیق مین ۲۸۲۸۳۲ میل ہے اور صحت اسکی وقوع خسوف
سے ظاہر ہوتی ہے انتہی بلفظہ مترجما اب ذرا غور کرنا چاہیے کہ جس نظام
شمسی کی خاطر ہرشل صاحب و نیوٹن صاحب وجود افلاک سے منکر
ہوے ہین وہ خود ہی عند التحقیق ایسا باطل نکلا کہ ساٹھ برس تک
اوسپر گمان صحیح ہونیکا رہا اور بعدہ باطل ٹھہرا اب اسی جگہ ہم یہ بھی لکھنا
ضرور سمجھتے ہین کہ زمین کو متحرک سمجھ کر جو قواعد علم ہیئت جدیدہ کے

قائم ہوئے تھے متاخرین کے نزدیک یہ مسئلہ بھی غلط ٹھہرا ہے اور اب تحقیق کرنا بیان کرتے ہین کہ زمین ساکن ہے اور آفتاب مع تمام نظام شمسی کے گرد اوسکے گردش کرتا ہے چنانچہ آرچی مارسین صاحب نے مدت العمر کی تحقیقات اپنی اسی علم مین لکھکر بیان کیا ہے کہ مین گیارہ برس کی عمر سے ساٹھ برس کی عمر سے زیادہ تک تحصیل علم ہیئت مین باتباع تعلیم نیوٹن صاحب کے مشغول رہا بالآخر مجکو بہ یقین معلوم ہوا کہ فلاسفی نیوٹن صاحب کی خصوصاً بہ نسبت فاصلہ ہاے اجرام فلکی کے اور نظام شمسی کے بالکل غلط ہے چنانچہ بعض اوسکے دلائل مین ذکر کرتا ہون نیوٹن صاحب کی یہ تعلیم ہے کہ زمین آفتاب سے ۹۰ کروڑ میل کے فاصلہ سال بھر مین ایکبار اوسکے گرد گھومتی ہے اس سے ظاہر ہے کہ زمین ہر دورہ سالیانہ مین دوگونہ اس فاصلہ کا یعنے ۱۹ کروڑ میل پر اپنے مقام سے دور ہٹتی ہے مگر پھر بھی باوجود اسقدر فاصلہ عظیم کے صورت ثوابت کی زمین پر سے ہمیشہ یکسان نظر آتی ہے اور بعد قطب کا اہل زمین کو جب وہ مقام اعتدال خریفی پر ہوتی ہے بہ نسبت مقام اعتدال ربیعی کے ایک ذرہ بھی زیادہ نہین معلوم ہوتا حالانکہ ان دونون مقامون مین ۱۹ کروڑ میل کا فاصلہ ہے پس اسوجہ سے کہ بعد قطب مین ہم لوگ کبھی تغیر نہین پاتے ہین یہ قیاس کرنا کہ زمین اپنے مقام سے جنبش نہین کرتی بہ نسبت اس وہم کے کہ ان دونون مین اتنا فاصلہ عظیم ہے کہ اتنے بعد کا تفرقہ وامتیاز نہین ہو سکتا زیادہ تر قابل اطمینان و قرین عقل ہے الخ بطولہ واضح رہے کہ اس مصنف نے اپنی کتاب مین برابر غلطیان ہیئت جدیدہ مسلمہ نیوٹن صاحب وہرشل صاحب کی لکھی ہین جسکا جی چاہے اصل کتاب انگریزی مین دیکھ لے چونکہ زیادہ بحث کرنی علم ہیئت مین فضول ہے یہ میرا مختصر رسالہ علم ہیئت کی کتاب

ہوا جاتا ہے لہذا اب مین پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کرکے اپنے جناب
مخاطب کی خدمت مین عرض کرتا ہون کہ اب تو حضور کو معلوم ہوگیا کہ مسائل
ہیئت جدیدہ کے ہرگز قابل یقین نہین ہین یہان تک نوبت پہونچی کہ
گروہ ہیئت ہی نہین رہی محققین متاخرین زمین کے سکون کے قائل
ہوگئے ہین اور ہوتے جاتے ہین جو مذہب حکماء قدیم کا تھا تو اسی حالت مین
وجود افلاک سے انکار کرنے کی کیا وجہ ہے ہان اگر بمقابلہ یقینیات یعنی
منصوصات قرآنی کے کوئی برہان یقینی سے استحالۂ عقلی ثابت
کیا جاتا تو ہمکو اوسپر توجہ کرنے کی ضرورت پڑتی والا ہمارے واسطے
خود خالق سموات کی ہدایت بہت کافی ہے اور اب اکھاڑہ مناظرہ ہی کا
باقی نرہا پھر آپ خم ٹھوک کر مسلمانون کو کسکے مقابلہ مین بلاتے ہین
اور کسکی قوت بازو سے ہمکو دھمکاتے ہین اور ہمنے اپنے رسالۂ شہاب ثاقب
مین جو کچھ لکھا ہے پھر یاد دلاتے ہین کہ مجرد وجود افلاک کا قرآن شریف
سے پایا جاتا ہے خواہ اوسمین ستارے جڑے ہون یا نہون ہیئت
قدیمہ کے تصدیق کا ذکر قرآن شریف مین نہین ہے بلکہ جائز ہے
کہ تمام عالم اجسام و اجرام کا فوق حقیقی و محدد جہات و منتہی و سقف
مرفوع افلاک کو قرار دیا جاے جہان تک دوربین کا گذر بھی نہین ہو سکتا
اور جسپر کوئی خدشہ دونون ہیئت سے وارد نہو سکے تو انکار کی کیا وجہ
باقی رہیگی دینیات مین ہیئت قدیمہ و جدیدہ کی بحث فضول ہے
حکماء قدیم و جدیدہ کے محض خیالات ہین جو اپنی اٹکل سے آسمان و زمین
کے قلابے ملاتے ہین اور پھر بار بار اپنی غلطیون سے شرماتے ہین
ایسی حالت مین جسکو قرآن شریف پر سچا اعتقاد ہوگا وہ ہر روز بہ تقلید
حکماء جدید و قدیم کے اپنے ایمان کو کیون بدلا کرے گا اور مین یہ بھی
عرض کرتا ہون کہ تمام آیات قرآنی مین زمین کا ساکن یا متحرک ہونا منصوص

نہین ہے پھر اوسکی نسبت زیادہ بحث کرنی فضول ہے اور کل آیات
قرآن شریف کی تاویل معقول بھی نہین بن پڑتی ہے بعض آیات ایسی ہین
کہ نہ فضاے بسیط نہ سیارات نہ ابر نہ ہوا افلاک ٹھہر سکتے ہین اگر آپ کو
اوسمین بحث کرنی منظور ہو تو بسم اللہ تمام آیات کی تاویلات بیان کیجیے
اور مجھسے جواب لیجیے اور اس خاص بحث مین جو ایک عالم دہلوی مولوی
سید نصر علی صاحب نے رسالہ نصرت اسلامی نام لکھا ہے اوسکو بھی
غالبًا آپ ملاحظہ فرما چکے ہونگے لہذا اس رسالہ مین طول کلام کی ضرورت
نہین پاتا ہون اور آپ ہی کی کتاب تبیین الکلام سے جو عبارت لکھ چکا ہون
وہ ہی کافی ہے اور مجکو محض آپکا یہ خیال باطل ثابت کرنا منظور تھا کہ مسلمات
فلاسفہ جدید کو آپ قطعی اور یقینی لائق مقابلہ منصوصات قرآنی کے
سمجھ رہے تھے اسیواسطے کچھ مسائل ہیئت جدیدہ کے لکھنے پڑے
ورنہ میرے نزدیک تمام حکماء قدیم وجدید کی محض قیاسات ہین سچی بات
وہ ہی ہے جو قرآن شریف مین ہے پھر بھی اگر آپ کا تقلیدی ایمان
ویقین اسی ہیئت جدیدہ پر ہو تو پہلے ایک رسالہ خاص اسی فن مین تحریر
فرماکر اپنے مسلمات کو قطعی کر دکھائیے دینیات کی بحث مین اوس
خرافات کو نہ ملائیے والکم الخیار **فائدہ** ہرشل صاحب ونیوٹن صاحب
وغیرہ نے حکماء سابقین سے اس امر مین اختلاف کیا ہے کہ خلاء محال ہے
اور اپنی تحقیق یون بیان کی ہے کہ خلاء محال نہین ہے تو اب ضرور ہے
کہ ہمارے ایک خدشہ کا جناب مخاطب جواب شافی عنایت فرماوین کیونکہ
معقولات ومسلمات فلاسفہ جدیدہ پر مذہب سے بھی زیادہ یقین رکھتے ہین
وہ خدشہ یہ ہے کہ قاعدہ کشش کا جو مسٹر کیپلر صاحب وغیرہ نے
ایجاد کیا ہے اوس کشش کے واسطے ضرور ہے کہ جو ستارہ دوسرے
ستارہ کو کھینچتا ہے اوسکی قوت جاذبہ کے واسطے کوئی ذریعہ اور واسطہ

نفوذ تاثیر کا چاہیے یعنے ایک ستارہ سے دوسرے ستارہ تک کوئی وجود درکار ہے جو اثر قوت جاذبہ کا قبول کرے اور وہ اثر اجزاے مادہ درمیانی مین پیدا ہوتا چلا جاے یہان تک کہ اوس دوسرے کو پہونچے ورنہ انقطاع قوت جاذبہ کا درمیان مین ہو جاویگا کیونکہ خلاء بسیط نام ہے عدم ملاء کا اور عدم پر اطلاق وجود کا نہین ہو سکتا ہے مثلاً جب آگ جلائی جاتی ہے تو وہ پہلے ہوا کو گرم کرتی ہے اوسی ہوا جسقدر ہوا گرم ہوتی چلی جاتی ہے اور پھر کسی دوسرے جسم کو لگتی ہے تب وہ جسم گرم ہو جاتا ہے اگر درمیان مین آگ کے اور کسی دوسرے جسم کے جو گرم ہو جاتا ہے ہوا نہو تو ہرگز گرم نہوگا اسیطرح آواز کان مین نہین پہونچتی ہے مگر بواسطہ ہوا کے غرض کہ واسطہ ہونا ملاء یعنے کسی وجود درمیانی کا لازم ہے تو اگر کرۂ زمین سے آفتاب تک بعد انقطاع کرہ ہوائی کے جسکی مقدار معین کیجاتی ہے خلاء محض مان لیجاے یا دیگر سیارات تک درمیان مین کوئی جسم سیال یا غیر سیال واقع نہو قوت جاذبہ شمسی کا پہونچنا متعذر ہے بلکہ انقطاع کلی ہو جاویگا علی ہذا القیاس جو روشنی کواکب کی پہونچتی ہے اوسکے واسطے بھی کوئی جسم یا مادہ درکار ہے جسپر وہ پہلے پڑتی ہو اور اوسکو چمکاتی ہو اور وہ جسم اپنے قریب کے اجزاے مادہ کو منور کرتا چلا جاے یہان تک کہ ہم تک پہونچے اگر یہ اصول غلط ہے تو اسکو باطل کیجیے ورنہ خلاء محال کا دعوے غلط سمجھکر اقرار کیجیے کہ مسلمات فلاسفہ جدیدہ کے صحیح نہین ہین اور اوسکے بعد یہ ارشاد فرمائیے کہ قاعدہ جذبات کا غلط ہے یا مخدوش ہے پھر ہم یہ سوال کرینگے کہ وہ مادہ جو تمام اجرام فلکی کے ساتھ معمور ہے کیا ہے اور اوسکو کس دوربین کے ذریعہ سے دیکھ لیا ہے یا قابل مشاہدہ اسوجہ سے نہین ہے کہ نہایت شفاف ہے انعکاس اوسکا نظر انسانی مین

محال ہے بہرکیف جب قرآن شریف سے پایا جاتا ہے کہ افلاک
کی رفعت کمال مرتبہ کی ہے اور تمام عالم اجسام کا انتہا سے فوق حقیقی
بطور سقف مرفوع سمجھنا چاہیئے تو بعد اختتام تمام عالم اجرام فلکی کے
وجود سبع سموات طباقاً کا کیون محال عقلی قرار پائیگا اور نظر نہ آنے سے
کسواسطے باطل ہوگا اور ہیئت قدیمہ وجدیدہ کی جب تصدیق وتکذیب
مذکور نہین ہے تو اوسکی بحث سے کیا فائدہ آپکو حاصل ہوگا اگر ہیئت
قدیمہ صحیح ہے تو وجود افلاک مین کچھ تردد نہین اور ہیئت جدیدہ اگرچہ
یقینی نہین ہے مگر بفرض تسلیم ہم کہہ سکتے ہین کہ افلاک فوق حقیقی
اور منتہا تمام عالم اجرام فلکی کے ہین کیونکہ تمام عالم مادی ہے اور
ہر بدایت عالم اجسام کے واسطے نہایت درکار ہے فافہم

اعتراض دوم کا یہ جواب ہے کہ غیر محسوسات سے کیا مراد ہے اگر یہ مقصود ہے کہ ذات اشیا
کو جو شی نظر نہ آوے یا مس ولمس ہو نہ سکین وہ معدوم الحقیقت ہے تو آپ کے خیالات پر
افسوس کرنا کافی ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ فلاسفہ جدیدہ جس شی کو غیر محسوس
قرار دین اوسکا عدم متحقق ہے تو بھی نہایت تعجب ہے وہ لوگ غیر محسوسات پر
یہان تک اعتبار کرتے ہین کہ زمین کے ساتھ مشابہت دیکر کواکب کی قائم کرکے
زحل و قمر وغیرہ مین مخلوقات ذی روح ونباتات وغیرہ اجسام کے قائل ہوئے ہین
جیساکہ اعتراض اول کی بحث مین معلوم ہو چکا اور ہم یہ کہتے ہین کہ وجود ملائکہ و
جن وشیاطین بنصوص قرآنی سے ثابت ہے اور تمام مخلوقات کا مشاہدہ ہر انسان کیواسطے
نہ تو عقلاً ضروری ہے نہ شرعاً پس آپکا انکار جنت ونار وصراط ومیزان وملائکہ وصور اسرافیل و جن
وشیاطین وغیرہ سے صاف انکار نصوص قرآن شریف کا ہے اور بغیر صارف
حقیقی کے اور بدون قرینہ صحیحہ کے اور بلا رعایت اصول قواعد
علم تفسیر کے قرآن شریف مین تحریف معنوی کرنیکا آپکو اختیار ہے
مگر کوئی ذی عقل مسلمان جسکو خدا کے کلام پر یقین ہوگا ایسے کلمات

زبان پر بھی نہ لائیگا اور محض کفر و الحاد سمجھیگا چونکہ خاص اسی بحث
وجود ابلیس مین ہم ایک رسالہ شہاب ثاقب لکھ چکے ہین تو اب
ضرورت زیادہ بحث کی نہین ہے ہان بعد ملاحظہ اوس رسالہ کے
ایک تقریر آپ کی پرچہ یکم محرم سنہ ۱۳۱۰ ہجری مین میری نظر سے گذری ہے
پہلے اوسکو لکھتا ہون بعدہ جواب دیتا ہون عبارت اوسکی یہ ہے
ہمارے مکرم معظم جناب مولوی علی بخش خان بہادر سب اٹرڈنیٹ جج
گورکھپور نے اپنے رسالہ شہاب ثاقب کے صفحہ ۴۴ مین لکھا ہے کہ حضرت
ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ شیطان کے شاگرد ہوے اور عمل آیۃ الکرسی کا
اوس سے سیکھا نعوذ باللہ منہا پس اے میرے بھائیون مین ملحد
مرتد زندیق کافر کرشٹان شیطان سہی مگر جو اچھی بات بتاؤن اور
تمہارے فائدہ کی بات کہون دلسوزی سے تمہاری ہمدردی کرون میری
وہ بات تم کیون نہ مانو حضرت ابوہریرہ نے تو نعوذ باللہ منہا شیطان
سے بھی نیک کام سیکھنے مین عار نہین کی سبحان اللہ کیا شان اسلام
رہ گئی ہے کہ جو شخص ان باتون پر یقین کرے وہ تو پکا مسلمان اور
جو یہ کہے کہ میان وہ حدیث ثابت نہین ہے یا وہ کوئی چور شیطان الانس
مین سے ہوگا تو نیچرل است کافر کرشٹان + ع گر مسلمانی ہمین ست
کہ واعظ دارد + وائے گر در پس امروز بود فردائے + انتہی **اقول** مجکو
کمال تعجب ہے کہ مین نے ہرگز اپنے رسالہ مین یہ نہین لکھا کہ ابوہریرہ
شیطان کے شاگرد ہوے جسکا جی چاہے صفحہ ۴۴ میری کتاب کا
دیکھ لے تو ایسی ایک عبارت اپنے جی سے جوڑ کر میری طرف منسوب کرنا جس سے
حواری رسول صلعم کی توہین قائم ہو اپنا ہی اعتبار کھونا ہے میرا
کیا نقصان ہے رسالہ شہاب ثاقب جو طبع ہو چکا ہے اور جا بجا موجود ہے
صحیح مسلم کا نسخہ نہ تھا کہ اوسکی حدیث مین وہی جویریۃ کی جگہ ہی وجویریۃ

بنا دیا گیا اور پھر غلطی نسخہ کا عذر پیش کر دیا یا نسخہ فتح الباری کا نہ تھا
جسکی عبارت بیین تبیین الکلام مین تحریف کر دی یا کتاب استیعاب
ابن عبد البر کی نہ تھی جسکے حدیث مین تحریف کر کے سحر رسول صلعم بنا دیا
اور بجاے صاہر کے جسکے معنے دامادی اختیار کرنے کے تھے جادوگر
رسول صلعم کا ٹھہرا دیا یا تفسیر کبیر نہ تھی جسکی عبارت والمحصنات من النساء
کی تفسیر مین اوڑا دی اور تفسیر نیشاپوری نہ تھی کہ بجاے عن بعض ائمۃ الزیدیۃ
کے ائمۃ السریۃ بنا دیا یا سنن ابی داؤد نہین ہے کہ بعوض جامع المشرکین
کے جامع مع المشرکین لکھ دیا یا تفسیر معالم التنزیل نہ تھی کہ عبارت اول
وآخر کے متعلق سورہ برات کے حذف کر دیے وغیر ذلک من التحریفات
اردو کا رسالہ وہ بھی ہر جگہ موجود تھا اوسکے صفحہ کا بھی نشان دیدینا
اور عبارت بدل دینا آپ ہی کا کام ہے نعوذ باللہ منہ اب شاید آپ
یہ فرمائین گے کہ شیطان نے جو ابوہریرہ رض کو عمل آیۃ الکرسی کا سکھایا
اس سے ہمنے وہ فقرہ جمایا تو خاکسار عرض کریگا کہ پہلے آپ یہ تو ثابت
کیجیے کہ ابوہریرہ رض اوسکو شیطان جانتے تھے یا اوس سے سیکھنے کا ارادہ
بھی کیا تھا یا اوسنے جو خود بتایا اوسپر قناعت بھی کی تھی بلکہ معاملہ بالعکس ہے
اوسکو انسان سمجھ لیا تھا اور ہرگز اوس سے کوئی بات سیکھنے کی درخواست
نہ تھی نہ ارادہ تھا نہ یہ معلوم تھا کہ وہ خاصیت آیۃ الکرسی کی جانتا ہے
اور اوس سے وہ خاصیت سنکر بھی حضرت رسول صلعم سے ذکر کیا جب
حضرت نے فرمایا کہ یہ بات صحیح ہے تب اوسپر اطمینان ہوا تو ہم نہین جانتے
کہ اسمین واقعہ کو کون شخص اوستادی وشاگردی کہہ سکتا ہے ورنہ
لازم آتا ہے کہ جو شخص کسی سے کچھ کہا کرے وہ مخاطب کا اوستاد
ٹھہر جایا کرے حالانکہ کسی محاورہ مین ایسا نہین بولا جاتا ہے چونکہ آپکو
صحابۂ رسول صلعم سے نفرت کلی ہے اور اونکو ظالم بر جسم شہوت پرست

وغیرہ الفاظ سے مسئلہ استرقاق میں تعبیر کیا ہے اور اکابر اہل اسلام کو
سب وشتم کرنا وظیفہ روزمرہ ہو گیا ہے اسیواسطے ایسا فقرہ لکھدیا
جس سے حواری رسول صلعم پر شیطنت کا کنایہ ہو جاے علاوہ اسکی
فرض کیا کہ وہ حواری رسول صلعم فرشتہ خصلت ملائک سیرت مشہور
معلم الملکوت کے شاگرد ہوے اور کوئی نیک بات اوس سے حاصل
بھی کی تو آپ کو کیا فائدہ ہوا کیونکہ نہ کوئی عمل خیر آپ سکھاتی ہین
نہ مسلمانون کے مذہب حق کی تائید کرتے ہین آپ کے نتائج افکار
تو اسیقدر ہین کہ تمام مذہب اسلام سے نفرت دلاتے ہین مسلمات
اسلامیہ کو خاک مین ملاتے ہین اس صورت مین ہمنے مانا کہ اشیطان
سہی مگر عمل خیر تو ایسا بتائیے جسکو رسول صلعم نے صحیح ٹھہرایا ہو برعکس
اسکے تمام احادیث نبوی کی تکذیب کا عقیدہ رکھنا اور پھر عمل خیر
سکھانے والا بن جانا نہایت حیرت انگیز ہے اور طرفہ یہ ہے کہ
حدیث صحیح کو آپ نے باطل قرار دینے مین ذرا بھی تامل نکیا ہاں الا یہ وجہ
ہو گی کہ اوس سے وجود خارجی ابلیس کا قطعاً ثابت ہو گیا ہے
اور تو کوئی وجہ اوس حدیث کے غیر ثابت قرار پانے کی آپ نے بھی
نہین لکھی تو ہم مجبور ہین یہ قاعدہ کلیہ آپکا جو حدیث مذہب فلاسفہ
نیچرلسٹ کے خلاف ہو وہ باطل ہے آپ ہی کو مبارک رہے
میرے نزدیک بیشک پکا مسلمان وہی ہے جو اپنے رسول صلعم
کی صحیح حدیث کو سچا سمجھے اور اوسکا منکر لاریب ویسا ہی ہے جیسا حضور نے
اپنی ذات شریف کی شان مین خود ہی ارشاد فرمایا ہے مین اپنی
زبان کیون خراب کرون افسوس ہے کہ بتصدیق قول رسول صلعم کے
مجکو آپ نے مصداق اس شعر کا ٹھہرایا ؎ گر مسلمانی ہمین است
کہ واعظ دارد * وائے گر در پس امروز بود فردا ئے * مگر مین اوسکی

جواب مین پھر عاجزی اور ادب کو چھوڑونگا اور یہ قطعہ پڑھون گا
قطعہ حکیم فلسفی گر کافرم خواند ٭ چراغ کذب را نبود فروغے ٭ مسلمان
خوانمش اندر مکافات ٭ دروغے را جزا باشد دروغی ٭ اب مجکو ضرور ہوا
کہ دوسری تاویل علیل کا بھی جواب دون یعنے شیطان الانس کا قول
بھی صحیح نہین ہے اور کئی وجہ سے مردود ہے **اولاً** چور ہونا اوس
شیطان کا تو پہلے ہی سے حضرت ابوہریرہؓ کو یقین تھا پھر آنحضرت
صلعم کا یہ پوچھنا کہ تمنے جانا کس سے مخاطب رہے تھے اور ابوہریرہؓ کا
انکار کرنا اوسکے علم سے صریحاً دلالت کرتا ہے کہ حضرت خاتم رسالت
صلعم نے وہ حقیقت بیان کی جو ابوہریرہ کو معلوم نتھی اور صاف
ارشاد فرمایا کہ وہ شیطان تھا آپ عبارت حدیث کی شہاب ثاقب مین
دیکھہ لیجیے کہ چور ہونا اوسکا ابوہریرہ جانتے تھے یا نہین **ثانیاً** شیطان
الانس سے آپ کی کیا مراد ہے اگر یہ مقصود ہے کہ وہ انسان جو
شیطان کاسا کام کرے تو بھی وجود خارجی شیطان کا ماعدائے انسان
کے لازم آیا ورنہ تشبیہ انسان کی کسکے ساتھ دیجاتی ہے اور مشبہ اور
مشبہ بہ متحد الحقیقت نہین ہوسکتے تو ہرگز عین انسان یا جزو انسان
شیطان نہین ہوسکتا **ثالثاً** اگر آپ کی کسیطرح تسکین نہین ہوتی
تو ہم ثابت کردینگے کہ دوسرے حواری رسول صلعم کو بھی ایکبار ایسا
اتفاق ہوا کہ شیطان کو گرفتار کرلیا تھا اور اوس حدیث مین لفظ غول کا
ایسا موجود ہے کہ شیطان الانس کی کہنے کی گنجایش نہین ہے وہ قصہ
یہ ہے کہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر مین خرما بھرنے کا
ظرف تھا اور ایک شیطان آیا کرتا تھا اوسمین سے نکال لیجاتا تھا
اس بات کا ابوایوب نے حضرت رسول صلعم سے شکوہ کیا حضرت نے
فرمایا کہ ایکبار جو اوسکو دیکھیے تو بسم اللہ اجیبی رسول اللہ کہنا چنانچہ

ایسا ہی ہوا اور اوسکو پکڑ لیا تب اوسنے آیۃ الکرسی کی خاصیت بیان کی
حضرت نے سنکر فرمایا کہ خاصیت آیۃ الکرسی کی اوسنے صحیح بیان کی تھی
گو وہ خود کاذب ہے چنانچہ صحیح ترمذی مین باب ماجاء فی
فضل فاتحۃ الکتاب مین حدیث ہے عن ابی ایوب الانصاری
انه كانت له سهوة فيها تمر وكانت تجئ الغول
فتاخذ منه فشكى ذلك الى النبي صلى الله عليه
وسلم فقال اذهب فاذا رايتها فقل بسم الله اجيبي
رسول الله قال فاخذها فحلفت ان لا تعود فارسلها
فجاء الى النبي صلعم فقال ما فعل اسيرك قال حلفت
ان لا تعود قال فقال كذبت وهي معاودة للكذب
قال فاخذها فحلفت ان لا تعود فارسلها الى قوله
فاخذها فقال ما انا بتاركك حتى اذهب بك
الى النبي صلعم فقالت اني ذاكرة لك شيئا اية الكرسي
اقراءها في بيتك فلا يقربك شيطان ولا غيره فجاء
الى النبي صلعم فقال ما فعل اسيرك قال فاخبره بما
قالت قال صدقت وهي كذوب هذا حديث حسن غريب

اے حضرت اگر احادیث صحیحہ کو جمع کیجیے تو اس کثرت سے موجود نکلین گی کہ وجود خارجی ابلیس کا انکار کرنا سواے سخن پروری کے اور کچھ نہ ٹھہرے گا مین نے شہاب ثاقب مین استقصاء تمام احادیث کا نہین کیا اور یہ سوچ لیا تھا کہ جب اسقدر احادیث صحیحہ کو آپ نہ مانینگے فبای حدیث بعدہ یؤمنون

تیسرے اعتراض کا یہ جواب ہے کہ جو تقریر شناعت عقلی اور قواعد منطقی پر مبنی ہے اوسکو اخیر بحث مین

۱ اور اور راویون مین ایسا ہی ذرہ جھوٹھا ہے ۱۲

لکھکر ہم جواب دینگے اولاً قرآن وحدیث کے متعلق بحث کیجاتی ہے
لہذا تبریۃ الاسلام کی باب دوم سے شروع کرتا ہون اور خلاصہ
آپ کے مقولات کا لکھکر جواب دیتا ہون **قولہ** رقیت زمانہ جاہلیت
مین بھی جاری تھی زمانہ اسلام مین بھی جب تک آیۃ امّا منًّا بعدُ
واما فداءً نازل نہین ہوئی رقیت جاری رہی اور اوسپر تھوڑا سا
عمل ہوتا رہا مگر اوسکے بعد نہین ہوا **اقول** زمانہ جاہلیت مین جو بقول
آپ کی رقیت جاری تھی دو حال سے خالی نہین یا تو خدا اسکے حکم سے
جاری تھی اور زمانہ اسلام مین بھی اوسی حکم کے مطابق عمل درآمد ہوتا رہا
یا وہ فعل ہرگز مرضی خدا کا اور جاری کیا ہوا پیغمبرون کا نہ تھا کفار نے
اپنی طرف سے ایجاد کرلیا تھا شق اول اگر صحیح ہے تو آپ کو ہرگز
یہ کہنا نہ چاہیے کہ وہ فعل فی نفسہ ایسا قبیح تھا کہ اوسکا کسی مذہب مین
ایک لمحہ کے واسطے بھی روا رکھنا بطلان مذہب کی دلیل ہے اور وہ
کام شہوت پرستون بیرحم جفاکارون کا ہے اور اگر خدا اوسکو جاری
کرے تو وہ شرک کا روادار سمجھا جائیگا اور حضرت موسٰے سے لیکر
حضرت خاتم المرسلین صلعم تک جسقدر انبیا اور اونکے اصحاب و تابعین
تھے سب کے سب معاذ اللہ آپ کے اصول پر کافر و جہنمی قرار
پائینگے اور کسیکا مذہب حق نہوگا اور اگر شق ثانی صحیح ہے تو معاذ اللہ
شسہ ہجری تک بقول جناب کے خدا و رسول روادار شرک و کفر کے رہے
اور فوراً اوسکے امتناع کے احکام صادر نہوے اور شسہ ہجری تک
مذہب اسلام باطل رہا اور خود رسول مقبول صلعم اور اونکے اصحاب
و ازواج شہوت پرست بیرحم جفاکار مشرک آپ کے نزدیک ٹہرائے
کیونکہ اس کثرت سے رقیت جاری رہی کہ شاید کوئی غزوہ اوس سے
خالی رہا ہو ہزارہا لونڈی غلام تک نوبت پہونچی اور متواتر آیات قرآنی مین

اونکے باب مین احکام نازل ہوتے رہے جیسے آپ لوبھی انکار ہین اور یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ باوجود قبیح ہونے رقیبت کے خدا نے اپنے بندون کو اوسکے عمل درآمد کے احکام بتائے اور رسول صلعم کا بھی قول و فعل واجب الاتباع اونکی امت کے واسطے نہ تھا نہ حضرت صلعم نے خدا کی مرضی کے موافق عمل کیا بلکہ کفار ایام جاہلیت کی رسم پر عمل کرتے اور کراتے رہے پس جو نتیجہ آپ کی تقریر کا نکلتا ہے نہ تو رسول صلعم نہ صحابہ و اہل بیت کافر و مشرک و بیرحم بنابر شہوت پرست ہونے سے آپ کے نزدیک محفوظ رہ سکتے ہین اور آپ نے جو رقیبت کی مثال دی ہے دیگر افعال کے ساتھ یعنے شراب خواری اور گھرون مین دروازہ سے نہ آنے کو یا متعہ کو مماثل اوسکا ٹھرایا ہے یہ بھی غلط ہے کیونکہ متعہ ہرگز رسم جاہلیت کی نہ تھی نہ دروازون سے داخل خانہ نہونا شناعت عقلی مین داخل تھا نہ برہنہ ہوکر طواف کرنا مسلمانون مین جاری ہوا کوئی مسلمان کبھی برہنہ ہوکر مرتکب طواف کا نہین ہوا نہ کتب سابقہ مین اوسکا جواز نازل ہوا تھا خود کفار کا ایجاد کیا ہوا وہ فعل تھا جو منع کر دیا گیا اور باپ کی مدخولہ عورت سے نکاح کرنا بھی بعد جاری ہو اسلام کے نافذ نہ رہا یعنے نہ خدا نے اوسکی ترویج کو احکام نازل کیے نہ رسول نے اوسپر عمل کیا نہ وہ سنت نبوی قرار پائی جسطرح مذہب اسلام مین سب ممنوعات حرام ہوتے گئے وہ بھی حرام ہوا آپ کو بڑا مغلطہ واقع ہوا ہے کہ الا ما قد سلف کے یہ معنے سمجھے ہین کہ مدخولہ باپ کی جو قبل نزول آیۂ حرمت کے کسی کے نکاح مین ہو وہ بدستور رہنے دے حالانکہ آیۂ کریمہ کا یہ مطلب ہے کہ یہ گناہ اور فحش بات ہرگز مذہب اسلام مین جائز نہین ہے مگر قبل اسلام کا گناہ معاف ہے یعنے زمانہ کفر مین اگر ارتکاب اس فعل کا کیا ہو تو بعد اسلام مواخذہ نہو گا

کیونکہ اسلام سابق کے گناہون کو رفع کرتا ہے الحاصل تمام ممنوعات
شرعیہ کا قبل نزول امتناع کے جاری رہنا اور اونکی حرمت کا نازل
ہونا مماثل رقیت کا نہین ہے کیونکہ رقیت کے باب مین ابتدا سے
زمانہ موسیٰ سے آج تک کبھی امتناع نازل نہین ہوا اور خود رسول خدا
صلعم کا اوسپر عمل رہا اور انبیاے سابقین کا بھی عمل ہوتا رہا اور وہ
حکم خدا نے نازل فرمایا چنانچہ آپ خود بھی لکھتے ہین کہ توریت مین احکام
رقیت کے موجود ہین اور یہودی مذہب نے اوسکو جائز سمجھا اور
حضرت مسیح نے بھی اوسکی نسبت کچھ نہین کہا اگرچہ توریت مین متعدد
مقامون مین وہ احکام موجود ہین مگر تھوڑے سے احکام آپ کے
اطمینان کے واسطے ہم بھی لکھتے ہین+کتاب خروج باب ۲۱-اب
شروع کی رسوم جو تو اونہین بتاویگا یہ ہین ۲-اگر تو عبرانی غلام مولے
تو وہ چھہ برس تک تیری خدمت کرے اور ساتوین برس مفت آزاد
ہو جاے اگر وہ اکیلا آیا تھا اکیلا جایگا اور اگر وہ جورو والا تھا تو جورو
اوسکے ساتھ جاے گی اگر اوسکے آقا نے اوسکا بیاہ کر دیا اور جورو
اوسکی اوس سے بیٹے اور بیٹیان جنی تو جورو بچون سمیت آقا کی ہوویگی
اور وہ اکیلا چلا جایگا اور اگر یہ غلام صاف کہے کہ مین اپنے آقا اور اپنی
جورو اور اپنے لڑکون کو دوست رکھتا ہون مین آزاد ہو کر چلا نجاونگا
تو اوسکا آقا اوسی قاضیون کے پاس لیجاوے پھر اوسی دروازہ پر
یا دروازہ کی چوکھٹ پر لاوے اور ستاری سے اوسکا کان چھیدے
اور وہ ہمیشہ غلامی کرے ۷- اور اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کو بیچے تاکہ
باندی ہو تو وہ غلامون کی طرح چلی نجایگی اگر آقا اوسکا جسنے اوسے
اپنے لیئے منگیتر کیا اوس سے ناراض ہو تو اوسکا فدیہ دیا جاے اوسکو
روا نہین کہ اوسے اجنبی قوم کے ہاتھ بیچے کیونکہ اوسنے اوس سے

دغابازی کی اور اگر وہ اوسکی منگنی اپنے بیٹے کے ساتھ کرے تو وہ
اوس سے بیٹیون کا سا سلوک کرے ۱۰- اگر وہ اپنے لیے دوسری
لے تو اوسکے کھانے کپڑے اور ہمخوابی مین قاصر نہووے ورنہ وہ
مفت بے روپیہ دیے آزاد چلی جاوے ۲۶-۲۷- اگر کوئی غلام
یا اپنی لونڈی کے آنکھ مین مارے کہ اوسکی آنکھ پھوٹ جاوے یا دانت
توڑ ڈالے تو وہ اوسکے بدلے اوسکو آزاد کرے کتاب پیدایش باب ۱۷
ورس ۲۳ تب ابراہیم نے اپنے بیٹے اسمعیل اور سب خانہ زادون اور
اپنے زرخریدون کو یعنے ابراہیم کے گھر کے لوگون مین جتنے مرد تھے
سب کو لیا اور اوسی روز ختنہ کیا ۱۲ تمہاری پشت در پشت ہر لڑکے کا
جب وہ آٹھ روز کا ہو ختنہ کیا جاویگا گھر کا پیدا یا پردیسی سے خریدا ہوا
جو تیری نسل کا نہین ۱۳ لازم ہے کہ تیرے خانہ زاد اور تیرے زرخرید کا
ختنہ کیا جاوے اور میرا عہد تمہاری جسمون مین عہد ابدی ہوگا باب ۲۰
ورس ۱۰ لیکن ساتوان دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے اوسمین
کچہ کام مکر نہ تو نہ تیرا بیٹا نہ تیری بیٹی نہ تیرا غلام نہ تیری لونڈی وغیرہ
ان احکام اور جب یہ ثابت ہوا کہ اڑھائی ہزار برس پیشتر زمانہ
اسلام سے خدا کے حکم سے رقیت جاری تھی تو اوسکو شنائع عقلیہ مین
داخل کرکے تمام انبیا کو ملعون اور مشرک ٹھہرانا آپ ہی کا کام ہے
نہ کہ دوسرے مسلمان کا دوہرانا کیا ضرور ہے خود جب رقیت حضرت
ابراہیم کا حال توراۃ سے معلوم ہوچکا اور قسطلانی شرح بخاری مین
ذیل حدیث بینما ابراهیم هاجر ومعه سارة الحدیث مین لکھا ہے ان هاجر
كانت مملوكة وقد صح ان ابراهيم اولدها بعد ان ملكها في سرية اهـ
اب تو کچہ شک نہ رہا کہ ہاجرہ لونڈی حضرت ابراہیم کی تھین اور اون سے
اولاد پیدا ہوئی نہین معلوم کہ اس اولاد کو حضرت مخاطب کیونکر

والد کس سے الزام ٹھہرائینگے اور کہان سے کہان پہونچائینگے اور
یہہ ثابت کرینگے کہ جویریہ اور صفیہ اور ماریہ قبطیہ وغیرہ لونڈیان حضرت
ختم رسالت صلعم کی تھین اور یہہ بھی قول صحیح نہین ہے کہ خدا تعالے
نے موجودہ لونڈی غلام قائم رکھے مگر آئیندہ کے واسطے کوئی حکم نازل
نہین ہوا کیونکہ یاایها النبی انا احللنا لک ازواجک التی اتیت
اجورهن وما ملکت یمینک مما افاء الله علیک
وغیرہ آیات مین صاف حکم حلال ہونے لونڈیون کا موجود ہے اور
اگر رقیت فی نفسہ ایسی قبیح تھی کہ اوسکا روا رکھنا ایک لمحہ کے واسطے
بھی بطلان مذہب کی دلیل ہوسکتی ہے اور خدا تعالے شرک کا روادار
سمجھا جاتا ہے تو ہرگز حلال کرنا ممکن نہ تھا خواہ وہ بذریعہ تحفہ بھی ہی
کیون نہو اور یہہ بھی دعوے جناب کا غلط محض ہے کہ احکام خدا کے
موجودہ لونڈی غلام کے باب مین تھی کیونکہ ہر جگہ ما ملکت ایمانکم کا شرح
خلاف قاعدہ کیا ہے جسکو کچھ بھی صرف و نحو سے شعور ہوگا وہ بھی جانتا ہوگا
کہ ماضی مقام صلہ مین واقع ہے معنی مستقبل کے دیتا ہے اور اوامر و
نواہی تو ہمیشہ واسطے زمانہ مستقبل کے ہوتے ہین پس جسقدر کلام
امر و نہی کے طور پر وارد ہوئے ہین وہ ابدی ہین اور ماضی بیشک
معنی مستقبل کے دیگا مبتدی لوگون کو بھی یہہ شعر یاد ہے **شعر**
چار جا ماضی بباید معنیش مستقبله * بعد شرط و هم جزا و نهی و دعا و هم صله
لامحالہ جسقدر آیات مین ماضی مراد لیکر مخاطب فی علم نے جواب دیا ہے
خود باطل ہوگیا اور یہہ فرمانا اونکا غلط ہے کہ لفظ ما ملکت جو ان
آیتون مین آیا ہے اور یہہ لفظ ماضی کا ہے ملکیت مستقبلہ پر دلالت
نہین کرتا چنانچہ آیۃ فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم
مین معنی مستقبل مراد ہونے سے انکار کیا ہے حالانکہ وہ تمام حکم

صیغۂ امر کے ساتھ ہے جو زمانہ آئندہ پر بخوبی دلالت کرتا ہے مخفی نرہو
کہ اگر جناب مخاطب کی تفسیر صحیح ٹھہرے تو آیۃ کے یہ معنی ہونگے
کہ اے مسلمانون اگر متعدد جورو کرنے مین تمکو خوف ہو کہ تم عدل
نہ کر سکوگے تو قیامت تک یہی حکم ہے کہ ایک زوجہ نکاحی رکھو اور
موجودہ لونڈیان اپنی مباشرت کے واسطے رہنے دو غور کرنا چاہیے
کہ حکم دوامی واسطے ہر مسلمان کے ہے اور لونڈیان موجودہ تا قیامت
زندہ نہین رہ سکتین پھر بعد مرنے لونڈیون کے کوئی حکم ہر مسلمان کی
واسطے باقی نہین رہتا ہے کہ جب متعدد زوجات مین عدل نکر سکے
اور ایک نکاح اوسکو کافی نہو تو وہ کیا کرے اور کسواسطے زمانۂ ماضی
کے مسلمان اور زمانہ مستقبل کے مسلمانون کا حکم واحد نہ ہے اب
اور تماشا دیکھیے کہ حضرت مخاطب نے لونڈیون کو بھی بلا نکاح حلال
نہین ٹھہرایا ہے بلکہ آیۃ کا یہ حکم بنایا ہے کہ لونڈیون سے نکاح کرلو
حالانکہ اونکی تفسیر بالرای محض غلط ہے کیونکہ جب لونڈی کو آزاد
کرکے نکاح کیا جائیگا تو وہ بھی مثل دیگر ازواج کے ہوجائیگی اور عدل کرنا
ضرور ہوگا تو جس خوف سے وہ نکاح تجویز ہوا تھا بدستور قائم رہیگا
ورنہ یہ لازم آتا ہے کہ باوجود زوجۂ نکاحی ہونے کے بھی عدل کا امتناع
ہوگیا حالانکہ کوئی ذی علم ایسا گمان بھی نہین کرسکتا ہے لامحالہ اصلی
معنی آیت کے وہی قرار پاوینگے جو مفسرین نے لکھے ہین یعنے
اگر متعدد زوجات مین عدل نکر سکو تو لونڈیون کے ساتھ مباشرت
حلال ہے اور اون مین عدل کی ضرورت نہین اور خوف کا علاج
ہوجاتا ہے کیونکہ لونڈیان زوجات کے برابر نہین ہوتی ہین چنانچہ
تفسیر کشاف مین ہے او ما ملکت ایمانکم سوّی فی السہولۃ
والیسر بین الحرۃ الواحدۃ وبین الاماء من غیر حصر ولا توقیت عدد

ولعمری انهن اقل تبعة واقصر شغبا واخف مؤنة من
المهائر لا علیک ای اکثرت منهن ام اقللت عدلت بینهن فی القسم
او لم تعدل عزلت عنهن ام لم تعزل وقرأ ابی عبیلۃ و ما ملکت فی ذلک اشارة
الی اختیار الواحدة والتسری انتهی بلفظہ قولہ آیۃ دوم والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم

اس آیۃ کی تفسیر مین امام رازی نے لفظ احصان کے چار معنی لکھے ہین
حریت عفت اسلام ذات الازواج سو اس مقام پر ہم معنے
حریت کے اختیار کرتے ہین نہ عفت و اسلام و ذات الازواج کے
کیونکہ ذات الازواج مراد ہونے کی کوئی دلیل عقلی یا نقلی مفسرین کے
پاس نہین ہے جسکو خدا نے ضلالت تقلید سے بچایا ہوگا اور خدا
کے کلام کو اوس ادب سے دیکھے گا جسکا وہ مستحق ہے تو یقین کریگا
کہ لڑائی کی قیدیون سے یہ آیۃ متعلق نہین ہے پس لفظ متعدد المعنی سے
ایک معنی معین ایک مسئلہ عظیمہ کے اخذ کرنے کو مقرر کرنے کے لیے
کوئی دلیل عقلی یا نقلی چاہیے سو امام رازی کے پانچ قیاس کے
نہ کوئی دلیل عقلی ہے نہ نقلی اور جہان یہ لفظ آیا ہے آزاد عورتین ہی
مراد لی گئی ہین انتہی محصلاً **اقول** کاش جو نصیحت امام رازی رح کو
آپ کر رہے ہین اوسپر خود عمل کرتے اور بمقابلہ نصوص قطعیہ کے مجرد وہم
و گمان سے حلال کو حرام نہ ٹھہراتے ہمکو کمال تعجب ہے کہ تفسیر
کبیر مین دلیل عقلی و نقلی واسطے اختیار کرنے معنی ذات الازواج کے
صاف و صریح موجود ہے اگر آپ نقل نکرین یا عبارت تفسیر کے معنی
نہ سمجھین تو امام رازی رح کا کیا قصور ہے خیر اب ہم وہ عبارت تفسیر کبیر
کی لکھے دیتے ہین جسمین دلیل عقلی بیان ہوئی ہے وهی هذه الدلیل
علی ان المراد ذلک انہ تعالی عطف المحصنات علی المحرمات فلا بد ان یکون
الاحصان سببا للحرمة ومعلوم ان الحریة والعفاف والاسلام لا تاثیر له فی ذلک

فوجب ان یکون المراد منه المزوجة لان کون المرأة ذات زوج له تاثیر فی کونها محرمة
علی الغیر بلفظہ یعنے سبب حرمت کا آیۃ مین صرف احصان ہے اور اوسکی تین معنی
حریت اسلام عفت ایسی ہین کہ وہ مانع زوجیت فی نفسہ نہین ہوسکتی کیونکہ آزاد عورت
یا مسلمان عورت یا عفیفہ عورت کا کسی کے ساتھ نکاح ہونا منع نہین ہے
لامحالہ معنی چہارم متعین ہونگے وہ کیا ہین ذات الازواج ہونا کیونکہ
شوہر کا موجود ہونا مانع ہے واسطے اختیار کرنے دوسرے شوہر کے
پس معنی ذات الازواج کے والمحصنات مین متعین ہوجائینگے فقط
جناب عالی غور فرمائیے کہ اس سے زیادہ کیا عمدہ دلیل ہوگی باقی رہی
دلیل نقلی سو جسطرح اور جگہ آیات قرآنی کا نشان دیا ہے یہان بھی
دیا ہے چنانچہ عبارت دلیل نقلی کی یہ ہے ومن رابعها کون المرأة ذات
زوج یقال امرأة محصنة اذا کانت ذات زوج وقوله والمحصنات
من النساء الا ما ملکت ایمانکم یعنے ذوات الازواج بلفظہ
اب تو سوا اسکے کچھ چارہ نہین ہے کہ آپ اپنی غلط بیانی پر افسوس
کرین مجکو خیال ہوتا ہے کہ جناب مخاطب جب سخت مجبور ہونگے تو
امام رازی کی تکذیب پر آمادہ ہوکر فرمائینگے کہ کسی حدیث سے
ثبوت اس بات کا نہین ہے کہ ذات الازواج مراد ہین تو مجرد قول امام
رازی کا ہم نہین مانتے لہذا مین حضرت مخاطب کا بخوبی اطمینان
کیے دیتا ہون اور حدیث بھی پیش کرتا ہون تاکہ پھر سر اوٹھانے کو
جگہ نرہے صحیح ترمذی مین ہے عن ابی سعید الخدری قال اصبنا
سبایا یوم اوطاس ولهن ازواج فی قومهن فذکروا ذلک
لرسول الله صلعم فنزلت والمحصنات من النساء الا ما ملکت
ایمانکم هذا حدیث حسن وهکذا روی الثوری عن عثمان البتی عن
ابی الخلیل عن ابی سعید وابو الخلیل اسمه صالح ابن ابی مریم وروی

۵۷ یعنے ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ کہا اونھون نے پہونچین ہمکو پاس لونڈیان اوطاس کے دن اور اونکی قوم مین اونکی ازواج بھی تھے لوگون نے آن حضرت صلعم سے عرض کیا تب یہ آیت والمحصنات نازل ہوئی ۱۲

همام هذا الحديث عن قتادة عن صالح ابی الخليل عن ابی علقمة
الهاشمی عن ابی سعيد عن النبی صلعم حدثنا ابن الملک عبد بن حميد نا
حبان بن هلال نا همام بلفظه اور سنن ابو داؤد میں ہے باب فی وطی السبایا حدثنا
عبيد الله بن عمر بن ميسرة نا يزيد بن زريع نا سعيد عن قتادة عن صالح
ابی الخليل عن ابی علقمة الهاشمی عن ابی سعيد الخدری ان رسول صلعم
بعث يوم حنين بعثا الی اوطاس فلقوا عدوهم فقاتلوهم فظهروا عليهم
واصابوا لهم سبايا فكان اناسا من اصحاب رسول الله صلعم تحرجوا
من غشيانهن من اجل ازواجهن من المشركين فانزل الله تعالى
فی ذلك والمحصنات من النساء الا ما ملكت ايمانكم ای فهن لهم حلال
اذا انقضت عدتهن انتهى بلفظه اور صحيح نسائی میں ہے عن ابی سعيد الخدری
ان نبی الله صلی الله عليه وسلم بعث جيشا الی اوطاس فلقوا عدوا
فقاتلوهم وظهروا عليهم فاصابوا عليهم سبايا لهن ازواج فی
المشركين فكان المسلمون تحرجوا من غشيانهن فانزل الله
عز وجل والمحصنات من النساء الا ما ملكت ايمانكم ای هذا لكم
حلال اذا انقضت عدتهن بلفظه اور موطا امام مالک میں ہے ما جاء فی الاحصان
مالك عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب انه قال المحصنات
من النساء اولات الازواج ويرجع ذلك الی ان الله حرم الزنا
بلفظه اور موطا امام محمد میں بھی بعینہ موجود ہے اور صحيح مسلم میں ہے حدثنی عبيد الله
بن عمر بن ميسرة القواريری قال نا يزيد بن زريع قال نا سعيد بن
ابی عروبة عن قتادة عن صالح ابی الخليل عن ابی علقمة
الهاشمی عن ابی سعيد الخدری ان رسول الله صلی الله عليه
وسلم يوم حنين بعث جيشا الی اوطاس فلقوا عدوا فقاتلوهم
فظهروا عليهم واصابوا لهم سبايا فكان ناسا من اصحاب رسول الله صلعم

فرمائی یعنی وہ لونڈیاں حلال ہیں جب انکی عدت گذر جاوے ۱۲

ع۳ اسکا حاصل ترجمہ وہی ہے جو حدیث سابق میں ابھی گذرا ۱۲

ع۴ یعنی سعید ابن مسیب نے کہا کہ عورتیں محصنات سے مراد شوہر والیاں عورتیں ہیں اور مقصود اس سے یہ ہے کہ اللہ نے زنا حرام فرمایا ۱۲

ع۵ اسکا ترجمہ بعینہ صفحہ گذشتہ میں لکھا گیا ہے ۱۲

تحرجوا من غشيانهن من اجل ازواجهن من المشركين فانزل الله عز وجل في ذلك
والمحصنات من النساء الا ما ملكت ايمانكم اي فهن حلال لكم اذا انقضت عدتهن
فيه ايضا ان ابا علقمة الهاشمي حدث ان ابا سعيد الخدري حدثهم ان نبي الله صلعم
بعث يوم حنين سرية بمعنى حديث يزيد بن زريع غير انه قال الا ما ملكت
ايمانكم منهن فحلال لكم ولم يذكر اذا انقضت عدتهن فيه ايضا وحدثنيه
يحيى بن حبيب قال نا خالد يعني ابن الحارث قال نا شعبة عن قتادة بهذا الاسناد
نحوه ايضا فيه وحدثنيه يحيى بن حبيب الحارثي قال نا خالد بن الحارث
قال نا شعبة عن قتادة عن ابي الخليل عن ابي سعيد قال اصابوا
سبايا يوم اوطاس لهن ازواج فتخوفوا فانزلت هذه الآية والمحصنات
من النساء الا ما ملكت ايمانكم ايضا فيه وحدثني يحيى
بن حبيب قال نا خالد يعني ابن الحارث قال نا سعيد
عن قتادة بهذا الاسناد نحوه انتهى بلفظه

احادیث موصوفہ سے ثابت ہوا کہ جب غزوۂ اوطاس مین بعد فتح مکہ کے سبی لونڈیان پکڑی آئین اور اونکے ساتھ مباشرت کرنے مین صحابہ کو یہ شک ہوا کہ اونکے شوہر موجود تھے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ ذوات الازواج عورتین حرام ہین مگر لونڈیان شوہردار حرام نہین ہین اب تو کچھ شک نہ رہا کہ ذوات الازواج کی تفسیر صحیح اور مدلل باحادیث صحیحہ ہے **فائدۂ جلیلہ** اگر غور کیا جاوے تو اب تمام رسالہ تبریۃ الاسلام کا جواب شافی تمام ہوچکا اور ضرورت زیادہ بحث کی باقی رہی کیونکہ بڑا اہتمام مخاطب عالی مراتب نے اسی امر مین کیا تھا کہ جسطرح بن پڑے آیۃ متعہ وقت اکا نزول ۸ ہجری زمانہ فتح مکہ مین قائم کرکے کہدیا جاوے کہ وہ سب سے اخیر آیت ہے لہذا تمام آیات ما بقی کی ناسخ ہے مگر خدا کے فضل سے خاکسار نے

۵۷ یعنی ابو سعید سے روایت ہے کہ کہا اونھون نے کہ ملین اہل اسلام کو لونڈیان اوطاس کے دن اور اونکے شوہر موجود تھے پس لوگون نے خوف کیا تب آیت والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم نازل ہوئی ۱۲

احادیث صحاح ستہ سے ثابت کر دیا کہ بعد فتح مکہ کے استرقاق اس
زور شور سے جائز اور حلال کیا گیا کہ خاص آیۃ قرآنی نازل ہوئی اور
شوہر دار لونڈیاں بھی حلال کی گئین اب اگر تبرعاً بفرض محال قول
جناب مخاطب کا ہی مان لیا جاوے کہ آیۃ ما قد سلف یعنی زمانہ
فتح مکہ مین نازل ہوئی تو بھی آیۃ ثانیہ والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم
سے منسوخ ہوگئی اب تو سارا طلسم بنایا ہوا حضرت مخاطب کا ٹوٹ گیا
اور خدا کی طرف سے مُہر اونکے مُنہ کے واسطے پہونچ گئی اسکے بعد
اونکو یہی کہنا پڑیگا کہ ہمکو صحاح ستہ کی کوئی حدیث پسند نہین ہے
اہل یوروپ نیچریون کی تقلید سب پر غالب ہے کوئی حدیث
نہ مانین گے اپنی ہی کہے جائینگے خود رسول صلعم بھی معنی قرآن
کے معاذ اللہ نہ سمجھے نہ کوئی صحابی سمجھتے تھے جناب اپنی عقل سے
زمانۂ نزول آیۃ سورۂ محمد کا جو فرماوین وہی وحی آسمانی ٹھہرے
تسپر ہمارے اکابر کو ضلالت وغیرہ الفاظ سے یاد کرتے ہین اور
حدیث من فسر القران برایہ فلیتبوء مقعدہ من النار سے نہین ڈرتے فایدہ
احادیث مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بدون انقضاے عدت کے
وطے ساتھ لونڈیون کے جائز نہین ہے اور مؤید ہمارے قول کی یہ
حدیث سنن ابی داؤد کی انہ قال فی سبایا اوطاس لا توطأ حامل
حتے تضع ولا غیر ذات حمل حتی تحیض حیضۃ انتہی بلفظہ
پس معلوم ہوا کہ حاملہ جب تک وضع حمل نکرے اور غیر حاملہ کی جب تک
مدت حیض کی نگذرے وطی جائز نہین ہے تو باوجود اسقدر احتیاط
کے بھی حرکت بہائم نام رکھنا کسقدر بیجا کی ہے جس شخص کو خدا نے
ضلالت تقلید فلاسفہ سے اندھا نکر دیا ہوگا اور خدا و رسول کے
کلام کو بے ادبی اور خود رائی سے نہ دیکھتا ہوگا ہرگز حلال کو حرام نہ کہیگا

فافہم **قولہ** تفسیر کبیر مین بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ جسطرح اور جگہ
اس لفظ کے معنے آزاد عورتون کے ہین اسیطرح اس جگہ بھی آزاد عورتین
مراد ہین چنانچہ اوسمین لکھا ہے ان المراد ههنا بالمحصنات
الحرائر والدليل عليه قوله تعالى بعد هذه الاية ومن لم يستطع
منكم طولا ان ينكح المحصنات المؤمنات فمن ما ملكت ايمانكم ذكر ههنا
المحصنات ثم قال بعده ومن لم يستطع منكم طولا ان ينكح المحصنات
كان المراد بالمحصنات ههنا ما هو المراد هناك ثم المراد من المحصنات
هناك الحرائر فكذا ههنا چنانچہ تفسیر کبیر مین کہا ہے الاول المراد منه العدد
الذي جعله الله ملكا لكم وهو الاربع الخ مختصرا

اقول اسمقام کے اردو ترجمہ مین علاوہ سخت کلامی و بدزبانی کے
حضرت مخاطب نے اپنی طرف سے وہ عبارتین بڑھا دی ہین جو
اصل عبارت تفسیر کبیر مین نہین ہین اور عبارت تفسیر کبیر مین بھی
تحریف کی ہے اوپر کی عبارت اوڑا دی ہے اور ترجمہ مین جو یہ لکھا ہے
کہ یہی ٹھیک تفسیر ہے خدا کے کلام الا ما ملکت ایمانکم کی
کسی جملہ تفسیر کبیر کا ترجمہ نہین ہے اور خود بدولت نے جو ارشاد
فرمایا ہے کہ رقیت مستقبلہ ثابت نہین ہوتی یا ذوات الازواج
مراد ہونا صحیح نہین ہے اس قابل نرہا کہ اوسکے جواب مین ہم زیادہ
بحث کرین کیونکہ احادیث صحیحہ سے ہم ثابت کر چکے کہ ذوات الازواج
مراد ہین تو بطور احتمالات کے جیسا کہ داب تفسیر کبیر کا ہے ذکر کرنا
دوسرے معنی کا بھی اگر صحیح مان لیا جاوے مفید مدعا نہین ہے
تعجب ہے کہ دعوی حضرت مخاطب کا اسی رسالہ مین یہ تھا کہ ہم کسی
عالم کی تقلید نکرینگے کتاب و سنت سے اپنی تفسیر کو ثابت کرینگے
مگر پہلی ہی بسم اللہ دعوے باطل ہو گیا احادیث صحیحہ کو چھوڑ کر خود ہی احتمالات

سبینہ علما پر الزام دینے لگے اور تقلید کی ظلمت وضلالت اختیار کی گئی
اب خاکسار عرض کرتا ہے کہ تفسیر کبیر کی پوری عبارت ہرگز آپکے دعوی پر
برہان نہین ہوسکتی نہ اوسکا وہ مطلب معلوم ہوتا ہے جوکہ آپ نے
بیان فرمایا ہے بلکہ تمام عبارت تفسیر کبیر کا دو آیتون کے معنی ملاکر
یہ مقصود ہے کہ امام صاحب نے والمحصنات کی تفسیر مین دو قول لکھے ہین
اول ذوات الازواج اور اونکا حلال ہونا بوجہ رقیت کے **دوسرا**
حرائر اور اونکی حلت بوجہ نکاح کے اور اول کو مختار قرار دیا ہے اور
اوسپر یہ دلیل لائے ہین کہ جو معنی آیۃ ثانیہ یعنے والذین ھم
لفروجھم حافظون الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم
مین مراد ہین وہی اس جگہ مراد ہین ابتو صرف اسیقدر دیکھنا
کافی ہے کہ آیۃ ثانیہ کی تفسیر مین امام صاحب نے یہی لکھا ہے
جو ہم بیان کرتے ہین یا وہ لکھا ہے جو جناب والا کا قول ہے
کیونکہ تناقض کلام مین امام رازی کے نہوگا نہ یہ ہوسکتا ہے کہ
ایک ہی آیۃ کی تفسیر مختلف دوجگہ بیان کرتے پس مجکو ضرور ہوا کہ
پہلے آیۃ ثانیہ کی تفسیر نقل کردون تاکہ اصلی مقصود امام رازی کا متعین
ہوجاے چنانچہ عبارت اونکی یہ ہے السؤال الثانی ھلا قیل
من ملکت الجواب لانہ اجتمع فی السریۃ وصفان احدھما
الانوثۃ وھی مظنۃ نقصان العقل والاخر کونھا بحیث تباع
وتشتری کسائر السلع فلاجتماع ھذین الوصفین فیھا جعلت
کانھا لیست من العقلاء بلفظ یعنے ما ملکت ارشاد ہوا
اور من ملکت نفرمایا اسکی یہ وجہ ہے کہ لونڈیون مین دو وصف
جمع ہین **اول** انوثت جو نقصان عقل چاہتی ہے **دوسرے**
وہ مثل اور اجناس کے بیع وشری کی جاتی ہین تو گویا ذوی العقول سے نہین

۵۱ یعنے سوال دوسرا یہ ہے کہ کیون کہا گیا من ملکت جواب اسکا یہ ہے کہ لونڈی میں دو وصف ہوتے ہین ایک انوثیہ اور اسکے باعث سے نقصان عقل کا گمان ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ وہ مثل اور اسباب کے خرید فروخت مین آتی ہے تو بوجہ ان دونون صفتون کے غیر ذوی العقول سے شمار کیا گیا ۱۲

نہین ہین لہذا حرف من کا جو ذوی العقول کے واسطے ہے لانا
ضرور نہوا بلکہ حرف ما مستعمل ہونا درست ہے اس عبارت سے
صاف ظاہر ہے کہ لونڈیان مراد ہین جو بیع وشرے کی جاتی ہین
علاوہ اسکے کہ لفظ ازواجہم مین چار عورتین جو حلال ہین خود داخل
ہین پھر او ماملکت ایمانہم سے اگر بقول مخاطب کے چار عدد مراد ہون
تو معنی آیت کے بگڑ جائینگے یعنے یہ معنی ہوجائینگے کہ حلال ہے
وطی کرنا ساتہ بے انتہا زوجات کے یا چار عورتون کے کوئی ذی علم
ایسی مراد آیت کی قبول نہین کریگا پھر کیونکر امام رازی اوسکو
اختیار کرتے تنبیہ جناب مخاطب نے او ماملکت ایمانہم کے ترجمہ مین حرف اوکا
ترجمہ یا لکھا ہے اب اونکو گنجائش نہین رہی ہے کہ دوسری طرح تاویل اوس
حرف کی کرسکین فقد بر الحاصل جب ہم ثابت کرچکے کہ جس آیت کو اپنے
دعوے پر امام رازی نے بطور دلیل کے لکھا تھا وہان مراد لونڈیان
ہین نہ عدد ازواج کا تو ضرور ہے کہ عبارت تفسیر والمحصنات
مین بھی امام صاحب کی مراد خلاف اوسکے نہوگی ورنہ لازم
آتا ہے کہ دعوے کچھ ہو دلیل کچھ ہو پس متعین ہوگیا کہ شروع
تفسیر آیۃ مین جو دو شق امام نے اختیار کیے ہین اول فروات الازواج
ثانی حرائر اور نہین دونون شقون مین سے اول کو مختار
قرار دیا ہے حضرت مخاطب نے شق ثانی کے فروع مین سے
اول وثانی دیکھکر اوسکے اول کو مختار قرار دے دیا حالانکہ
تفسیر کبیر کا داب تحریر یہ ہے کہ ایک ایک شق مین
دور دور تک احتمالات کثیرہ لکھتے چلے جاتے ہین
اور جبتک اوپر سے ملاکر تمام عبارت نہ پڑھی جاوے
مطلب سمجھ مین نہین آتا ہے اور احتمالات مین بھی بعض جگہ

بحث ختم نہین کرتے اور قول فیصل نہین لکھتے ہین مگر یہان فصل الاول

فی تفسیر قوله الا ما ملکت ایمانکم وهو المختار ویدل علیہ قوله تعالی

والذین هم لفروجهم حافظون الا علی ازواجهم او ما ملکت

ایمانهم جعل الله ملک الیمین عبارة من ثبوت الملک فیها

فوجب ان یکون ههنا مفسرا بذلک الخ

ایسا صاف کلام ہے جسکے معنے وہ ہی ہین کہ جو مراد دوسری آیۃ مین

ہے وہی یہان مراد ہے اور دوسری آیۃ مین رقیت مراد ہے یہان بھی

رقیت مراد ہے جو ذوات الازواج کی حرمت سے مستثنے ہوئی ہو

اب ہم وہ عبارت تفسیر کبیر کی لکھتے ہین جو مخاطب نے چھوڑ دی ہے

اور وہ اول جسپر اشارہ ہوا وہی عبارت متروکہ ہین ملیگا وهی هذا المسئلة الرابعة

ثم قوله والمحصنات من النساء فقولان احدهما المراد منها ذوات الازواج
وعلى هذا التقدير ففي قوله الا ما ملكت ايمانكم وجهان الاول ان
المرأة اذا كانت في تزوج حرمت على غيره وجها الا اذا صارت ملكا
للانسان فانها تحل للمالك الثاني ان المراد بملك اليمين ههنا
ملك النكاح والمعنى ان ذوات الازواج حرام عليكم الا اذا
ملكتموهن بنكاح جديد بعد وقوع البينونة بينهن وبين ازواجهن
والمقصود من هذا الكلام الزجر عن الزنا والمنع من وطيهن الا
بنكاح جديد او بملك يمين انكانت المرأة مملوكة وعبر عنهن في ذلك
بملك اليمين لان ملك اليمين حاصل في النكاح وفي الملك القول الثاني
ان المراد ههنا بالمحصنات الحرائر والدليل عليه قوله تعالى
بعد هذه الاية ومن لم يستطع منكم طولا ان ينكح المحصنات
المومنات فمن ما ملكت ايمانكم ذكر ههنا المحصنات
ثم قال بعده ومن لم يستطع منكم طولا ان ينكح المحصنات كان المراد
بالمحصنات ههنا ما هو المراد هناك ثم المراد من المحصنات هناك الحرائر فكذا ههنا
وعلى هذا التقدير ففي قوله الا ما ملكت ايمانكم وجهان الاول المراد منه
العدد الذي جعله الله ملكا لكم وهو الاربع فصار التقدير حرمت عليكم
الحرائر الا العدد الذي جعله الله ملكا لكم وهو الاربع الثاني الحرائر
محرمات عليكم الا ما اثبت الله لكم ملكا عليهن وذلك عند حضور الولي
والشهود وسائر الشرائط المعتبرة في الشريعة فهذا الاول في تفسير قوله الا
ملكت ايمانكم هو المختار ويدل عليه قوله تعالى والذين هم لفروجهم حافظون
الا على ازواجهم او ما ملكت ايمانهم جعل ملك اليمين عبارة عن ثبوت
الملك فيها فوجب ان يكون ههنا مفسرا بذلك لان تفسير كلام الله بكلام الله
اقرب الطريق الى الصدق والصواب والله اعلم انتهى بلفظه

سبحان اللہ جناب مخاطب نے اوپر کی عبارت تو اوڑا ہی دی تھی
وسط عبارت مین بھی القول الثانی کا لفظ حذف کیا تاکہ کوئی قول اول
اوس سے پہلے کا معلوم ہونے پاوے جسکی طرف اشارہ ہے
اور ایک جملہ کا جملہ وعلے ہذا التقدیر ففی قولہ الا ماملکت ایمانکم وجہان
نوش جان فرمایا جسقدر عبارتون سے قول اول شروع تفسیر کبیر کا
اشارہ نکلتا تھا اوسنے خوب ہی بچ کر نکل گئے اور ترجمہ بھی خلط خوا
لکھدیا واہ کیا کہنا ہے اور اگر پھر بھی آپ نہ مانین اور یہی فرمائیے
کہ مختار امام رازی کا وہ ہی قول ہے جو ہمنے سمجھا ہے تو خاکسار
عقدہ ہی ختم کرتا ہے اور امام صاحب کی اسی آیۃ کے متعلق تفسیر
عبارت جو آپ نے چھوڑ دی ہے لکھ دیتا ہے تاکہ معلوم ہو جاوے
کہ امام رازی چونکہ شافعی مذہب ہین ذوات الازواج ہونے سے
اپنے مذہب مختار کو مدلل کر رہے ہین چنانچہ فرماتے ہین حجۃ
الشافعی ان قولہ والمحصنات من النساء یقتضی تحریم ذات
الازواج ثم قولہ الا ماملکت ایمانکم یقتضی ان عند جریان
الملک ترتفع الحرمۃ ویحصل الحل بلفظہ یعنے
امام شافعی کی یہ حجت ہے کہ والمحصنات من النساء سے ذوات الازواج
کی حرمت نکلتی ہے مگر الا ماملکت ایمانکم سے بسبب ملک ہو جانیکے
حرمت جاتی رہتی ہے لا محالہ ذوات الازواج مراد ہونا قابل انکار نہین
فائدہ امام رازی نے جو احتمال معنی حرائر کا لکھا ہے وہ قرات شاذ
والمحصنات بالکسر کے لحاظ سے لکھا ہے مگر بالفتح جو قرات متواترہ
ہے محصنات سے مراد ذوات الازواج ہی لکھی ہے چنانچہ
فرماتے ہین دوسری آیت ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات الخ
کی تفسیر مین قرأ الکسائی المحصنات بکسر الصاد الی قولہ وقرأ الباقون بالفتح

فالفتح معناہ ذوات الازواج والکسر معناہ العفاف والحرائر واللہ اعلم

اور چونکہ آیۃ ثانیہ کا حوالہ والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم مین بھی دیا ہے تو یہ اشارہ ہے اوسی قرات بالکسر کی طرف فافہم جناب مخاطب نے جو یہ فرمایا ہے کہ اگر ما ملکت ایمانکم سے لونڈیان ہی مراد لی جاوین تو بھی آیۃ کے معنے یہ ہونگے کہ تمپر آزاد عورتین حرام ہوئی ہین مگر وہ عورتین جو پہلے آزاد تھین مگر اب تمہاری لونڈیان ہو چکی ہین خاکسار عرض کرتا ہے کہ وہ آزاد عورتین اگر قبل استرقاق کے کافر تھین اور بوجہ رقیت کے حلال ہوگئین تب تو ہمارا مطلب حاصل ہے نہ آپ کا اور اگر مسلمان آزاد عورتین مراد ہے تو وہ لونڈیان کسطرح نہین ہوسکتی تھین آپ کی تفسیر سے کچھ فائدہ آپ کو حاصل نہوگا تنبیہ اگر ہم بھی تسلیم کرلین کہ آزاد عورتین مراد ہین تب بھی احتمال معنی ثانی کا باقی رہتا ہی جو آپ کی مذاق کو بگاڑتا ہی یعنے عدد مراد لینا آپ کی نزدیک غلط نہین ہے چنانچہ آیۃ الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم مین خوشی سے آپ نے مراد لی ہی ہم بھی کہ سکتے ہین کہ والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم کے یہ معنی ہین کہ حرام ہین حرائر چار سے زیادہ مگر لونڈیان عدد مذکور مین داخل نہین ہین چار سے زیادہ بھی حلال ہین فرمائیے اب تفسیر جناب کی کہان جاویگی اور کس کام آئیگی فتدبر **قولہ** آیۃ سوم ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المومنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المومنات یعنے اور جو کوئی تم مین سے بخوبی مقدور نرکھتا ہو کہ مسلمان آزاد عورتون سے نکاح کرے تو جو عورتین تمہارے ہاتھون کی ملک ہوچکی ہین اونمین سے جو مسلمان چھوکریان ہین اونسے نکاح کرے بلفظہ **اقول** آپنے عجیب عبارت معنی آیۃ مین لکھی ہے جسکا صاف مطلب نہین معلوم ہوتا اگر یہ مراد ہے کہ آزاد مسلمان عورتون سے نکاح کرنیکا مقدور نہو تو جہاد کی لونڈیون سے جو مسلمان ہوگئی ہون نکاح کرلیا کرو کیونکہ اونکا مہر بھی کم ہوسکتا ہے تب تو

ملت استرقاق کی لازم آئے گی اور آپ کا مطلب فوت ہو جائیگا کیونکہ
یہ حکم عام ہے واسطے دوام کے اور امر ہمیشہ واسطے مستقبل کے
ہوتا ہے تو استرقاق کا حکم بھی دوامی ٹھہرے گا اور بدون جواز استرقاق
کے میسر آنا لونڈیون کا بطور ملک یمین کے اور پھر اونکا مسلمان ہونا اور
کسی مسلمان کا اون سے نکاح کرلینا آئندہ کے واسطے محال ہو جائے گا
لامحالہ معنے مستقبل اختیار کرنے پڑینگے اور یہ کسیطرح قرین عقل نہین ہے
کہ بعد انقطاع زمانہ نزول آیت کے جب لونڈیان موجودہ مرجاوین اور
آئندہ رقیت حرام کیجاسے تو مفلس مسلمانون کے واسطے آیت مین
کوئی حکم ہی باقی نرہے اور وہ حکم مخصوص اوسی زمانہ کے مسلمانون کے
واسطے رہ جاسے حالانکہ تخصیص کا کوئی لفظ مذکور نہین ہے اور
تاقیامت جو مسلمان مفلس ہون وہ اوس تسہیل سے محروم کیے جاوین
جنکے واسطے آیت نازل ہوئی ہے لامحالہ آپ کی سب بحث بیکار ہو جائیگی
اور اگر یہ مراد ہے کہ لفظ ملک سے ملک نکاح سمجھنی چاہیے اور آزاد
مسلمان عورتین مقصود ہین تب تو آیۃ کے یہ معنی ٹھہرینگے کہ جو مسلمان
مفلس ہو وہ اون آزاد عورتون مین سے جو بسبب ملک نکاح کے اوسکی
زوجیت مین ہون کسیکو زوجیت مین لے آوے یا یون کہو کہ جو مسلمان
مفلس آزاد عورت مسلمان سے نکاح نکرسکے تو کسی آزاد عورت مسلمان
سے نکاح کرے پھر کیت کوئی ذی علم ایسی واہیات بات زبان سے بھی
نہین نکال سکتا فکیف تفسیر اب ہم معنے آیت کے موطا امام مالک سے
بیان کرتے ہین قال مالک لایحل نکاح امۃ یہودیۃ ولا نصرانیۃ لان
اللہ تبارک وتعالی یقول فی کتابہ والمحصنات من المومنات والمحصنات
من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم فہن الحرائر من الیہودیات والنصرانیات و
قال تعالی ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المومنات

ترجمہ کہا مالک نے نہین حلال نکاح یہودی کی اور نصرانی لونڈی کا اس واسطے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اپنی کتاب مین اور حلال ہوتین تمکو قید والیان عورتین مسلمان اور قید والیان عورتین اہل کتاب کی ... پس وہ قید والیان آزاد عورتین یہودیان اور نصرانیان ہین اور فرمایا ... ۱۲

فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المومنات یعنی الاماء المومنات
انتہی بلفظہ ابتو کچھ شک نرہا کہ آیت مبحوث عنہا مین الاماء المومنات
یعنے لونڈیان مومنات مراد ہین لامحالہ خیالات بے اصل مخاطب
کے مقابلہ مین ہمکو موطا امام مالک بہت ترجیح کے لائق معلوم ہوتی ہے
اور ضرورت نہین رہی کہ مفسرین کے اقوال بھی نقل کیے جاوین
کما لایخفی **قولہ** آیت چہارم و پنجم و ششم و ہفتم و ہشتم و نہم و دہم و یازدہم
مین ما ملکت کا ترجمہ ہے مالک ہو چکے رقیت مستقبلہ نہین نکلتی **اقول**
سب آیتون کے احکام امر و نہی مین نازل ہوئے ہین اور ماضی بمقام
حال مین واقع ہے اور بسبب امر و نہی کے جو ہمیشہ واسطے مستقبل
ہوتا ہے احکام ابدی کے ساتھ معنے مستقبل ما ملکت ایمانکم کے لینے
ضروری ہین خلاف محاورہ عرب کے جو معنے جناب نے اختیار کیے ہین
قطعیت اوسکی محتاج برہان ہے وانی لکم ذلک **قولہ** آیۃ دوازدہم
یا ایہا النبی انا احللنا لک ازواجک التی آتیت اجورہن وما ملکت
یمینک مما افاء اللہ علیک اللہ صاحب نے سورۂ احزاب مین
فرمایا ہے کہ اے نبی ہمنے حلال کین تیرے لیے تیری جورو ین
جنکا مہر تو دے چکا ہے اور جو تیرے ہاتھون کی ملک ہو چکی ہین
اون مین سے جنکو اللہ نے تجکو دیا ہے یہ وہ آیۃ ہے جسمین احکام
ازدواج مطہرات کے مذکور ہین اور اسکے بعد کی آیۃ مین انحضرت صلعم کو
اسکے بعد اور کسی عورت سے ازدواج کرنے سے امتناع آیا ہے
اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم کے ازدواج
کی کوئی احکام خاص نہ تھے بلکہ جسطرح کہ عرب مین ازدواج کا دستور تھا
اوسیطرح پر ازدواج ہوا تھا البتہ متبنے کی زوجہ کے بعد طلاق حرام ہونیکی
نسبت احکام صادر ہوئے تھے الی قولہ قبل نزول اس آیت کی مقوقس

مصر کے بادشاہ نے دو لونڈیاں ایک ماریہ قبطیہ دوسری سیرین بطور
تحفہ کے بھیجی تھیں اونہیں سے ماریہ قبطیہ بموجب رسم عرب کے حضرت
کے تصرف میں تھیں اسطرح جو تحفہ آئے تو عربی میں فی کہتے ہیں
اس تصرف کو بھی خدا نے درست رکھا مگر اسکے بعد سلطا ازدواج کو
منع کر دیا پس رقیت مستقبلہ کا ثبوت نہیں ہوتا اور بعضے لوگ جو افاء کی
معنی غنیمت کہتے ہیں غلط ہے کیونکہ لڑائی کی قیدیوں کے واسطے
آیہ مع فدا نازل ہوئی ہے کافر بغیر لڑائی کے جو کچھ دیں وہ ہی فی ہے
کبھی کبھی مجازاً غنیمت کے مال کو بھی فی کہتے ہیں اور ملکت و فاء دونوں
صیغہ ماضی کے ہیں الخ انتہی مختصراً **اقول** جناب مخاطب نے اس آیۃ کی
تفسیر میں عجب تصرفات کیے ہیں اور خیالات بے اصل اس قسم کے لکھے ہیں
کہ نا ملا کو حیرت پیدا ہوتی ہے اور جرأت دبیبا کی پر افسوس آتا ہے
اولاً معنی آیۃ کے وہ بیان کیے ہیں جس سے ثابت کرتے ہیں کہ قبل
نزول آیۃ انا احللنا لک الخ سے نکاح حضرت صلعم کا ازواج طاہرات سے
ساتھ حلال نہیں ہوچکا تھا حفص رہی نکاح کر لیا تھا جو محتاج حالت تھا
رہو کیا تھا **دوم** ماریہ قبطیہ حضرت کے تصرف میں مطابق رسم ایام
جاہلیت کے تھیں جسکو شروع تبریۃ الاسلام میں حرکت بہائم و خلاف
قانون فطرت و کفر و شرک و بطلان مذہب و شہوت پرستی قرار دیا ہے
لامحالہ قبل نزول آیۃ تک تمام بعن طعن کی تقریر مخاطب کی حضرت بشیر و نذیر
شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صادق آتی ہے اور کفر و ارتداد تک پہنچاتی ہے
نعوذ باللہ منہ **سوم** شروع تبریۃ الاسلام میں اور متعدد تقریروں میں
جناب والا لکھ چکے ہیں کہ اگر استرقاق کو خدا تعالے جائز رکھے تو گویا
شرک کا روادار ہوگا اور اگر ایسا حکم مذہب اسلام میں ایک لمحہ کیواسطے
بھی جائز رکھا جاسکے تو واسطے بطلان مذہب کے کافی ہے اور حیرت

ورقیت آپس مین نقیضین ہین اور رقیت خلاف نیچر ہے خدا کا قول
اور اوسکا فعل مطابق ہونا چاہیے ورنہ قرآن شریف جو اوسکا
قول ہے بسبب مخالفت فعل کے باطل ہوجائیگا اب مین سوال کرتا ہون
کہ مقوقس بادشاہ مصر نے جو دو لونڈیان تحفہ مین بھیجدین اور حضرت خاتم
رسالت صلعم نے اونکو لے لیا اور بقول آپ کے ایک پر خود اتنکاب
اوس حرکت کا کیا جسکا نام حرکت وحشی جانور درندہ رکھہ چکے ہو تو
یہ فعل آیندہ مدت العمر کے واسطے خدا تعالے کیونکر حلال ٹھہرایا اور
کیون امتناع نفرمایا اور کسطرح مذہب اسلام موافق نیچر کے صحیح ٹھہریگا
اور کیونکر خدا تعالے اوسکو پسند کریگا اگر رسول صلعم قانون نیچر سے
بخوبی واقف نہ تھے اور مثل آپ کے پیغمبران لندن مسٹر اڈیسن
و اسٹیل کے قانون قدرت کو بخوبی نہین سمجھتے تھے تو خود بنانے والا
قانون قدرت کا ضرور دونون لونڈیون کا معاملہ خلاف نیچر جانتا ہوگا
جسکا وہ ایسا پابند سمجھا جاتا ہے کہ کبھی توڑنے کا امکان نہین ہوسکتا
چہارم فئی کے معنے تحفہ مین آنا کسی شئے کا حضور والا نے کس لغت
یا اصطلاح کی کتاب مین دیکھے ہین بندہ بھی اوسکا مشتاق ہے
ذرا عبارت کتاب کی لکھہ دیجیے اور اوسپر طرہ یہ ہے کہ بحار الانوار کی
عبارت آپنے نقل کی مگر معنی سمجھنا نصیب اعدا رہا بحار مین تو اسیقدر
لکھا ہے الفئی ما حصل للمسلمین من اموال الکفار من غیر حرب ولا جہاد
واصلہ الرجوع اسمین تخصیص تحفہ کی کہان سے نکلی ہم پوچھتے ہین کہ اگر لشکر اسلام
کسی قوم پر مقابلہ کے واسطے جاوے اور وہ لوگ بخوف اپنے قتل کے
اپنے اموال مسلمانون کو دیدین خواہ وہ اموال نقد وجنس ذی روح
غیر ذی روح ہون خواہ دار وعقار ہون تو اوسکو فئی کیونکر نہ کہا جائیگا
ذرا احادیث وآیات مین جی لگا کر معنے سمجھا کیجیے قیاس فی اللغۃ

جاری نفرمائیے پنجم مال غنیمت کا فی ہونا مجاری کی سمن واسطے ٹھہرایا گیا ہم تو برابر معنی حقیقی دیکھتے رہے ہین نمایت الامر یون فرمائیے کہ لفظ فی مشترک المعنی ہے نہ کہ اصلی معنے چھوڑ کر وہ معنی تحفہ بھیجنے کے تراشے جاوین جسکا اختیار کرنا آپ کے کام آوے اب مین بعض احادیث کا نشان دیتا ہون جنمین فی مال غنیمت کو فرمایا ہے ابوداؤد مین ہے

باب فی الرجل ینتفع من الغنیمة بشیٔ عن رویفع بن ثابت الانصاری ان النبی صلعم قال من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلا یرکب دابة من فیٔ المسلمین حتی اذا اعجفها ردها فیه ومن کان یومن باللہ والیوم الاخر فلا یلبس ثوبا من فیٔ المسلمین حتی اذا اخلقه رده فیه بلفظہ ایضا فیہ باب فی المرأة والعبد یحذیان من الغنیمة عن یزید بن هرمز قال کتب نجدة الی ابن عباس یسأله کذا وکذا ذکر اشیاء وعن المملوک اله فی الفیٔ شیٔ الخ ایضا فیہ باب فی الامام یستاثر بشیٔ من الفیٔ لنفسه قال سمعت عمرو بن عبسة قال صلی بنا رسول اللہ صلعم الی بعیر من المغنم فلما سلم اخذ وبرة من جنب البعیر ثم قال ولا یحل لی من غنائمکم مثل هذا الا الخمس والخمس مردود فیکم بلفظہ اب تو معلوم ہوگیا کہ فی کے معنی بھی حضرت نے ایجاد فرمائے ہین ورنہ اصل اسیقدر ہے کہ فی لفظ مشترک المعنی ہے غنیمت کے مال کو بھی فی کہتے ہین اور بغیر لڑائی کے جو مال کفار کا ہاتھ آجاوے اوسکو بھی فی بولتے ہین خواہ وہ مال خود کفار حوالہ کردین خواہ چھوڑ کر بھاگ جاوین اور مسلمان اوسپر متصرف ہون بہت صورتین بغیر لڑائی کے مال ہاتھ آنے کی ہوسکتی ہین اونمین سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی لونڈی خود بھیجدے نہ کہ جو مال تحفہ مین آوے وہ ہی فی کہلاوے لا غیر

غلام اور لونڈی کا بھی حال پوچھا اور یہ بھی کہ مال غنیمت مین اونکا کچھ حصہ ہے یا نہ ۱۲ یعنی کہا راوی نے کہ سنا مین نے عمرو بن عبسہ سے کہ کہا نماز پڑھائی ہمکو رسول اللہ صلعم نے ایک اونٹ کی طرف جو مال غنیمت کا تھا پس جب کہ سلام پھیر لیا آنحضرت نے کچھ بال ونٹ کے پہلو سے لیا پھر فرمایا نہین حلال واسطے میرے تمہاری غنیمتون مین سے مانند اسکے مگر پانچوان حصہ اور پانچوان حصہ بھی خرچ کیا جاتا ہے تمہاری حاجتون مین ۱۲

ششم آیۃ لا یحل لک النساء کا آیۃ انا احللنا لک الآیۃ کے بعد نازل ہونا
یا اوسکے ساتھ نازل ہونا اور دونون کو چسپان کردینا اور انا احللنا
لک الخ کے اخیر کی آیات کو قلم انداز کرنا نہایت حیرت انگیز ہے حالانکہ ہم
تسلیم نہین کرتے ہین کہ لا یحل لک النساء بعد آیت انا احللنا لک الخ
کے نازل ہوئی ہے سند المنع ہم پیش کرتے ہین اپنی دلیل آپ پیش کیجیے ورنہ
پھر تفسیر دانی کا نام نہ لیجیے اور الا ہم تسلیم نہین کرتے ہین کہ نزول قرآن
موافق ترتیب موجودہ کے ہے بلکہ تقدم و تاخر آیات کا ترتیب مین ہے
اسلیے متقدم ہونا آیۃ انا احللنا لک الخ کا لا یحل لک النساء پر مسلّم
قبلیت نزول کا نہین ہے چنانچہ تفسیر کشاف مین ہے وعن عایشۃ رض
ما مات رسول اللہ صلعم حتی احل لہ النساء تعنی ان
الایۃ قد نسخت ولا یخلو نسخہا اما ان یکون بالسنۃ
واما بقولہ انا احللنا لک ازواجک وترتیب النزول
لیس علی ترتیب المصحف انتہی بلفظہ اور تفسیر کبیر مین ہے المسئلۃ
السادسۃ اختلف العلماء فی ان تحریم النساء علیہ
ہل نسخ ام لا فقال الشافعی نسخ وقد قالت عایشۃ رض
ما مات النبی صلعم الا واحل لہ النساء وعلی
ہذا فالناسخ قولہ یا ایہا النبی انا احللنا لک ازواجک
الخ بلفظہ قدر الضرورۃ اور کتب صحاح مین حدیث حضرت عایشہ رض
کی ان الفاظ سے آئی ہے ما مات رسول اللہ صلعم حتی احل لہ
النساء سواہن اور ترمذی مین یہ الفاظ ہین ما مات رسول اللہ صلعم
حتی احل لہ النساء وہذا حدیث صحیح بہرکیف
حضرت عایشہ صدیقہ کا قول معاملہ حلت وحرمت ازدواج نبوی مین زیادہ
قابل وثوق ہے کیونکہ وہ اس امر مین تعلق خاص رکھتی تھین

اور اونکے نزدیک آیۃ لا یحل لک النساء منسوخ ہوگئی تھی اور امام شافعی کا
بھی ایسا ہی قول تفسیر کبیر سے معلوم ہوا او مفسرین کے نزدیک آیت ترتیب
قرآنی موافق تنزیل کے نہین ہے لہذا انا احللنا لک ازواجک ناسخ
لا یحل لک النساء کی سمجھی گئی ہے اب حضور والا ہمارے احتمال کو رفع
کیجیے اور سند المنع کو رد کر دیجیے ہمنے بالکل جناب کی تقریر کے عکس
ثابت کر دیا اور فقط مفسرین کے قول پر قناعت نہین کی حدیث صحیح
سے بھی سند پیش کر دی آپ بھی اسیطرح اپنے قول کی دلیل عنایت
فرماوین ورنہ حکم حلت کا جو آیۃ انا احللنا لک مین مذکور ہے وہ تا زمانہ
وفات سرور کائنات نافذ سمجھا جایگا اور ماضی بمعنی مستقبل قبول کرنا پڑیگا
ہفتم ہم نہین مانتے ہین کہ آیۃ انا احللنا لک ازواجک اس غرض سے
نازل ہوئی تھی کہ جو تصرفات حضرت نے اپنی ازواج کے ساتھ موافق
رسم جاہلیت کے کر رکھے تھے وہ حلال کر دیے جاوین بلکہ ہم کہتے ہین
کہ وہ آیۃ اس غرض سے نازل ہوئی تھی کہ علاوہ ازواج طاہرات
اور لونڈیون کے اور بھی بیبیان کرنی حضرت کے واسطے حلال ہین
بشرطیکہ وہ اون عورتون مین ہون جنکا تذکرہ قرآن شریف مین
ہے اور جناب والا نے قصداً وہ عبارات قرآنی بیچ مین سے
اوڑا دی ہین اگر وہ لکھی جاتین تو مطلب حضور کا فوت ہو جاتا اب ہم
اوس پوری عبارت آیات کتاب اللہ کو پہلے نقل کرتے ہین پھر ہم بیان
کرینگے کہ کس غرض سے نازل ہوئی تھی یا ایہا النبی انا احللنا لک
ازواجک التی اتیت اجورھن وما ملکت یمینک
مما افاء اللہ علیک وبنات عمک وبنات عماتک
وبنات خالک وبنات خالاتک التی ھاجرن
معک وامرأۃ مومنۃ ان وھبت نفسھا للنبی ان اراد النبی ان

بستنکحها خالصة لك من دون المؤمنين قد علمنا ما فرضنا
عليهم في ازواجهم وما ملكت ايمانهم لكيلا يكون عليك حرج و
كان الله غفورا رحيما آیات موصوفہ سے ثابت ہے کہ علاوہ ازواج
ظاہرات موجودہ کے اور لونڈیون کی جو عورتین قرابت دار ہجرت
کرکے آئی ہین اور بھی وہ عورتین جو مہر معاف کردین اور حضرت
نکاح اونسے کرنا چاہین حلال کیجاتی ہین مگر یہ اخیر حکم مسلمانون سے
متعلق نہین ہے مخصوص تھا واسطے رسول صلعم کے اور یہ بھی
ارشاد ہوا کہ ہمکو معلوم ہے جو فرض کیا ہے ہمنے مسلمانون پر
اونکی بیبیون کے حق مین اور اونکی لونڈیون کے حق مین یعنے
مراد یہ ہے کہ چار نکاح سے زیادہ یا بغیر مہر کے اونکو ازدواج جائز
نہین ہے چار عورتون پر اور لونڈیون پر اوسکے واسطے حصر ہوگیا تھا
پس آیہ کریمہ سے حضرت صلعم اور اونکی امت کے واسطے لونڈیان
علاوہ بیبیون کے حلال کی گئی ہین اور یہ حکم دوامی ہے واسطے
سب مسلمانون کے اور بیان سے وہ خیال جناب مخاطب کا باطل
ہوگیا کہ بغیر حکم خدا کے قبل فتح مکہ سے استرقاق موافق رسم جاہلیت
کے جاری ہوگیا تھا ابتو خوب معلوم ہوگیا کہ خدا نے حلال کیا تھا اور
یہ بھی ثابت ہوگیا کہ علاوہ ازواج موجودہ کے حضرت کو اور بھی
نکاح جائز تھا اب ہم شان نزول اس آیت کی بیان کرتے ہین
جس سے یہ ثابت ہوگا کہ غیر مہاجرات وغیرہ واہبات نفس کا ازدواج
منع ہوا تھا وہ قصہ یہ ہے کہ حضرت صلعم نے ام ہانی بنت ابیطالب
سے درخواست نکاح کی فرمائی تھی چونکہ وہ مہاجرات مین نہ تھین لہذا
یہ حکم نازل ہوا تھا چنانچہ ترمذی مین حدیث موجود ہے حدثنا
عبد بن حميد نا عبيد الله بن موسى عن اسرائيل عن السدي

عن ابی صالح عن ام ھانی بنت ابی طالب قالت خطبنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاعتذرت الیہ فعذرنی ثم انزل اللہ انا احللنا لک ازواجک اللاتی اتیت اجورھن وما ملکت یمینک الخ قالت فلم اکن احل لہ لانی لم اھاجر کنت من الطلقاء ھذا حدیث حسن لا نعرفہ الا من ھذا الوجہ من حدیث السدی ایضا فیہ قال قال ابن عباس نھی رسول اللہ صلعم عن اصناف النساء الا ما کان من المومنات المہاجرات قال لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج ولو اعجبک حسنھن الا ما ملکت یمینک واحل اللہ فتیاتکم المومنات وامراۃ مومنۃ ان وھبت نفسھا للنبی وحرم کل ذات دین غیر الاسلام ثم قال ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین وقال یا ایھا النبی انا احللنا لک ازواجک اللاتی اتیت اجورھن وما ملکت یمینک مما افاء اللہ علیک الی قولہ خالصۃ لک من دون المومنین وحرم ما سوی ذلک من اصناف النساء ھذا حدیث حسن انما نعرفہ من حدیث عبد الحمید بن بہرام سمعت احمد بن الحسن یذکر عن احمد بن حنبل قال لا باس بحدیث عبد الحمید بن بہرام عن شہر بن حوشب انتہی بلفظہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لا یحل لک النساء کے بعد انا احللنا لک اللاتی الخ نازل ہوئی ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین اور یہ بھی ثابت ہوا کہ امتناع ازدواج کا مہاجرات و واہبات نفس کے واسطے نہ تھا

خیر جو کچھ جناب مخاطب فرماتے ہین وہی ہم فرض کر لین تب بھی ہمارا کچھ نقصان نہین ہوتا کیونکہ آیت انا احللنا لک الخ اور آیۃ لا یحل لک النساء مین حالت لونڈیون کی موجود ہے اور اوسی مین کلام جاری ہے نہ کثرت ازدواج مین اب اگر معنے حضرت مخاطب کے مراد لیے جاوین تو آیتون کا حاصل حکم یہ ٹھہریگا کہ اے نبی تیرے ازواج اب تک حرام تھین آج حلال ہوئین اور آئندہ سواے ماریہ قبطیہ کے کوئی عورت

[illegible]

حلال نہین ہے اور ماریہ قبطیہ بھی آج تک حرام تھی اور خلاف تحریم کے ازواج وغیرہ کی تحریم
تو ڑ ڈالا اور اوسکو بھی حلال کر ڈالا وفیہ ما فیہ لطیفہ اول آیۃ انا احللنا لک
اور آخر دوسری آیۃ لا یحل لک النساء ملاکر جناب مخاطب نے ازواج
موجودہ و ماریہ قبطیہ کو تو حلال کر دیا مگر درمیان مین جو مہاجرت اور
واہبات نفس کا مذکور ہے وہ ابھی فتوے حلت وحرمت کے
منتظر ہی رہ گئین دیکھا چاہیے اونکے واسطے کیا حکم ہوتا ہے
شاید نہ حلال ہین نہ حرام فافہم **قولہ** آیۃ پانزدہم ولا نسائہن الخ
اقول جب ماضی مقام صلہ مین واقع ہے اور پردہ کا حکم واسطے
دوام کے ہے تو معنی مستقبل کا اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ اوس
حکم کا مستثنے بھی دوامی ہوگا جوابدہی ہے **قولہ** جن افعال کا تحقق
حکمی ہے اونکے باب مین ماضی کا صیغہ معنی مستقبل کے نہین بنا ہے
اور رقیت بھی حکمی ہے انتہی محصلا **اقول** اب تو حضرت کا قیاس
لغت و اصطلاح و محاورہ اہل لسان و قواعد علم ادب مین بھی چلنے لگا
ذرا مہربانی کیجیے اور ہمکو جلد بتا دیجیے کہ یہ قاعدہ کسی آیت قرآنی سے
سمجھا ہے یا کسی کتاب مین دیکھا ہے اور یہ بھی ارشاد ہو کہ تحقق وقوع کا
کس سے مراد ہے صرف امور محسوسہ مین یا غیر محسوسہ مین بھی اور
جب ماضی مقام صلہ و دعا و شرط و جزا مین واقع ہوتا ہے تو کسی نے
لکھا ہے کہ معنی مستقبل اختیار کرینگے واسطے تحقق وقوع فعل کا شرط ہے
فرمایئے غفر اللہ لک اور من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا واجر من عمل بہا اور
لا تنکحوا ما نکح اباءکم اور ان المنکوحۃ اذا بیعت لا یقع الطلاق اور علیہ الاجماع
ومن ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر اور من امن باللہ نجی و من کفر
ہلک و من حلف باللہ کاذبا فہو کذا اور من ملک وظلم فہو کذا و من
اعتقد ان مع اللہ الہا اخر فہو مشرک و اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم

امثلہ مذکورہ مین ماضی بمعنی مستقبل استعمال کیا جاتا ہے یا نہین ظاہر ہے
کہ کیا جاتا ہے تو ما ملکت ایمانکم مین کیا فرق ہے استعمال ماضی کا اسواسطے
کیا گیا ہے کہ تحقق ملک کا ہو جاوے تب لونڈیان حلال ہونگی ورنہ
قبل تقسیم سے بدون او حصہ مین اگر مالک ہو جانے کے وہی حلال
نہین ہوتا اور من ملکت کی جگہ ما ملکت فرمانا خود ہی قابل غور ہے یعنے
تفسیر کبیر وغیرہ مین وجہ اسکی مذکور ہے کہ بیع و شرے ہونا لونڈی کا
مثل سائر اجناس کے درست ہے اور یہ بات ازواج مین مفقود ہے
لہذا صیغہ ماضی کا ساتہ حرف صلہ کے لانا کمال بلاغت قرآنی ہے
کما یعلم من لہ وجدان سلیم **قولہ** چار آیتون مین جو رقبہ کا لفظ آیا ہے
وہ بھی رقیت مستقبلہ پر دلالت نہین کرتا الخ **اقول** دلالت تو صاف
کرتا ہے مگر آپ نہ مانین تو مجبوری ہے یعنے احکام کفارہ قتل خطا
و یمین و ظہار دوامی ہین تو فک رقبہ بھی دوامی ہے اور چونکہ استطاعت
واسطے خریدنے رقیق کے شرط ہے اور وہ ہر شخص کے واسطے
ہر وقت متعذر تھی لہذا اوسکا بدلہ بھی آیات مین مذکور ہوا ہے بلکہ
کھانا کھلانا دس مسکینون کا اگر دشوار ہو تو کپڑا دیدینا جائز کیا گیا ہے علیٰ ہذا
اگر دو مہینے کے روزے نرکھ سکے تو کھانا کھلانا ساٹھ مسکینون کا جائز ہوا ہے
تو کیا یہ بھی کہدینگے کہ روزہ ساٹھ روز کا برابر رکھنا چونکہ قوی کو ضعیف کرتا ہے
بلا دقت نہین ہے لہذا وہ بھی منسوخ ہو گیا ہی فتدبر **تنبیہ** آیات قرآنی مین جو بدلہ
فک رقبہ کا مذکور ہے تو لفظ لم یجد کا آیا ہے جسکے معنے ہین اگر لونڈی غلام واسطے
آزاد کرنیکے نہ ملے یہ لفظ صاف دلالت کرتا ہے کہ حرمت استرقاق کی مراد نہ تھی
ورنہ یون فرمایا جاتا کہ جب لونڈی غلام موجودہ مرجاوین تو آیندہ کیواسطے
بردہ آزاد کرنیکا حکم نہین ہے یہ حکم زمانہ موجودہ کے واسطے
خاص ہے فافہم **قولہ** لفظ رقاب جو دو جگہ آیا ہے وہ بھی رقیت مستقبلہ پر

دلالت نہین کرتا **اقول** احکام صدقات کے بھی ابدی ہین تو
مصرف اوسکا بھی ابدی ہے ورنہ عمل کرنا احکام صدقات پر متعذر ہوگا
کما لا یخفی **قولہ** لفظ عبد چار جگہ آیا ہے مگر رقیت مستقلہ پر دال نہین ہے
اقول حکم امتناع نکاح مومنہ کا ساتھ مشرک کے ابدی ہے پس یہ حکم
بھی ابدی ہے کہ اوسکی عوض غلام مومن کا اختیار کرنا بہتر ہے مفضول کی
حکم ابدی سمجھنا اور اوسکے فاضل کو ابدی نہ ٹھہرانا کیسی غلط فہمی ہے

قولہ آیت دوم الحر بالحر والعبد بالعبد مین بھی رقیت مستقلہ مراد نہین ہے
اقول حکم قصاص کا ابدی ہے تو اوسکے سب شق ابدی ہین کوئی وجہ
تخصیص احکام کی واسطے زمانہ ماضی کے نہین ہے اسیواسطے
آخر آیۃ مین آیندہ کے واسطے فرمایا ہے فمن اعتدی بعد ذلک فلہ
عذاب الیم **قولہ** آیۃ ضرب اللہ مثلا عبدا مملوکا لا یقدر علی شئ
میں سے رقیت مستقلہ بھی مراد نہین ہے **اقول** پہلے یہ تو فرمائیے
کہ لفظ عبد کا استعمال کرنا حضور والا نے شرک قرار دیا تھا یہان
خود مالک عباد فرماتا ہے عبدا مملوکا لا یقدر علی شئ یقین ہے کہ
حدیث کے معنی غلط سمجھنے کا اب جناب کو بڑا افسوس ہوگا دوسرے
مشرع رسالہ تبرئۃ الاسلام مین فرمایا تھا کہ اگر خدا تعالے رقیت کو
روا رکھے تو شرک کا روادار ہوگا اب وہ شرک کدھر گیا فافہم
تیسرے آپکا یہ قول ہے کہ ہر فرد بشر عبد اللہ حر ہے نہین نہین
نیچر کے قاعدہ سے حریت لازم ہے اور عبدیت وحریت کا اجتماع
محالات عقلی مین ہے اب اوسکا جواب خدا کے کلام سے حل گیا یعنے
عبدا مملوکا لا یقدر علی شئ اللہ تعالے نے خود فرما دیا ہمکو آپ کے
توہمات سے سبکدوش کر دیا وللہ الحمد اب خاکسار عرض کرتا ہے
کہ کلام الہی مین جو تمثیل مذکور ہو کر دلیل بیان کی گئی ہے ضرور ہے

کہ وہ اتم و اکمل ایسی ہو کہ ہر زمانہ کے واسطے صحیح ٹھہرے اگر عبدیت
و مالکیت کا سلسلہ آیندہ کو منقطع فرمانا منظور ہوتا تو تمثیل مذکور زمانہ آیندہ
کے واسطے بیکار ہوجاتی اور مشبہ اور مشبہ بہ مین ایک کا وجود ہی
معدوم ہوجاتا تو ایسی تمثیل کلام بلاغت نظام مین ہرگز مذکور نہوتی

قولہ لفظ امتہ دو جگہ آیا ہے مگر رقیت مستقبلہ نہین نکلتی ہے

اقول فرمائیے یہ حکم نکاح کا دوامی ہے یا نہین ظاہر ہے کہ دوامی
تو رقیت بھی دوامی ہے اور ایسا ہی حال آیۃ دوم کا ہے اوسکا حکم
بھی بصیغہ امر یعنے وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم
نازل ہوا ہے اور امر واسطے زمانہ مستقبل کے ہے اور لفظ عبد کا
ساتھ اضافت کے یعنے تمہارے عبد ایسا وارد ہوا ہے کہ جناب کی
تقریرین و تشنیع کی خاک مین ملا رہا ہے **فائدہ** حکم نکاح لونڈی اور غلام کا
ایسا نازل ہوا ہے کہ اوسکا اختیار مولے کے ہاتھ مین رکھا گیا اور
قید صالحین کی لگا دی تو جناب والا بالفرض کسی زمانہ تک اوس حکم
بلا وجہ موجہ اپنی خاطر خواہ محدود ہی ٹھہراوین مگر اوس زمانہ مین آزادی
اور عدم اختیاری لونڈی غلام کی سلب ہوتی ہے اور وہ اصول منصوصات
نیچریہ کو برباد کر رہی ہے اب یا تو حضرت کھلکر دل کی بات
زبان پر لاوین اور خدا کا قول اوسکے فعل کے خلاف دیکھکر قرآن
کی قرآنیت سے انکار کرین یا ملت نیچریہ سے توبہ کرین فاعتبروا لنفسا
ما تخلو

قولہ لفظ فتیات دو جگہ آیا ہے مگر رقیت مستقبلہ ثابت نہین ہے

اقول آیۃ اول یعنے ومن لم یستطع منکم طولا
ان ینکح المحصنات المومنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المومنات کا
حکم دوامی ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ بعد وفات کنیز و غلام موجودہ
آیندہ جو مسلمان حرائر کے نکاح پر قدرت نرکھتا ہو وہ کوئی نکاح ہی

خدا کے حکم سے بکر سکے آخر نکاح کا مسئلہ ابدی تمام امت مرحومہ
کے واسطے قیامت تک نازل ہوا ہے تو ضرور ہے کہ من فتیاتکم
المومنات کا حکم بھی دوامی ہو اور آیۃ ثانیہ ساتہ صیغۂ امر لا تکرھوا
فتیاتکم علی البغاء کے نازل ہوئی ہے اور امر واسطے زمانہ مستقبل کی
ہے اور انقطاع اوس حکم کا زمانہ آئیندہ مین فی وقت دُوْنَ وقت
مذکور نہین ہے تو محدود کسی زمانہ مخصوص کے واسطے نہین ہے
کما یعلمہ اللطیف الخبیر **قولہ** لفظ افاء تین جگہ آیا ہے مگر صرف آیۃ
سورۂ احزاب متعلق اس بحث کے تھی وہ ہم لکھ چکے **اقول** ہم بھی
وہین جواب دے چکے فارجع البصر کرتین ینقلب **قولہ** لفظ غلام
و جاریہ کا قرآن مین نہین آیا مگر حدیث مین آیا ہے جسمین عبدی
و امتی کہنے کا امتناع مذکور ہے اور غلامی و جاریتی و فتای و فتاتی
کہنے کی اجازت ہے **اقول** وہ حدیث بطور تعلیم اخلاق کے ہے
تاکہ عبد و مملوک حقیقی ہونے اور سمجھنے کا وہم نہوا کرے مگر ملک
یمین کا سلب اوس حدیث سے لازم نہین آتا بلکہ خود غلام اور
جاریہ وغیرہ الفاظ سے یاد کرنا جائز ٹھہرا ہے علاوہ اسکے خود
کلام الٰہی مین عبدا مملوکا لا یقدر علی شیء اور عبادکم و امائکم
وارد ہوا ہی کما مر اور احادیث کثیرہ مین لفظ عبد و مولے کا موجود ہی اس سے
معلوم ہوا کہ نفی عبدیت و مملوکیت مراد نہین ہے نہ تھی تحریمی ہے
اور ہمکو جناب عالی سے یہ سوال کرنا ضرور ہوا کہ آپ نے ایک مقام
مین لکھا ہے کہ غلام کو غلام کہکر پکارنا بھی منع ہے حالانکہ حدیث
مستدلہ جناب مین ولکن لیقل غلامی و جاریتی صاف موجود ہے
تو مجبور ہو کر آپ بھی فرماوینگے کہ اخلاق و شیرین زبانی کا مقتضا
سمجھنے بیان کیا ہے تو ہم بھی جواب دینگے کہ یہی غرض حدیث مین

امتناع عبدی وامتی کہنے کی ہے اسیطرح مین یہ بھی عرض کرتا ہون
کہ آپ نے حدیث کی ایک روایت مین نقل کیا ہے کہ غلام اپنے
آقا کو مولائی کہا کرے نہ ربّی ظاہر ہے کہ یہان بھی وہی خدشہ
موجود ہے یعنے لفظ رب کا جیسا مشترک ہے معنی حقیقی ومجازی مین
کہ رب حقیقی سمجھنا شرک ہے اور پرورش کرنیوالا رب مجازی سمجھنا اپنے
آقا یا باپ کو شرک نہین ہے مگر استعمال اوسکا اوسی غرض سے منع
کیا گیا ہے جو خاکسار عرض کرچکا ایسا ہی حال عبدی وامتی کا سمجھنا چاہیے
آپ کو حدیث کی نقل کرنے سے کیا فائدہ ہوگا اور مین یہ سمجھتا ہون کہ
امتناع عبدی وامتی وربی کہنے کا واسطے رفع اوہام عوام کے ہوگا ورنہ
جو شخص اصل بات سمجھتا ہے اوسکو منع نہین ہے کیونکہ آیات واحادیث
کثیرہ مین خود مستعمل ہوا ہے حتے کہ حضرت یوسفؑ نے قیدی سے
فرمایا اذکرنی عند ربک اور رب سے مراد عزیز مصر تھا نہ اللہ تعالے
کاش قسطلانی اور شرح مشکوۃ ملا علی قاری ومظاہر حق وغیرہ شروح
حدیث کو آپ دیکھ لیتے جو میری تقریر کے موافق ہین تب کچھ لکھنے کا
ارادہ کرتے تاکہ علماء کے دل مین آپ کی تحریر سے دوسری قسم کا
خیال پیدا نہوتا چونکہ یہ بحث زیادہ توجہ کے لائق نہین ہے لہذا
نقل عبارتون کی شروح حدیث سے لکھنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی ہے

قولہ علماء اسلام نے سبب طاری ہونے رقیت کا صرف غلبہ واستیلا
قرار دیا ہے الخ **اقول** اگر آپ کی یہ غرض ہے کہ فقہائے اہل اسلام
نے محض غلبہ واستیلا سے حریت کا سلب ہونا اور رقیت کا لازم
ہوجانا اپنے قیاس سے نکالا ہے اور اونکے پاس کتاب وسنت
واجماع امت سے کوئی سند نہین ہے تو آپ کی فہم شریف پر
مجھکو کمال افسوس ہے ۴۳- آیات بینات تو قرآن شریف سے

حضور ہی نقل کر چکے اور احتمالات شریفہ رفع ہوتے گئے اور اکثر
آیات کا تو جواب بھی اسیقدر عنایت ہوا ہے کہ آیۃ من و فدا سے
منسوخ ہے تو اس سے زیادہ کتاب اللہ سے کیا ثبوت کسی ملک کا
ہو سکتا ہے اور احادیث کی بحث مین معلوم ہو جائیگا کہ دم لینے کی
جگہ حضور کو باقی نرہیگی اور اگر آپ کا یہ مطلب ہے کہ رقیت جو حلال
کی گئی ہے اوسکی علت حکم کیا ہے غلبہ و استیلا اہل اسلام کا کفار پر
علت ہو سکتا ہے یا کفر محض یا مقابلہ یا کوئی دوسری شئے اور فقہا نے
غلبہ و استیلا کو علت ٹھہرایا ہو تو اوسپر کوئی اعتراض وارد نہین ہوتا
کیونکہ مجرد کفر علت نہین ہو سکتا ہے جائز ہے کہ وہ لوگ مستامن
ہوکر رہین اور مجرد قتال بھی علت نہین ہو سکتا جائز ہے کہ وہ ہی
غالب آوین اور صرف فرار اونکا علت نہین ہو سکتا جائز ہے کہ
مع تمام ہمراہیون کے بھاگ جاوین یا اہل اسلام قدرت اونپر
نپاوین و غیر ذالک من الاحتمالات پس غلبہ و استیلا ہی ایک ایسی
شئے ہے جو علت استرقاق کی ہو سکتی ہے پھر بھی کتب فقہیہ مین
بنہایت اتباع احکام رسول انام صلعم کی نہین چھوڑی ہے ابواب
و فصول تمام مستثنیات کے اور معاملات کے لکھہ دیے ہین آپ
ناحق فقہا کی طرف متوجہ ہوے ہین احادیث صحیحہ و کتاب اللہ سے
اپنے مطلب کا ثابت کرنا آپ نے وعدہ کرلیا ہے اوسیکے ہم بھی
مشتاق ہین سو کتاب اللہ کی تفسیر بالرای کا حال ظاہر ہو چکا
اب سنت رسول صلعم باقی رہ گئی ہے اور جسقدر آپ نے ہمارے
اکابر فقہا و مفسرین و صحابہ و تابعین کے باب مین سب و شتم
و لعن و طعن طنز و تعریض کیا ہے بعد ظاہر ہو جانے آپ کی فساد
عقیدہ کے ضرورت جواب دینے کی کمتر باقی رہ گئی ہے افسوس ہے

کہ آپ فرماتے ہین کہ کیا جبرئیل ان بزرگون پر وحی لاتے تھے پہلے
وجود خارجی جبرئیل کا تو اپنے مذہب سے قائم کیجیے اور قرآن کو کتاب
آسمانی تو قبول کیجیے تب فقہاے اہل اسلام کے اتہام کی طرف متوجہ
ہوجیے وہ بیچارے ادلۂ ثلثہ شرعیہ سے اجتہاد کرتے ہین جسمین ہواے نفسانی
کا دخل نہین ہے اور مین یہ بھی عرض کرتا ہون کہ قیاس فقہا کا
بے شک منصوص العلت ہے کیونکہ آیۂ ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی
یثخن فی الارض اور آیۂ اذا اثخنتموھم سے صاف غلبہ [illegible]
معلوم ہوتا ہے منتہی الارب مین ہے و قولہ تعالے حتی اذا اثخنتموھم
ای غلبتموھم و کثر علیھم الجراحۃ پس جب کہ اسیر کرنا منحصر ہے غلبہ و استیلا پر
تو استرقاق بعد اسیری کے متحقق ہوگا لامحالہ علت استرقاق وہی
غلبہ و استیلا رہ گیا اور خود کفار جو بسبب رعب امیر الاسلام یا لشکر اسلام
کے بھیجدین وہ بھی غلبہ و استیلا سے خارج نہین ہے معہذا اوسکی واسطے
دوسری آیت علحدہ نازل ہوچکی ہے اور وہ فی مین داخل ہے جسکی
حلت کا کوئی فقیہ منکر نہین ہے قطع نظر اسکے اگر آپ کے نزدیک غلبہ
و استیلا علت رقیت کی نہین ہے تو کیا ہے آخر زمانہ فتح مکہ تک تو
آپ بھی جاری رہنے رقیت کے قائل ہوے ہین اوسکا جواز خواہ مخواہ
ماننا پڑے گا تو کوئی علت قرار دیجیے استغفر اللہ مین نے غلطی کی
آپ تو علت استرقاق کی بہت صاف بیان کرینگے کہ رسولؐ اور صحابہ
کرام کا ظلم اور شہوت پرستی اور اتباع رسم جاہلیت علت استرقاق
تھی اور سب سے بڑی علت نیچر کے خلاف حلال کردینا وطی کا ساتھ
ماریہ قبطیہ وغیرہ کے تھا واسطے رسول و صحابہ کے اور روا رکھنا شرک
و کفر و قبح عقلی کا تھا وغیرہ ہیچ **قولہ** قیدیان جہاد کی لونڈی و غلام بنانے کا
کوئی حکم قرآن مجید یا حدیث صحیح مین نہین ہے الخ **اقول** تمام آیات

نبیات قرآن شریف کی اوسکی حلت مین موجود ہین اور آپ کے اوہام کا
استیصال ہو چکا آپ کو حلت استرقاق معلوم ہوا نہو ہمکو کیا غرض ہے
مگر ہمارا احکم الحاکمین تو فرماتا ہے قد علمنا ما فرضنا علیہم
فی ازواجہم وما ملکت ایمانہم اور دوسری جگہ فرماتا ہے والذین ہم
لفروجہم حافظون الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فانہم
غیر ملومین اور تیسری آیۃ مین فرماتا ہے والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم غرضکہ
۴۴ - آیات قرآنی موجود ہین انکار اونکی دلالت کا حلت استرقاق پر
مکابرہ و تحریف معنوی ہے اور رقیت مستقبلہ برابر ثابت ہوتی چلی آتی ہے
اور اگر یہ فعل مثل زنا کے ہوتا بلکہ اوس سے بدتر تو صاف حکم نازل ہوتا
ابتداے اسلام مین کہ اس رسم جاہلیت کو قطعاً موقوف کرو اور جسقدر
لونڈی غلام موجود ہین سبکو آزاد کردو خداتعالے کو کسیکا خوف نہ تھا
نہ رسول صلعم ڈرتے تھے نہ صحابہ مخالف حکم خدا اور رسول کے عمل کرتے تھے
اور آزاد کرنیکا جو ثواب مذکور ہے وہ آپ کے واسطے کچھ مفید نہین ہے
بلکہ ہماری دلیل ہے کیونکہ عتق فرع ہے رقیت کی جب تک ملک ثابت
نہو گی عتق کا ثواب بلکہ اوسکا اطلاق متحقق نہوگا اور مکاتب کرنے
چھوڑ دینے مین بھی قید لگادی گئی ہے حیث قال تبارک وتعالی
فکاتبوہم ان علمتم فیہم خیرا پس شرط کے مفقود ہونے پر بدستور
قائم رکھنا رقیت کا لازم آیا کما لا یخفی پس جبکہ نزول والمحصنات من النساء
الا ما ملکت ایمانکم کا بعد فتح مکہ کے احادیث صحاح ستہ سے ہم ثابت
کر چکے کہ خاص غزوہ کی لونڈیون کے باب مین ہوا ہے اور مورد خاص ہے
حکم اوسکا عام ہے تو آیۃ منّ و فدا کا ذکر بھی آپ کو بے فائدہ ہے
قولہ آیۃ سورۂ براءت مین یعنے خذوہم واحصروہم کے معنی مین قید اغلال
نہین ہے اقول مولانا احمد جونپوری نے اگر آیۃ سورۂ براءت کا نام

آیۃ رقیت رکھا ہے تو اوسپر آپ کا اعتراض بیجا ہے کیونکہ الفاظ آیت کے رقیت مستقبلہ پر دلالت کرتے ہین یعنی بصیغۂ امر ارشاد ہوا ہے خذوهم واحصروهم یعنے اسیر کرو اونکو اور گھیر رکھو ظاہر ہے کہ جب اسیر کر کے جانے ندیا اور اپنے اختیار مین گھیر رکھا اور اوسکی کچھ مدت معین نہین کی گئی کہ کب تک اپنے اختیار مین رکھنا ہوگا بلکہ مطلق اسیر و محصور رکھنے کا حکم آیا تو رقیت بھی اوسی حکم عام و مطلق کی ایک شق ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اسیر و محصور کرنا بدون غلبہ و استیلا کے ممکن نہین پس غلبہ و استیلا علت استرقاق ضرور سمجھا جایگا لامحالہ بعض مفسرین نے اگر بلحاظ عموم و اطلاق الفاظ آیت کے اوسکا نام آیۃ رقیت قرار دیا تو کیا قباحت ہے آپ نے تو اپنے محض اوہام پر آیۃ من و فدا کا نام آیۃ حریت رکھ لیا ہے اور قاموس مین ملاحظہ کر لیجیے الاخیذ الاسیر و الاخذ هو الاسر اور بہت تفاسیر مین اسی کے موافق موجود ہے اور ملا احمد مرحوم نے اپنی تفسیر مین ایسے الفاظ اختیار کیے ہین جو صاف رقیت کو شامل ہین پھر علیحدہ کر کے فقہ کی کتابون کے مانند تفسیر مین نہ لکھنے پر آپکا اعتراض عبث ہے اسقدر الفاظ تفسیر کے کیا تھوڑے تھے خذوهم واسروهم والاخیذ الاسیر واحصروهم واحبسوهم وقیدوهم وامنعوهم من التصرف فی البلاد وقال ابن عباس یرید ان تحصنوا فاحصروهم ای امنعوهم من الخروج عنہ جملة من الالفاظ اور ہم یہ بھی کہتے ہین کہ جب آیات کثیرہ سے حلت استرقاق کی ثابت ہے اور احادیث کثیرہ صحیحہ اوسکی مؤید ہین اور فعل رسول صلعم بھی حجت ہے اور اوسی پر اجماع صحابہ و اہل بیت و تابعین و تبع تابعین کا اور تمام امت کا آج تک بلا خلاف چلا آتا ہے تو اگر ایک آیۃ مین بدلالت التزامی و تضمنی رقیت نکلتی ہو نہ بدلالت مطابقی تو بھی ہمارا کیا نقصان ہے

اگر وہ ہی آیت ہوتی اور کوئی دلیل نہوتی تو آپ کو اوسمین بحث کرنیکا
اختیار تھا اب تو دن کو رات کہنا ہے کس کس آیۃ و حدیث کو آپ
بگاڑینگے اور کہان تک بات کی پرورش کی جائیگی **فائدہ** آیۃ سورۂ
برارت اور مثل اوسکی دوسری آیات جنمین قتل کا حکم ہے بعض آیات سابقہ کی
اوسقدر حکم سے کے ناسخ ہوسکتی ہین جنمین قتل کا حکم نہ تھا مگر قیدیون کے
باب مین جو حکم ہے کہ وہ اونکو اسیر کرکے گھیر رکھو اور من و فدا کرکے
چھوڑ دینے کا حکم نہین ہے اور یہ آیت بعد آیت من و فدا کی نازل ہوئی ہے
کما سنعلم تو ناسخ آیہ من و فدا کی بھی ہوسکتی ہے اور مخاطب کے مذاق کے
خلاف ہے **قولہ** والمحصنات من النساء الخ اور وما ملکت یمینک مما افاء اللہ
علیک کا ہم جواب دے چکے ہین **اقول** ہم بھی وہین اوسکا رد کرچکے فلا نعیدہ
قولہ بخاری و مسلم کی یہ حدیث سئل رسول اللہ صلعم من اہل الدار الخ
اور ترمذی و ابوداؤد کی حدیث عن سمرۃ بن جندب عن النبی صلعم قال اقتلوا
شیوخ المشرکین واستحیوا شرخہم ای صبیانہم اس قابل نہین کہ اون سے قطعیت
استرقاق کی ثابت ہوسکے **اقول** ہمنے مانا کہ ان دو حدیث مین
بقول ملا علی قاری وغیرہ محدثین کے زیادہ تصریح رقیت کی نہو یا
مجازاً و توسعاً استرقاق نکلتا ہو مگر اوسکے ذکر سے کیا فائدہ ہے
آپ کی غرض اصلی یہ معلوم ہوتی ہے کہ صرف یہی دو حدیث واسطے
حلت استرقاق کے اہل اسلام کے پاس ہونگی حالانکہ ذرا صبر کیجیے
خاکسار سے بہت صحیح حدیثین سن لیجیے اور ہر ایک کا جواب دیجیے
صحیح بخاری مین ہے عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال حاربت
بنی النضیر و قریظۃ فاجلی بنی النضیر و اقر قریظۃ و من علیہم حتی حاربت
قریظۃ فقتل رجالہم و قسم نساءہم و اولادہم و اموالہم بین المسلمین الحدیث
اس حدیث سے ثابت ہے کہ نساء و اولاد کو رقیق بنایا رسول صلعم نے

اور تقسیم کردیے گئے وہ لونڈی غلام ظاہر ہے کہ تقسیم اونکی بغیر
حاصل کرنے ملک یمین کے نہیں ہوسکتی وہو المطلوب اور یہی
صحیح بخاری مین ہے قال سمعت ابا سعید الخدری یقول نزل اہل
قریظة علی حکم سعد بن معاذ فارسل رسول اللہ صلعم فاتی علی حمار دنا
من المسجد قال صلعم قوموا الی سیدکم او قال خیرکم فقال ہولاء قریظة علی
حکمک فقال تقتل منہم مقاتلتہم وتسبی ذراریہم قال صلعم قضیت بحکم اللہ
وربما قال بحکم الملک بلفظہ یہ حدیث مؤید حدیث اول کی ہے
اور بحکم اللہ رقیق بنانا انکی نساء و ذریت کا حضرت صلعم نے فرمایا
اور ملک سے بھی مراد ملک العلام ہے نہ بادشاہ جابر جیسا حضرت
مخاطب نے بیان کیا ہے کیونکہ اگر سنت سلاطین جابرین و
ظالمین کی مراد لیجاے تو طعن وارد ہوتا ہے رسول صلعم پر اور
اونکے حواری پر قانون سلطان جابر پر نہ تو سعد حکم دے سکتے تھے
نہ شارع علیہ الصلوة والسلام اوسکو قبول کرکے عمل کرسکتے تھے
اور جب ربما قال موجود ہے تو اب وہم راوی کی گنجایش نہی
کیونکہ بحکم اللہ و بحکم الملک دونوں لفظ فرمانی صحیح ہوسکتی ہین اور
بعض روایات مین جو لفظ ملک کا بفتح اللام آیا ہے اوس سے بھی
مراد حکم فرشتہ کا ہے یعنے سعد نے موافق احکام وحی آسمانی کی
حکم دیا پھر کیف ہمکو استدلال ہے فعل رسول صلعم پر کہ لونڈی غلام
بنانا منظور اور پسند کیا اگر فیصلہ سعد کا خلاف حکم خدا کے ہوتا
تو خود شارع صلعم اوسپر عمل نکرتے مثلاً ہماری شریعت مین مثلہ
کرنا یعنے ناک کان کاٹ کر صورت بگاڑنا یا جلا دینا منع ہے اگر
سعد ایسا حکم دیتے تو حضرت رسول صلعم اوسکو کیونکر منظور فرماتے
تاویل علیل جناب مخاطب کی بالکل واہیات سے ہے اور صحیح بخاری مین

عن عائشة قالت فرد صلعم الحکم الی سعد قال فانی احکم فیهم ان تقتل
المقاتلة وان تسبی النساء والذریة وان تقسم اموالهم بلفظہ مختصراً یہ حدیث
بھی مؤید قصۂ مذکورہ کی ہے اب دیکھنا چاہیے کہ حضرت رسالت صلعم
نے بعد حکم سعد بن معاذ کے کیا عمل فرمایا قسطلانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں
وعند ابن اسحاق فخندقوا لهم خنادق فضرب اعناقهم فجری الدم فی
الخندق وقسم اموالهم ونسائهم وابنائهم وکانوا ستمائة وفی
عند الترمذی والنسائی وابن حبان باسناد صحیح انهم کانوا اربعمائة
مقاتل فیجمع بینهما ان الباقین کانوا اتباعا بلفظہ
اب کچھ شک نہ رہا کہ موافق روایات صحیحہ کے حضرت صلعم نے ویسا ہی
عمل کیا جیسا سعد نے حکم دیا تھا تو عمل آنحضرت صلعم کا حجت
قطعی ہے وان لنا فی رسول اللہ اسوة حسنة اور صحیح بخاری میں ہے
قال دخلت المسجد فرایت ابا سعید الخدری فجلست الیه
فسالته عن العزل قال ابو سعید خرجنا مع رسول اللہ صلعم فی غزوة
بنی المصطلق فاصبنا سبیا من سبی العرب فاشتهینا النساء واشتدت
علینا العزبة واحببنا العزل فاردنا ان نعزل وقلنا نعزل ورسول اللہ صلعم
بین اظهرنا قبل ان نساله عن ذلک فسالناه عن ذلک فقال صلعم ما علیکم
ان لا تفعلوا ما من نسمة کائنة الی یوم القیمة الا وهی کائنة بلفظہ
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ غزوہ بنی المصطلق میں ایک لونڈی کے
ساتھ وطی مع العزل حضرت صلعم نے جائز فرمایا اور وہ ہمیں حلت
استرقاق کی دلیل ہے اور صحیح بخاری میں ہے قال سمعت

انس بن مالک یقول سبی النبی صلعم صفیۃ فاعتقہا و تزوجہا
فقال ثابت لانس ما اصدقہا فقال اصدقہا نفسہا فاعتقہا بلفظہ

اس حدیث سے ثابت ہے کہ صفیہ کو حضرت نے لونڈی بنا کر آزاد کیا پھر نکاح کر لیا اور وہی عتق اونکا مہر قرار پایا اور مخاطب والا مراتب نے جو یہ سمجھا تھا کہ صفیہ لونڈی نہ تھیں بطلان اونکے قول کا ہو گیا جس حدیث مین پورا قصہ مذکور ہے اوسکو اس حدیث سے ملا کر پڑھنے سے تاویل باطل کا استیصال ہو جاتا ہے اب ہم اوس حدیث کو بھی نقل کرتے ہین انہ سمع انسا یقول اقام النبی صلعم بین خیبر والمدینۃ ثلاث لیال یبنی علیہ بصفیۃ فدعوت المسلمین الی ولیمتہ صلعم وما کان فیہا من خبز ولا لحم ما کان فیہا الا ان امر صلعم بلالا بالانطاع فبسطت فالقی علیہا التمر والاقط والسمن فقال المسلمون احدی امہات المومنین او ما ملکت یمینہ قالوا ان حجبہا فہی احدی امہات المومنین وان لم یحجبہا فہی من ما ملکت یمینہ فلما ارتحل وطا لہا خلفہ ومد الحجاب بلفظہ

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ صحابہ اس امر مین فکر کرنے لگے کہ صفیہ ام المومنین بنائی گئی ہین یا لونڈی رکھی گئی ہین اور یہ کہنے لگے کہ اگر پردہ مین رکھین گے تو ام المومنین ہونگی ورنہ لونڈی رہین گی چنانچہ حضرت صلعم نے پردہ مین رکھا ظاہر ہے کہ ہمارے جناب مخاطب سے صحابہ کرام کچھ زیادہ سمجھے ہونگے اگر صفیہ لونڈیون مین نہ آئی ہوتین تو اس تردد کی کوئی وجہ نہ تھی اور جب حدیث مین یہ بھی مذکور ہو چکا کہ صفیہ کا عتق مہر قرار پایا تو عتق خود فرع ہے رقیت کی لا محالہ فعل رسول صلعم کا برہان ہے حلت استرقاق پر کما لا یخفی اور صحیح بخاری مین ہے

ان رسول اللہ صلعم قام حین جاءہ وفد ہوازن مسلمین فسالوہ ان یرد الیہم اموالہم وسبیہم فقال لہم رسول اللہ صلعم

معی من ترون و احب الحدیث الی اصدقہ فاختاروا احدی الطائفتین

(من السبی تبہ ۱۲)

اما السبی واما المال وقد کنت استانیت بکم وکان انظرهم رسول اللہ صلعم

(آپ رحمت تسلیم سبی ۱۲)

بضع عشرة لیلة حین قفل من الطائف فلما تبین لهم ان رسول اللہ صلعم

غیر راد الیهم الا احدی الطائفتین قالوا فانا نختار سبینا فقام رسول اللہ صلعم

فی المسلمین فاثنی علی اللہ بما اهلہ ثم قال اما بعد فان اخوانکم قد جاءونا

تائبین وانی قد رأیت ان ارد الیهم سبیهم فمن احب منکم ان یطیب

ذلک فلیفعل ومن احب منکم ان یکون علی حظہ حتی نعطیہ

ایاہ من اول ما یفیٔ اللہ علینا فلیفعل فقال الناس قد

طیبنا ذلک یا رسول اللہ صلعم فقال رسول صلعم

انا لا ندری من اذن منکم فی ذلک ممن لم

یاذن فارجعوا حتی یرفع الینا عرفاؤکم

امرکم فرجع الناس فکلمهم عرفاؤهم

ثم رجعوا الی رسول اللہ صلعم فاخبروہ انهم

قد طیبوا واذنوا اہ بلفظہ اس حدیث سے ثابت

ہوتا ہے کہ ہوازن کی لونڈی غلام خود حضرت رسول صلعم

نے صحابہ مین تقسیم کردیے تھے اگر رقیت جائز نہوتی

تو فوراً چھوڑ دیے جاتے نہ کہ تقسیم اونکی عمل مین آتی

علاوہ اسکے جب ہوازن کے لوگ مسلمان ہوکر آئے اور اپنی

عورتین اور ذریات واپس چاہنے لگے تو بخیال مسلمان ہونیکے

حضرت نے واپس کرنا چاہا پھر بھی صحابہ کی راے پر چھوڑا کہ جسکا جو

اپنے بھائیون کی رعایت منظور ہو وہ اونکے لونڈی غلام جو اوسکی

حصہ مین آئے ہین آزاد کردے اوسکو اختیار ہے اور جسکو اپنا حصہ

چھوڑنا منظور نہو وہ اونکے بدلہ مین آئندہ لونڈی غلام سے لے لیا

اور جب صحابہ راضی ہوسے تو اوسپر بھی قناعت نفرمائی بلکہ اونکی مرداون
کے مشورہ پہ چھوڑا بیان سے ظاہر ہوا کہ آزاد کرنے پر کچھ جبر نہ تھا
بلکہ آئندہ لونڈی غلام جو پہلے غزوہ میں آوینگے اونکا معاوضہ قرار پایا تھا
یہ امر رقیت آئندہ کے جواز پر دلیل کافی ہے ورنہ معاوضہ کہانسے
دیا جاتا اس حدیث سے تاویلات جناب مخاطب کا اضمحلال عیاں ہے
وہم لا یعلمون اور قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے وللاسمٰعیلی
من طریق الروح بن عبادہ بعث علیا الی خالد لیقسم الخمس وفی روایۃ
یقسم الفی فاصطفی علی منہ لنفسہ سبیۃ ای جاریۃ ثم اصبح و راسہ یقطر الحدیث
اس روایت سے ظاہر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے سبایا میں سے
ایک لونڈی اپنے واسطے لی اور اوس سے صحبت کی اور غسل کا پانی
اونکے بالون سے ٹپکتا تھا اور آنحضرت صلعم نے سنکر فرمایا
ان لہ فی الخمس اکثر من ذلک یعنے خمس میں سے مرتضے علی کا حق
اس سے بھی زیادہ تھا بہرکیف وہ فعل منظور فرمایا اور قسطلانی یہ بھی
لکھتے ہیں وفی طریق عبد الجلیل قال فما کان فی الناس احد احب الی من علی
ولعل الجاریۃ کانت بکرا غیر بالغ الخ یعنے وہ لونڈی باکرہ تھی پس جو فعل
اہل بیت رسول صلعم کا ہو اور خود حضرت ختم رسالت صلعم اوسکو
پسند کرین کیونکر شنائع عقلی میں داخل کرکے حلال کو حرام ٹھہرایا جا سکتا
اور چونکہ یہ قصہ بعد فتح مکہ کا ہے تو آیت منّا و فداء کی بھی تاویل نہیں
چل سکتی والحمد للہ علی ذلک اور بھی صحیح بخاری میں ہے قال
ابن اسحاق غزوۃ عیینۃ بن حصین بن حذیفۃ بن بدر بنی العنبر من بنی تمیم
بعثہ النبی صلعم الیہم فاغار و اصاب منہم ناسا و سبی منہم نساء
قسطلانی لکھتے ہیں اسر منہم احد عشر رجلا و احدی عشرۃ امراۃ و ثلثین
صبیا بلفظہ اس غزوہ میں بھی آیت منّا و فداء کا عذر نہ چلیگا

اور استرقاق بکثرت واقع ہوا بلکہ بنی تمیم کے لونڈی غلامون کا ماجرا
یہ بھی ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ پر ایک بردہ آزاد کرنا تھا جب بنی العنبر کے
لونڈی غلام آئے تو حضرت رسول صلعم نے حضرت عائشہ صدیقہ رض سے
فرمایا کہ انمین سے خرید کرو چنانچہ صحیح بخاری کی شرح فتح الباری مین
یہ قصہ مذکور ہے اور صفحہ ۳۴۶ حاشیہ بخاری مطبوعہ پر یہ عبارت
لکھی ہے جسمین ایک حدیث کا بھی نشان دیا ہے ومناسبته
لما ترجم به من البیع لقوله فی بعض طرقه ابتاعی وقد وقع
عند الاسمعیلی من طریق معمر عن جریر وکانت علی عایشة رضی
نسمة من بنی اسمعیل فقدم سبی خولان فقالت عایشة یا رسول الله
ابتاع منهم قال لا فلما قدم سبی بنی العنبر قال ابتاعی منهم فانهم ولد اسمعیل بلفظہ
اور مجلد چہارم قسطلانی مین دوسری حدیث مین نام بھی لکھے ہین
حیث قال قالت یا نبی الله صلعم انی نذرت عتیقا من ولد اسمعیل
فقال لها رسول الله صلعم اصبری حتی یجیء فی بنی العنبر غدا فجاء فی بنی العنبر
فقال لها خذی منهم اربعة فاخذت منهم رویحا وزبیبا
وزخیا وسمرة فمسح النبی صلعم علی رؤسهم وبرک علیهم الخ
اب تو کچھ شک نرہا کہ بنی تمیم کے لونڈی غلام آئے اور خریدے بھی گئے
اور نذر عائشہ صدیقہ کی بھی پوری کی گئی اور اس سے پہلے خولان کے
بھی لونڈی غلام آئے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مال غنیمت کو فئی
کہتے ہین جیسا کہ حدیث مین مستعمل ہے حضرت مخاطب کی لغت دانی
ہر جگہ کھلتی چلی جاتی ہے اور یہی صحیح بخاری مین ہے ان النبی صلعم
اغار علی بنی المصطلق وهم غارون وانعامهم تسقی علی الماء
فقتل مقاتلتهم وسبی ذراریهم واصاب یومئذ
جویریة بلفظہ اس حدیث سے حضرت جویریہ کا لونڈی ہونا

ثابت ہوگیا اور پوری بحث آیندہ ایک مقام مین لکھی جائیگی انشاء اللہ
تعالے اور بخاری مین ہے ان عایشہ اخبرتہ ان بریرۃ جاءت
تستعینہا فی کتابتہا ولم تکن قضت من کتابتہا شیئا قالت لہا
عایشہ ارجعی الی اہلک فان ان اقضی عنک کتابتک و یکون
ولاءک لی فعلت فذکرت ذلک بریرۃ الی اہلہا فابوا وقالوا
ان شئت ان تحتسب علیک فلتفعل و یکون لنا ولاءک فذکرت ذلک
رسول اللہ صلعم فقال لہا ابتاعیہا فاعتقیہا فانما
الولاء لمن اعتق بلفظہ اس حدیث سے خریدنا لونڈی کا
اور باوجود عتق کے باقی رہنا ولاء کا باجازت شارع
علیہ الصلوۃ والسلام کے ثابت ہوا جو حلت رقیت پر حجت قاطعہ ہے
اور یہی دوسری روایت مین یہ الفاظ ہین فقال صلعم خذیہا
واشترطی لہم الولاء فانما الولاء لمن اعتق الحدیث **فائدہ** خذیہا کا
لفظ واسطے قیام مالکیت کے استعمال مین آیا ہے تو آیت سورہ
برارت مین جو لفظ خذوہم نازل ہوا ہے اوسکے معنی یون ہوسکتے ہین
کہ مالک بناؤ اونکو وقت بر اور یہی حدیث صحیح بخاری مین ہے باب جواز
بیع المدبر سمعت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما قال اعتق رجل منا
عبدا لہ عن دبر فدعا النبی صلعم بہ فباعہ قال جابر مات الغلام عام اول بلفظہ
اس حدیث سے خود فروخت کرنا غلام کا حضرت صلعم کی نسبت موجود ہے
قسطلانی اوسکی قیمت بھی حدیث سے ثابت کرتے ہین اور فرماتے ہین
وفی لفظ لابی داود فبیع بسبعمائۃ او بتسعمائۃ انتہی **فائدہ** حدیث مین
لفظ عبد کا موجود ہے جسکو مخاطب شرک سمجھتے ہین حالانکہ حدیث مستدل
اونکی مین نہی تنزیہی ہے نہ تحریمی چنانچہ قسطلانی نے اوسی حدیث کی
شرح مین لکھا ہے وہذا النہی للتنزیہ دون التحریم کما مر بلفظہ

اب اگر لفظ رب کا استعمال واسطے سید کے دیکھنا منظور ہو تو بخاری
کی حدیث ہو جو یہ ہے عن النبی صلعم من اشراط الساعۃ ان تلد الامۃ ربہا
بلفظ قسطلانی لکھتے ہیں ربہا ای سیدہا لان ولدہا من سیدہا ینزل منزلۃ
سیدہا لمصیر مال الانسان الی ولدہ غالبا الخ **فائدہ**
اس حدیث سے ایک دوسرا فائدہ بھی حاصل ہوا کہ استرقاق تا قیامت
رہیگا والا لونڈی سے اولاد کا پیدا ہونا اشراط الساعۃ میں کیوں
مذکور ہوتا فافہم اور بخاری میں ہے حدثنا علی ان فاطمۃ علیہا السلام
اتت النبی صلعم تشکوا الیہ ما تلقی فی یدہا من الرحی و بلغہا انہ جاءہ
رقیق الحدیث غور کیجیے کہ اگر رقیت جاری نہ تھی تو
رسول صلعم کے پاس غلام کہاں سے آیا تھا جسکو فاطمہ زہرا لینے کیواسطے
تشریف لے گئی تھیں کیا اہل بیت کا عمل ہمارے واسطے دلیل
نہوگا فافہم اور بخاری میں ہے عن انس ان رسول اللہ صلعم
اتی مولی لہ خیاط افاتی بدباء فجعل یاکلہ الحدیث استو حصر ارقیقطیہ
کی رقیت کا بھی جاتا رہا اور ہم ثابت کرتے ہیں کہ سوا سے غلاموں کے
لونڈیاں بھی حضرت صلعم کے پاس تھیں ایک اونمیں سے ریحانہ تھیں
جنکے باب میں قسطلانی لکھتے ہیں و جزم بن اسحاق بانہا اختارت البقاء
فی ملکہ اور اس سے زیادہ مقام بحث میں ہم بیان کرینگے اور باب حکم
شراء المملوک من الحربی و ہبتہ و عتقہ میں جو حدیث ہے وا
قال النبی صلعم لسلمان الفارسی کاتب و سبی عمار و صہیب و بلال
وقال تعالی فضل بعضکم علی بعض فی الرزق فما الذین فضلوا برادی
رزقہم علی ما ملکت ایمانہم فہم فیہ سواء افبنعمۃ اللہ یجحدون نفقطیہ
موید ہمارے بیان کی ہے اور موطا امام مالک میں ہے عن ابی
قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام حنین فلم نغنم

ذهبا ولا ورقا الا الاموال المتاع والثياب قال فاهدى رفاعة
بن زيد لرسول الله صلعم غلاما اسود يقال له مدعم فوجه
رسول الله صلعم الى وادي القرى حتى اذا كنا بوادي القرى بينما
مدعم يحط رحل رسول الله صلعم اذا جاءه سهم عائر الحديث
غزوہ حنین تک خود رسول صلعم غلام بنانا اور اپنی خدمت مین رکھنا
حلال سمجھتے تھے تو آیۂ منّ وفدا کی بحث عبث ہے **فائدہ** غزوہ
ہوازن وطائف وحنین بعد فتح مکہ کے ہین چنانچہ موطا امام مالک مین
قصہ صفوان بن امیہ کا ایک حدیث مین اسطرح مذکور ہے کہ فتح مکہ
کے روز صفوان کی زوجہ مسلمان ہوگئین اور صفوان کو چار مہینے کی
مہلت دی گئی بعدہ جب رسول صلعم غزوہ ہوازن وحنین کیطرف
متوجہ ہوئے تو صفوان بھی حنین اور طائف مین ساتھ رہا اور
اون سے لڑائی کے ہتھیار مستعار لیے گئے آخر کو وہ خود بھی مسلمان
ہوگئے فقط اب ہم احادیث متفرق لکھتے ہین جنسے جاری اور
مقرر ہونا احکام کا دربارہ لونڈی غلامون کے ثابت ہوگا اور عمل
خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کا ظاہر ہوجائیگا اور بدلالت تضمنی
والتزامی اجماع امت حلت استرقاق پر معلوم ہوگا اور ہماری واسطے
سنت خلفاء راشدین کی اور اقتدا ساتھ صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کی کافی ہے
اور اگر استرقاق فعل شنیع اور حرام ہوتا تو ہرگز عمل و قول صحابۂ کرام کا اوسکی خلاف نہوتا بالفرض
کسی مسئلہ مین اختلاف بھی ہوتا ہے تو بعض کو ہوتا ہے اور پھر آپس کی تحقیق سے کٹ
ہوجاتا ہے مگر یہ مسئلہ بلا خلاف چلا آیا بمقابلہ اوسکے توہمات فاسدہ جناب
مخاطب کو کون پوچھتا ہے صحیح بخاری مین ہے عن ابی ہریرۃ
و زيد بن خالد عن النبي صلعم قال اذا زنت الامة فاجلدوها
ثم اذا زنت فاجلدوها ثم اذا زنت فاجلدوها في الثالثة او الرابعة

بیعہا ولو بضفیر اس حدیث سے حکم دوامی پایا جاتا ہے کہ اخیر مرتبہ مین لونڈی کو فروخت کر ڈالا کرو پس بغیر تحقق ہونے ملک کے بیع کیونکر جائز ہوگی اور بخاری مین ہے قال سعید بن مرجانہ فانطلقت بہ الی علی بن حسین فعمد علی بن حسین رضی اللہ عنہما الی عبد لہ قد اعطاہ بہ عبد اللہ بن جعفر عشرۃ الاف درہم او الف دینار فاعتقہ لفظہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام زین العابدین کے پاس بھی غلام رہا کرتے تھے اور وہ غلام ایام جاہلیت کا کیونکر انکے وقت مین باقی رہ سکتا تھا پس استرقاق جدید کا ہوگا اور عمل اہل بیت کا ہماری واسطے حجت ہے معنی قران شریف کے امام سجاد حضرت مخاطب سے کچھ زیادہ ہی سمجھتے ہونگے لان اہل البیت ادری بما فی البیت موطا مین ہے اذا کان للرجل علی رجل مال و لہ عبد لا شئ لہ غیرہ فاعتقہ لم یجز عتقہ الخ حکم عدم جواز عتق کا مستلزم بقاے رقیت کا ہے جو منافی مراد مخاطب کے ہوگا بخاری مین ہے باب ہل یسافر بالجاریۃ قبل ان یستبرئہا ولم یر الحسن باسا ان یقبلہا او یباشرہا وقال ابن عمر اذا وہبت الولیدۃ التی توطا او بیعت او عتقت فلیستبرا رحمہا بحیضۃ ولا تستبرا العذراء وقال عطاء لا باس ان یصیب من جاریۃ الحامل مادون الفرج وقال اللہ تعالی الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم معلوم ہوا کہ صحابہ و تابعین کے نزدیک رقیت حلال تھی او معنی آیۃ الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم کے وہی ہین جو ہم سمجھے ہین مخاطب کا خیال باطل ہوگیا والحمد للہ علی ذلک **فائدہ** ماریہ قبطیہ کے ساتھ وطی کرنا آن حضرت صلعم کا اور اونکا ازواج مین داخل ہونا او لونڈیون مین رہنا بلا خلاف ہے اب ہم یہ ثابت کرتے ہین کہ یہ فعل اگر مرضی خدا ہوتا تو جب حضرت نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرنا چاہا

خدا بہت خوش ہوتا نہ کہ آیت لم تحرم ما احل اللہ لک نازل ہوتی چنانچہ قصہ
اوسکے نزول کا یہ ہے صحیح بخاری مین ہے باب لم تحرم ما احل اللہ لک عن سعید
بن جبیر انہ اخبرہ انہ سمع ابن عباس یقول اذا حرم امراتہ لیس بشیء
وقال لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ قال الشارح واشار ذلک الی
قصۃ ماریۃ وفی حدیث انس عند النسائی بسند صحیح ان النبی صلعم کانت لہ
امۃ یطاءھا فلم تزل بہ حفصۃ وعائشۃ حتی حرمھا فانزل اللہ تعالی ھذہ
الآیۃ یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک وروی النسائی عن سعید بن جبیر ان رجلا
سال ابن عباس فقال انی جعلت امراتی علی حراما فقال کذبت لیست علیک
حراما ثم تلی یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک. بقدر اتو شان نزول آیت کا احادیث
صحیحہ سے ثابت ہو گیا اور جناب مخاطب کو انکار کی گنجایش نرہی پس ایسے فعل کو
جو مرضی خدا اور رسول ہو شنائع عقلیہ مین داخل کرکے گالیان سنانا حضرت مخاطب
ہی کا کام ہے ہم مسلمانون کی زبان سے تو نقل کرنے مین بھی کلیجہ کانپتا ہے
تنبیہ بعض روایات مین قصہ تحریم عسل کا بھی آیا ہے مگر جو قصہ ماریہ قبطیہ کا
ہمنے ثابت کیا وہ صحیح ہے کیونکہ دوسری روایات مین یہ ثابت نہین ہوتا
کہ کس بی بی کے گھر مین وہ قصہ تحریم کا ہوا اور راویون کا اختلاف واقع ہوا ہے
اور ہماری مقبول روایت اسلیے زیادہ تر قابل وثوق ہے کہ صحابہ
محققین مثل ابن عباس وغیرہ کا فتوے بھی اوسی کے موافق جاری
تھا لھذا ہمارا قول راجح ہوگا نہ مرجوح قطع نظر اسکے ہم دونون روایتون
مین توافق بھی کرسکتے ہین یعنے جائز ہے کہ معاملہ تحریم عسل کا بھی
ہوا ہو اور تحریم ماریہ کا بھی اور آیت نے دونون کو حلال ٹھیرا دیا ہو اور مقصد
بخاری مین ہے عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلعم قال ما من احد اغیر
من اللہ من اجل ذلک حرم الفواحش وما احد احب الیہ المدح من اللہ بقطعہ حدیث ثابت ہوا
کہ خدا تعالی سے زیادہ غیرت والا کوئی نہین ہے اور اسی واسطے اوسنے فواحش کو حرام

کر دیا ہے تو وطی کرنا لونڈیون کے ساتھ اگر فعل قبیح ہوتا کیونکر اوسکو
حلال کر دیتا اور حرام کر لینا اوسکا ناپسند فرماتا نہ تو لونڈی غلام
موجودہ کے ساتھ حلت وطی کی قائم رکھنا آئندہ بطور فی کے
حلال فرماتا نہ احللنا کا لفظ نازل ہوتا نہ فرضنا کا نہ آیۂ لم تحرم ما احل
الله لك نازل ہوتی جسطرح اور امور قبیحہ کی نسبت الفاظ فاحشۃ
ومقتًا وساء سبيلًا وغیرہ ارشاد ہوے ہین رقیت مین سب سے
زیادہ نازل ہوتے نہ ایسی پیچدار عبارت مین محض اشارہ وکنایہ
کے ساتھ حرمت نازل ہوتی جسکو نہ اوسکے معنی خود رسول خدا سمجھے
نہ اہل بیت نہ صحابہ نہ کوئی عالم آج کے زمانہ تک سمجھا محض جناب
مخاطب ہی نے سمجھ پائے ہین سو وہ بھی ابتک ٹھیک نہین بتا سکتے
کہ آیۂ من وفدا فتح مکہ مین خواہ مخواہ نازل ہوئی ہے کما عرفت اور
موطا امام مالک مین ہے ان عبدًا لعبد الله بن عمر ابق وان فرسًا
له عار فاصابهما المشركون ثم غنمهما المسلمون فردا على عبد الله بن عمر و
ذلك قبل ان تصيبهما المقاسم بلغه فيه مثل ما لك يعني عن رجل
جاء المشركون غلامه ثم غنمه المسلمون فقال صاحبه اولى به بغير ثمن ولا قيمة
یہان سے معلوم ہوا کہ باوجود بھاگ جانے غلامون کے اور پھر
گرفتار آنے کے ملکیت اوسکے آقا کی سلب نہین ہوتی حالانکہ اوسمین
غرض اصلی وجبلی ہے اوسپر اعادہ ملک کا متعذر ہوگا اور موطا مین
ولا ينبغي لحر ان يتزوج امة وهو يجد طولا لحرة ولا يتزوج امة اذا لم يجد
طولا لحرة الا ان يخشى العنت وذلك ان الله تعالى قال في كتابه ومن
لم يستطع منكم طولا ان ينكح المحصنات المؤمنات فمن ما ملكت
ايمانكم من فتياتكم المؤمنات وقال ذلك لمن خشي العنت منكم انتهى بلفظه الحمد لله کہ ہمارا
وہ بیان ثابت ہوگیا جو تفسیر من لم يستطع منكم طولا ان ينكح المحصنات الخ مین

لکھا گیا ہے اور لونڈیان مراد ہونا فتیات سے متعین ہو گیا اور
خیال مخاطب کا باطل ٹھہر گیا اور مؤید اسکی ہے دوسری حدیث
موطا کی جسکا شروع یہ ہے لا یحل نکاح امة یھودیة اور آخر مین
یہ عبارت ہے من فتیاتکم المومنات فھن الاماء المومنات اور موطا مین ہے
ان عمر بن الخطاب رض وھب لابنه جارية فقال لا تمسھا فانی قد
کشفتھا ایضا فیه وھب سالم بن عبد اللہ لابیه جارية فقال لا
تقربھا فانی قد اردتھا فلم انبسط الیھا دونون حدیث سے جواز ملک
یمین کا اور حلت وطی ساتھ لونڈیون کے اور حرام ہونا موطوءہ پدر کا
واسطے پسر کے خود خلیفہ رسول صلعم کے فعل اور قول سے ثابت
ہوتا ہے اور ہمارے واسطے سنت خلفاء راشدین حجت ہے
اور حدیث ثانی مؤید حدیث اول کی درباب اتحاد حکم صحابی اور آنحضرت صلعم
کے ہے اور یہ بھی موطا مین ہے ان رجلا سال عثمان بن عفان
عن الاختین من ملک الیمین ھل یجمع بینھما فقال عثمان احلتھما آیة وحرمتھما
آیة اخری فاما انا فلا احب ان اصنع ذلک قال فخرج من عنده فلقی رجلا
من اصحاب رسول اللہ صلعم فساله عن ذلک فقال لو کان لی من الامر شیء ثم وجدت احدا
فعل ذلک لجعلته نکالا قال ابن شھاب اراه علی بن ابی طالب
ظاہر ہے کہ زمانہ خلافت عثمان غنی مین بھی وطی ساتھ لونڈیون کے حلال سمجھی جاتی تھی اور جمع
بین الاختین کا امتناع آیات قرآنی سے قرار دیا جاتا تھا جب صحابہ خصوصا حضرت
عثمان و مرتضی علی سے مسئلہ پوچھا گیا تھا تو وہ صاف فرما دیتے
کہ بعد نزول آیة مسخ فدا کے رقیت اصل ہی مین حرام ہے ہان حضرت
مخاطب یہ کہہ سکتے ہین کہ مرتضی علی رض قرآن کے معنی خوب نہین سمجھتے تھے
اب الہام کے ذریعہ سے تحقیق ہوئے ہین وہو کما تری اور موطا
مین ہے ان رسول اللہ صلعم قال اذا تزوج احدکم المراة او اشتری

الجاریۃ فلیاخذ بناصیتہا ولیدع بالبرکۃ الحدیث

اس حدیث سے جواز خریداری لونڈیون کا آیندہ کے واسطے بلا قید کسی زمانہ محدود کے ثابت ہوا اور بدون باقی رہنے استرقاق کے خرید فروخت متعذر ہے موطا مین ہے ان نفیعا مکاتبا کان لام سلمۃ زوج النبی صلعم استفتی زید بن ثابت فقال انی طلقت امراۃ حرۃ تطلیقتین فقال زید بن ثابت حرمت علیک بلفظہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خاص بیت رسالت مین ازواج طاہرات کے پاس بھی ملک یمین رہتے تھے اور مکاتبت بھی کیجاتی تھی اور چونکہ دوسری حدیث موطا سے پایا جاتا ہے کہ استفتا کا قصہ زمانہ خلافت عثمان غنیؓ کا ہے تو معلوم ہوا کہ ایام صحابیت کا وہ غلام تھا اور من دعی فعلیہ البیان موطا مین ہے انہ قال سئل ابن عباس عن العزل فدعی جاریۃ لہ فقال اخبریہم فکانہا استحیت فقال ہو ذلک اما انا فافعلہ یعنی انہ یعزل بلفظہ پس عبد اللہ بن عباسؓ امام علم تفسیر کے بہ نسبت حضرت مخاطب سے شاید کچھ زیادہ ہی معنی قرآن کے سمجھے ہونگے ایضا فیہ ولیس مال العبد والمکاتب بمنزلۃ ما کان لہما من الد انما اولادہما بمنزلۃ رقابہما لیسوا بمنزلۃ اموالہما لان السنۃ التی لا اختلاف فیہا ان العبد اذا اعتق تبعہ مالہ ولم یتبعہ ولدہ وان المکاتب اذا کوتب تبعہ مالہ ولم یتبعہ ولدہ بلفظہ یہ احکام رقیت کے جو سنت مجمع علیہا وغیر مختلف فیہا ثابت ہوتے ہین بلا قید کسی زمانہ محدود کے ہے اور قیامت تک جاری رہنی چاہیے والمقصود ایضا فیہ باب ما لا یجوز من العتق فی الرقاب الواجبۃ قال مالک ان احسن ما سمعت فی الرقاب الواجبۃ انہ لا یجوز ان یعتق فیہا نصرانی ولا یہودی ولا یعتق فیہا مکاتب ولا مدبر ولا معتق الی سنین ولا ام ولد ولا اعمی ولا باس ان یعتق

نصرانی والیہودی والمجوسی تطوعا لان اللہ تعالی قال فی
کتابہ فاما منا بعد واما فداء فالمن العتاقہ
انتہی بلفظہ معلوم ہوا کہ کفارہ واجبہ مین اعتاق رقبہ مومنہ شرط ہی
مگر اعتاق تطوع مین رقبہ غیر مومنہ بھی جائز ہے اور عتق سے
مراد وہ من ہے جو آیہ مستدلہ مخاطب مین مذکور ہے اور ظاہر ہے
کہ عتق فرع ہے رقیت کی اور وہ عتق بھی طوع ورغبت پر منحصر ٹھہرا
نہ واجب تو ساری محنت مخاطب ذی فہم کی برباد ہوگئی اور بمقابلہ موطا
امام مالک کے ارٹکل حامی ملت نیچریہ کا کس شمار مین آئیگا اب
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حدیث موصوف کی شرح بھی تتمیم للتقریب
یعنے محلی شرح موطا مین یہ عبارت ہے **قولہ فاما منا بعد الخ**
ای فاما تمنون منا بالاطلاق واما تفدون فداء بالاسترقاق
وهو ثابت عند الائمة الثلاثة منسوخ عند ابی حنیفة لقوله اقتلوا
المشرکین حیث وجدتموهم لان سورة براءة آخر ما نزل ومخصوص بحرب بدر
ویتعین عندهم القتل او الاسترقاق فالمن العتاقة لا غیر بلفظہ اور موطا مین ہے
مالک عن یحیی بن سعید انہ قال توفی عبد الرحمن بن ابی بکر فی یوم نامه
فاعتقت عنه عائشة زوج النبی صلعم رقابا کثیرۃ فرمایئے کہ یہ غلام لونڈی جو بکثرت
حضرت عائشہ نے اپنے بھائی کے واسطے آزاد کیے قبل ہجرت
کے تھے یا بعد ہجرت کے ظاہر ہے کہ بعد ہجرت کے تھے تو ایسا
فعل قبیح وملک ناجائز خاص بیت رسالت مین کیونکر چلا آیا اور
جب حضرت رسالت صلعم نے پسند کیا اور اپنی ازواج کو لونڈیان
وغلام بکثرت عنایت کرتے تھے تو سواے اوسکے جسکو رسول
صلعم کی سنت سے نفرت کلی ہوگی کوئی مسلمان حرمت استرقاق
یا شنائع عقلی مین ہونا اوسکا نہ کہیگا اور ہم کیونکر یہ تقریر مخاطب نیچری

ف یعنی یا احسان کرکے چھوڑ دو اور یا فدیہ لیکر [illegible] قتل اور استرقاق کے سوا اور کچھ نہین ہے اور مراد من سے سواے آزادی کے اور کچھ نہین ہے ۱۲

ع یعنے مالک نے یحیی بن سعید سے روایت کیا کہ وفات پائی عبد الرحمن بن ابی بکر نے پس آزاد کیے اونکی طرف سے حضرت عائشہ زوجہ آنحضرت نے بہت غلام ۱۲

تسلیم کرلین کہ آن حضرت صلعم محض رسم جاہلیت مروجہ کفار پر عمل
کرتے تھے اپنے فعل کے واسطے پابند حکم الٰہی کے نہ تھے
اگرچہ بالبداہت ایسی بدگمانی کفر و الحاد ہے مگر حضرت صلعم کی عادت
احادیث سے ایسی ثابت ہوتی ہے کہ کتاب اللہ سے لونڈی غلامون
کے باب مین حکم دیا کرتے تھے اور جو بات وحی سے معلوم نہین
ہوتی تھی اوسپر فتوے دینے مین تامل فرماتے تھے چنانچہ حدیث
قصہ بریرہ کا جو موطا مین ہے اور جسمین ولاء عبد العتوق کا مسئلہ
حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے اوس حدیث کے آخر مین ہے
ثم قال صلعم اما بعد فما بال رجال یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ ما
کان من شرط لیس فی کتاب اللہ فهو باطل وان کان مائة
شرط قضاء اللہ احق وشرط اللہ اوثق وانما الولاء لمن اعتق بلفظہ
اور حضرت عثمان غنی نے اپنی خلافت مین ولاء عبد عتیق اوسکے
موالے کو دی چنانچہ موطا مین ہے فقضی عثمان للزبیر بولائهم بلفظہ
اس سے ثابت ہوا کہ زمانہ خلافت راشدہ مین برابر عمل قرآن پر
ہوتا رہا اور وہ ہمارے واسطے حجت ہے اور مکاتب کی باب مین
جسقدر احادیث ہین سب سے احکام استرقاق کے دوامی پائے جاتے ہین
چنانچہ موطا مین ہے عن ان ام سلمة زوج النبی کانت تقاطع مکاتبیها بالذهب
والورق بلفظہ قال مالک الامر المجتمع علیہ عندنا الذی لا اختلاف فیہ ان
المکاتب بمنزلة عبد العتقة سیدہ بعد خمس عشر سنین الخ اور بھی موطا مین ہے عن ان عبد اللہ
بن عمر بن جابر تبین لہ فکان یطعمها ... بلفظہ کوئی مسلمان خیال بھی
نہین کر سکتا کہ عبد اللہ بن عمر حرمت فعل شنیع سے غافل و جاہل
تھے اور جناب پیغمبر آب سے بھی گئے گذرے تھے لہذا معاذ اللہ
خود مرتکب حرام کاری کے رہتے تھے اور موطا مین ہے مالک عن

نافع عن عبد اللہ بن عمر ان عمر بن الخطاب قال من باع عبدا وله مال فماله
للبائع الا ان يشترط المبتاع بلفظہ ایضا فیہ مالک عن یحیی بن سعید
عن سالم بن عبد اللہ ان عبد اللہ بن عمر باع غلاما له بثمانی مائة
درهم فباعه بالبراءة فقال الذی ابتاعه لعبد اللہ بن عمر بالغلام داء لم تسمه لی
فاختصما الی عثمان بن عفان فقال الرجل باعنی عبدا وبه داء لم تسمه وقال عبد اللہ
بعته بالبراءة فقضی عثمان علی عبد اللہ بن عمر ان یحلف له لقد باعه العبد
وما به داء يعلمه فابى عبد الله ان يحلف وارتجع العبد فصح عنده فباعه عبد اللہ
بعد ذلك بالف وخمس مائة درهم انتهى بلفظہ احادیث مذکورہ سے ثابت ہے
کہ زمانہ خلافت راشدہ میں بھی بیع وشرے لونڈی غلام کا جاری تھا
اور خود حضرت خلفاے راشدین اوسکے جواز کا فتوے دیا کرتے تھے
پس سنت خلفاے رسول صلعم سے انحراف کرنا محض تحکم جنابکا
ہے اور مؤید اسکی یہ حدیث ہے مالک عن ابن شہاب ان عبد اللہ
ابن عبد اللہ بن عتبة بن مسعود اخبره ان عبد اللہ بن مسعود ابتاع
جارية من امرأته زينب الثقفية واشترطت عليه انك ان بعتها فهي
لي بالثمن الذي تبيعها به فسأل عبد الله بن مسعود عن ذلك عمر بن الخطاب
فقال لا تقربها وفيها شرط لاحد بلفظہ ایضا فیہ عن نافع ان عبد اللہ بن عمر
كان يقول لا يطأ الرجل وليدة الا وليدة ان شاء باعها وان شاء وهبها وان شاء امسكها وان شاء
صنع بها ما شاء من تبيع وعتق وغيرها بلفظہ ایضا فیہ مالک عن ابن شہاب ان عبد اللہ
بن عامر اہدی لعثمان بن عفان جارية ولها زوج ابتاعها بالبصرة فقال
عثمان لا اقربها حتى يفارقها زوجها الخ اور سنن ابی داؤد میں ہے عن جابر قال
قال قال رسول اللہ صلعم ایما عبد تزوج بغیر اذن موالیہ فهو عاهر ۱۲ منہ
ملاحظہ فرمائیے کہ خود رسول صلعم یہانتک استرقاق کو قوت دیتے تھے
کہ عبد کا نکاح بھی بغیر اذن مولی کے منع فرمایا اور استعمال لفظ عبد ومولی کا

بھی منافی توہمات مخاطب کا ہے فافہم اور سنن ابی داود مین ہے
عن رویفع بن ثابت الانصاری قال قام فینا خطیبا قال اما انی لا اقول لکم
الا ما سمعت رسول اللہ صلعم یقول یوم حنین قال لا یحل لامرئ یومن باللہ
والیوم الاخر ان یقع علی امراۃ من السبی حتی یستبرئہا ولا یحل لامرئ یومن باللہ
والیوم الاخر ان یبیع مغنما حتی یقسم بلفظہ ایضا فیہ قال فی سبایا اوطاس
لا توطأ حامل حتی تضع ولا غیر ذات حمل حتی تحیض حیضۃ بلفظہ
دونون حدیث سے ثابت ہوا کہ غزوہ اوطاس وحنین مین بھی
استرقاق رسول صلعم نے حلال فرمایا حالانکہ یہ دونون بعد فتح مکہ
کے ہین اور عدت استبرا بھی ضروری ٹھہرا ہے پھر اوسکو کسواسطے
حرکت بہائم مخاطب نے قرار دیا ہے اور سنن ابی داود مین ہے
باب فی المن علی الاسیر بغیر فداء حدثنا موسی بن اسمعیل ثنا حماد قال نا
ثابت عن انس ان ثمانین رجلا من اہل مکۃ ہبطوا علی النبی صلعم واصحابہ من
جبال التنعیم عند صلوۃ الفجر لیقتلوہم فاخذہم رسول اللہ صلعم سلما فاعتقہم
رسول اللہ صلعم فانزل اللہ عز وجل وہو الذی کف ایدیہم عنکم وایدیکم
عنہم ببطن مکۃ الخ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبل فتح مکہ کے
عمل من کرنیکا اساری پر جاری تھا لامحالہ نزول آیۃ من وفدا کا نسخہ
مین نہین ہوا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ من سے مراد عتق ہے
جو فرع ہے رقیت کی کیونکہ بغیر ثبوت ملک کے عتق متحقق نہوگا
ایضا فیہ باب فی فداء الاسیر بالمال قال حدثنی عمر بن الخطاب قال لما کان یوم
بدر فاخذ یعنی النبی صلعم الفداء انزل اللہ عز وجل ما کان لنبی
ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض الی قولہ لمسکم فیما اخذتم
من الفداء ثم احل لہم الغنائم بلفظہ
اس حدیث سے ظاہر ہے کہ بعد تنبیہ کے غنیمت حلال کی گئی پس

نزول آیۃ من و فدا کا اوسوقت مین کیونکر خلاف عقل ہوگا
سنن ابی داؤد مین ہے قال خرجنا مع ابی بکر و امرہ علینا رسول اللہ
صلعم فغزونا فزارۃ فشننا الغارۃ ثم نظرت الی عنق من الناس فیہ الذریۃ والنساء
فرمیت بسہم فوقع بینہم وبین الجبل فقاموا فجئت بہم الی ابی بکر فیہم
امراۃ من فزارۃ علیہا قشع من ادم معہا بنت لہا من احسن العرب فنفلنی
ابو بکر بنتہا فقدمت المدینۃ فلقینی رسول اللہ صلعم فقال لی یا سلمہ
ہب لی المراۃ فقلت واللہ اعجبتنی وما کشفت لہا ثوبا فسکت حتی اذا کان
من الغد لقینی رسول اللہ صلعم فی السوق فقال لی یا سلمہ ہب لی
المراۃ للہ ابوک فقلت یا رسول اللہ صلعم واللہ ما کشفت لہا ثوبا
وہی لک فبعث بہا الی اہل مکۃ وفی ایدیہم اسری ففداہم بتلک المراۃ انتہی بلفظہ
اس حدیث سے حلت استرقاق کی اور بغیر خوشی و اختیار کی وارثین لینے
اور اپنے قیدیون کے بدلہ مین کفار کا قیدی دینا فدا ہی ثابت ہوا
ایضا فیہ قال لما فتحنا خیبر اخرجوا غنائمہم من المتاع والسبی فجعل الناس
یتبایعون غنائمہم الحدیث معلوم ہوا کہ خیبر مین بھی لونڈی غلام بنائے گئے
اور فروخت بھی ہوئے صحیح ترمذی مین ہے باب ماجاء فی اقامۃ
الحد علی الاماء عن ابی عبد الرحمن السلمی قال خطب علی فقال
یا ایہا الناس اقیموا الحدود علی ارقائکم من احصن منہم ومن لم یحصن
وان امۃ لرسول اللہ زنت فامرنی ان اجلدہا الحدیث
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت رسول صلعم کے پاس سوائے
ماریہ اور ریحانہ اور جویریہ اور صفیہ کی اور بھی لونڈیان تھین جویریہ
اور صفیہ کو ازواج مین داخل فرمایا باقی لونڈیان رہین اور زمانہ
خلافت رابعہ تک حلت استرقاق کی اور عمل صحابہ و خلیفہ رسول صلعم
اوسیر ظاہر ہوگیا ایضا فیہ باب ماجاء فی کتابۃ الخمس وط

حدثنا عبد المجید بن وهب قال قال لی العداء بن خالد بن هوذة الا
اقرئک کتابا کتبہ لی رسول اللہ صلعم قال قلت بلی فاخرج لی کتابا ھذا ما اشتری العداء
بن خالد بن هوذة من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشتری منہ عبدا او امة
لا داء ولا غائلة ولا خبثة بیع المسلم المسلم بلفظہ
ابتو سند تحریری رسول صلعم کی مل گئی کہ حضور ابتک اولام مین
گرفتار ہین اور صحیح ترمذی مین ہے باب ما جاء فی شراء العبد
بالعبدین حدثنا قتیبة ثنا اللیث عن ابی الزبیر عن جابر قال جاء عبد
فبایع النبی صلعم علی الهجرة ولا یشعر النبی صلعم انہ عبد
فجاء سیدہ الاسیریدہ فقال النبی صلعم بعنیہ فاشتراہ بعبدین
اسودین الحدیث فرمائیے اگر لونڈی غلام موجودہ ایام جاہلیت
جب تھا تو بیع وشری غلامون کی خود حضرت صلعم کہان سے
کرتے تھے اور کیونکر اوس فعل کے مرتکب ہوتے تھے جو خلاف
نیچر تھا اور اجتماع النقیضین عبدیت وحریت کا کیونکر ہوتا تھا
جیسا کہ آپکا مقولہ ہے اور صحیح ترمذی مین ہے باب ما جاء فی
قتل الاساری والفداء عن علی ان رسول اللہ صلعم قال ان جبرائیل علیہ السلام
هبط علیہ فقال لہ خیرهم یعنی اصحابک فی اساری بدر القتل والفداء
ان یقتل منهم قابلا مثلهم قالوا الفداء ویقتل منا الخ بلفظہ ایضا فیہ عن عمران
بن حصین ان النبی صلعم فدی رجلین من المسلمین برجل من المشرکین
هذا حدیث صحیح الی قولہ والعمل علی هذا عند اکثر اهل العلم من اصحاب النبی
صلعم وغیرهم ان للامام ان یمن علی من یشاء من الاساری ویقتل من شاء منهم
ویفدی من شاء واختار بعض اهل العلم القتل علی الفداء وقال الاوزاعی بلغنی
ان هذه الایة منسوخة قولہ تعالی فاما منا بعد واما فداء
نسختها فاقتلوهم حیث ثقفتموهم

۲۴ یعنی عمران بن حصین سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فدیہ میں دو مسلمان کو ایک مشرک کے بدلہ دیا یہ حدیث صحیح ہے اور ترمذی نے بعد اسکے یہ لکھا ہے اور اسی پر عمل ہے

ایضا فیہ قال اسحق بن منصور قلت لاحمد اذا اسر الاسیر یقتل او یفادی
احب الیک قال ان قدر ان یفادی فلیس بہ باس وان قتل
فما اعلم بہ باسا ان حدیثون سے ثابت ہوا
کہ آیۃ مستدلہ مخاطب منسوخ ہوگئی ہے اور من وفدا بھی اختیاری تھا
نہ وجوبی اور قتل بھی جائز ہے مذہب امام ابوحنیفہ رح کا مطابق
ہے عمل صحابہ کرام کے ایضا فیہ باب ما جاء فی النزول علی الحکم
عن جابر قال رمی یوم الاحزاب سعد بن معاذ الی فوق لہ فلما رای
ذلک قال اللہم لا تخرج نفسی حتی تقر عینی من بنی قریظۃ فاستمسک
عرقہ فما قطر قطرۃ حتی نزلوا علی حکم سعد بن معاذ فارسل الیہ
فحکم ان تقتل رجالہم وتستحیی نساؤہم یستعین بہن المسلمون فقال
رسول اللہ صلعم اصبت حکم اللہ فیہم وکانوا اربعمائۃ فلما فرغ من قتلہم انفتق عرقہ
فمات وفی الباب عن ابی سعید وعطیۃ القرظی وہذا حدیث حسن صحیح بلفظہ
اس حدیث سے ظاہر ہے کہ جو حکم سعد بن معاذ نے دیا اوسکو
حضرت رسول صلعم نے موافق حکم خداوندی کے فرمایا اور اوسپر
عمل کیا احتمال وہم راوی کا نہین ہے جیسا کہ مخاطب نے خیال
کیا ہے ایضا فیہ باب من یستعمل علی الحرب عن البراء ان النبی صلعم
بعث جیشین وامر علی احدہما علی بن ابی طالب وعلی الآخر
خالد بن الولید وقال اذا کان القتال فعلی قال فافتتح علی حصنا
فاخذ منہ جاریۃ الحدیث یہ غزوہ بعد (اسیر ۱۲) فتح مکہ کے ہے اگر
آیۃ من وفدا کا وہ مطلب ہوتا جو مخاطب نے سمجھا ہے تو
مرتضی علی علیہ السلام خلاف اوسکے اپنے واسطے لونڈی
نہ لیتے اور بھی ایک حدیث صحیح ترمذی مین ہے جسمین یہ قصہ
لکھا ہے کہ ابوالہیثم کے پاس کوئی غلام نہ تھا تب رسول صلعم نے

اون سے فرمایا کہ جب ہمارے پاس قیدی کفار سے آوین تب
حاضر ہونا ہم تمکو غلام دین گے چنانچہ ایسا ہی ظہور مین آیا لفظ
حدیث کی بقدر موضع استدلال کے یہ ہین فاتاہ ابو الهیثم فقال النبی صلعم
اختر منهما فقال یا نبی الله اختر لی فقال النبی صلعم
ان المستشار مؤتمن خذ هذا الحدیث
اور صحیح نسائی مین حدیث ہے جسمین یہ مذکور ہے کہ حضرت
فاطمہ زہرا علیہا السلام نے سلسلہ طلا کو فروخت کر کے ایک غلام
خریدا اور آزاد فرمایا الفاظ حدیث بقدر ضرورت یہ ہین فارسلت
الی السوق فباعتها واشترت بثمنها غلاما وقال مرة عبدا الخ
اگر لونڈی غلام کی خرید فروخت حرام ہوتی تو اہل بیت کو ضرور معلوم ہوتا
کما لا یخفی اور ترمذی مین ہے قال صلعم احفظ عورتك الا من
زوجتك او ما ملكت یمینك الحدیث یعنی ملک یمین کی
سمجھ لیجیے الحاصل صدہا حدیث موجود ہین کہان تک نقل کیجاوین
ہٹ دھرمی اور تعصب کا ہمارے پاس کچھ علاج نہین ہے ورنہ
رسول صلعم او صحابہ اور اہل بیت اور ائمہ حدیث اور تمام اکابر کا
عمل اور قول ہمارے موافق ہے اور سہ ۳۳ آیات قرآنی مین
حلت استرقاق موجود ہے جب یہ حال ہے تو الفاظ حدیث
ابو داود و ترمذی یعنی واستحیوا شرخهم ای صبیانهم کا ذکر لکھکر بحث کرنا
مخاطب کا عبث ہے ہمنے مانا کہ استحیوا شرخهم کے معنی مین صرف
زندہ رکھنا بیان کر کے آپکو موقع کلام کا ملا ہے مگر یہ تو سمجھ لیجیے
کہ وہ بعد قتل مشرکین کے کسکے پاس زندہ رہین گے اور کون انکی
پرورش کریگا ظاہر ہے کہ اہل اسلام کرینگے تو رقیت پر کیا استبعاد
وارد ہوتا ہے محاورہ الفاظ احادیث کا دیکھنا چاہیے کہ یہ لفظ

استرقاق کے باب مین بھی مستعمل ہوا ہے یا نہین ابھی ہم حدیث
قصہ سعد بن معاذ کی نقل کر چکے ہین جسمین لیستحیی نسائہم موجود ہے
اور بالاتفاق وہان استرقاق مراد ہے ایسا ہی یہان بھی مراد لیا ہے
قولہ اگر فعل رسول صلعم کا جواز استرقاق مین ہو تو آمنا وصدقنا
الخ **اقول** فعل رسول صلعم کا احادیث کثیرہ سے ہم ثابت کر چکے اور
حکم خدا تعالے کا بھی آیات قرآنی سے ظاہر ہو چکا اب ضرور
آمنا وصدقنا کہنا چاہیے **قولہ** قال اللہ تبارک و تعالی
فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموهم
فشدوا الوثاق فاما منا بعد و اما فداءً اس آیت مین
لڑائی کے قیدیون کے چھوڑ دینے کا حکم صاف دیا ہے
اور لفظ اما اور انما کا حصر کے لیے آتا ہے الخ **اقول**
عبارات تفاسیر کی جسقدر آپ نے لکھی ہین کسی مین یہ نہین
لکھا ہے کہ آیت من و فدا مین امر وجوب کے واسطے آیا ہے
یا استرقاق اوس سے منع ہو گیا ہے یا وہ فتح مکہ مین نازل ہوئی ہے
یا منسوخ نہین ہوئی ہے پھر آپ کو کچھ فائدہ نہوگا علاوہ اسکے
آپ تو دعوے کرتے ہین کہ کسی عالم کے قول پر ہم اعتماد نہین
کرتے کتاب وسنت سے اپنا مذہب ثابت کرنیکا وعدہ ہوا ہے
لازم ہے کہ کوئی حدیث شان نزول و زمانہ نزول مین پیش کیجیے
اور جب دعوے کی دلیل موجود نہین ہے تو اپنے توہمات سے
تمام امت کے خلاف بیان کرنے سے کیا حاصل ہوگا اب ہم
سوال کرتے ہین کہ اگر مراد آیت کی وہ ہی ٹھہرائی جائے جو جناب
نے سمجھی ہے تو نہ فدیہ مل سکتا ہے نہ احسان ہو سکتا ہے
کیونکہ احسان تو اوسوقت ہو جب نہ چھوڑنا قیدی کا بھی اپنے

اختیار مین رہے واجب اور فرض کی تعمیل تو خواہ مخواہ کرنی پڑیگی
اور دوسرے واجبات مین کسی پر احسان کیونکر ہوگا باقی رہا فدیہ سو
جب ہر حال مین چھوڑ دینا واجب ٹھہرا نہ تو قتل کا اختیار ہی نہ استرقاق کا
نہ کوئی دوسرا قابو رہا ہے تو فدیہ کیون ملیگا اور کسواسطے کوئی قیدی
دیگا وہ تو خوب جانتا ہے کہ جھک مارینگے اور چھوڑ دینگے لامحالہ
نہ احسان ہے نہ فدا ہان اگر من و فدا اختیاری ہو اور استرقاق و قتل کا
بھی خوف موجود ہو تو دونون حکم صحیح ٹھہرینگے اور عمل ہوسکیگا آپ کی
مذاق پر ایسا حکم نازل ہوا ہے جسکی تعمیل سے مسلمانون کو کوئی فائدہ
نہین ہے اس سے تو بہتر تھا کہ قیدی نہ کیے جاتے مگر اب تو اس حکم نے
لشکر اسلام کو شکست دینے کا سامان ڈالدیا یعنے مثلاً چار پانچہزار
قیدی آئے اور وہ کہنے لگے کہ تم ہمارا کیا کرسکتے ہو نہ تمہارا کچھ
اختیار ہے نہ ہم فدیہ دینگے نہ تمہارا احسان مانینگے آخر اہل اسلام
اور امیر لشکر اسلام اپنا سا منہ لیکر رہ جائینگے مجبور ہوکر کہین گے
کہ جاؤ رخصت ہو جب وہ قہقہہ مارتے ہوے جائینگے پھر فوراً
لڑنے کو آئینگے ہزار دفعہ پکڑے جائینگے مگر صحیح سلامت گھر کو
آئینگے کبھی لڑائی ختم نہوگی اور مجبوری سواے قتال کے کچھ بھی
کرنا نہوگا اگر خوف قتل و استرقاق کا نرہا تو نہ لڑائی کا خاتمہ ہے
نہ احسان ہے نہ فدیہ ہے کیا عمدہ معنی آیت کے آپ نے
سمجھے ہین سبحان اللہ وبحمدہ اور یہ بھی آپکا گمان غلط ہے کہ سورہ
محمد صلعم فتح مکہ مین سنہ ہجری مین نازل ہوئی ہے کما ستعلم اور
ہم نہین تسلیم کرتے کہ وہ سورہ برائت سے بھی متاخر ہے اور
یہ بھی غلط نکلا کہ بعد نزول آیت کے استرقاق پر رسول صلعم نے
عمل نہین کیا بلکہ ہم ثابت کر چکے اور احادیث کثیرہ لکھ چکے

کہ برابر استرقاق جاری رہا ہے اور آپ کے احتمالات کا ہر حدیث
کی ذیل مین جواب دیا گیا ہے قطع نظر اسکے یہ بھی ثابت ہو چکا
کہ آیت والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم بعد فتح مکہ کے نازل
ہوئی ہے تو اگر آیۃ من وفدا حضور والا ہی کے موافق سمجھی جاوے
تو بھی منسوخ ہو گئی ہے اور حرمت استرقاق کی باقی نہین رہی پس
اب ہمکو ضرورت بحث کی نرہی اور احادیث سے ہم یہ بھی ثابت کر چکے
کہ حکم من وفداء کا وجوبی نہین ہے اختیاری ہے یعنے اگر امیر اسلام
چھوڑ دینا چاہے تو احسان کرے یا فدیہ لے اور منسوخ ہو جانا اس
آیۃ کا آیۂ سیف سے بھی صحیح ترمذی سے ثابت ہو گیا اور من وفداء
کی مراد بھی موطا امام مالک اور دیگر احادیث سے ظاہر ہو چکی اب سوا
اسکے کہ طول کلام مجبوری کرنا پڑتا ہے اور کوئی تقریر آپ کی باقی
نہین رہی ہے **قولہ** ہم دعوے کرتے ہین کہ سورۂ محمد مکہ مین بزمانہ
فتح مکہ یعنی شہ مین نازل ہوئی ہے اور اس دعوے کے
ثبوت پر تین قطعی دلیلین ہین اول یہ کہ تفسیر بیضاوی مین بعض
علما کا قول لکھا ہے کہ سورۂ محمد مکہ مین نازل ہوئی ہے **اقول**
واہ واہ یا باین شورا شوری یا باین بے نمکی دھوم دھام تو وہ مچادی
کہ ہم کسی ملا مجتہد محدث مفسر حتے کہ صحابی کا بھی قول نہین مانین گے
صرف کتاب وسنت سے اپنا دعوے ثابت کرینگے مگر پہلی ہی بسم اللہ
غلط ہو گیا اور بیضاوی کے قدمون پر گرے وہ بھی محض مقلدانہ
نہ محققانہ جس تقلید کا نام ظلمت وضلالت وکفر وشرک واندھا پن
تھا اپنے مطلب کے واسطے کیسے حلال طیب عین ایمان روشنی
چشم ہو گئی ہے خیر یون ہی سہی مگر پہلے خاکسار کے اعتراضات کا
جواب دیجیے **اولاً** بیضاوی نے کسکا قول نقل کیا ہے کہ سورہ محمد

فتح مکہ مین نازل ہوئی ہے اور سنے مکی ہونا سورہ محمد کا بلفظ تضعیف
بیان کیا ہے جسکو وہ خود مردود سمجھتا ہے پھر وہ قول کیونکر تحقیقاً
یا الزاماً قابل استدلال ہوسکتا ہے نہین معلوم کسکا قول ہے
اور وہ کیا سند اپنے پاس رکھتا ہے ثانیاً بیضاوی کا دا ب تحریر
بھی حضور کو معلوم نہین ہے کہ سورتون کے مکی و مدنی ہونے سے
کیا مراد ہوتی ہے اسے حضرت اشہر اقوال مفسرین کا یہی ہے
کہ قبل ہجرت کے سورتون کو مکی اور بعد ہجرت کے سورتون کو
مدنی کہتے ہین آپ کے پاس کیا سند ہے کہ فتح مکہ سے مراد
بیضاوی کی ہے اصطلاح مفسرین کے خلاف معنے لگانا آپ ہی کا
کام ہے پس جب آپ کے پاس کوئی دلیل نہین ہے تو قبل
ہجرت کے نازل ہونا سورہ محمد کا اوس قول سے مراد لیجائیگی
اور وہ آپکے واسطے سم قاتل ہے ثالثاً بیضاوی کا دستور ہے
کہ جب صحت کے ساتھ اوسکو معلوم ہوتا ہے تو مکی خواہ مدنی
ہونا سورہ کا لکھدیتا ہے کچھ اختلاف نقل نہین کرتا ہے مگر جب
کوئی دوسرا قول قابل التفات کسی سورہ کے نزول مین پاتا ہے
تو اوسکو بلفظ مختلف فیہا لکھدیتا ہے مگر جب محض واہیات
قول ہوتا ہے اور اوسکی کچھ سند نہین ہوتی تو بلفظ قیل لکھا کرتا ہے
اور اگر کسی سورہ مین کسی آیۃ کو مستثنیٰ کرنا چاہتا ہے تو وہ بھی
لکھدیتا ہے اب دیکھنا چاہیے کہ سورہ محمد کی نسبت اوسنے
کیا لکھا ہے یہ عبارت ہے سورۃ محمد صلعم و یسمی
سورۃ القتال وہی مدنیۃ وقیل مکیۃ انتہی بلفظہ خاکسار
عرض کرتا ہے کہ سورہ صف و سورہ حدید کی نسبت بھی بیضاوی
لکھتا ہے کہ مدنیۃ وقیل مکیۃ مگر یہ دونون بھی فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی

اورزاونکے مکہ میں ہونے سے کیا مراد ہے اور وہ ہی مراد سورۂ محمد صلعم مین کسواسطے نہین ہے آپ بیضاوی کے اصطلاح پر مبنی بیان کرینگے یا اپنے دل کی خوشی سے تفسیر بالائے علیٰ بہ القائل جائز ہے ردالبعا ہم نہین تسلیم کرتے کہ ہر سورہ مجموعاً و مرتباً نازل ہوا ہے بلکہ اکثر ایسا موجود ہے کہ سورۂ مکی مین آیات مدنی اور مدنی مین مکی شامل ہین اتقان وغیرہ کتب کو ملاحظہ کیجئے پھر کیا دلیل ہے کہ آیت من وفدا فتح مکہ مین نازل ہوئی ہے جائز ہے کہ مدنی ہو مگر قبل فتح مکہ اور بعد ہجرت کے نازل ہوئی ہو تمام آیات کی نسبت سند اور زمانہ نزول کا کہان لکھا ہے ہم کہتے ہین کہ جب آپ کے پاس کوئی سند نہین ہے تو قطعی دلیل کس شے کا نام ہے اور قطعیت کسکو کہتے ہین سبحان اللہ احادیث صحیحہ تو قطعی نہ ٹھہرین اور نزول آیۃ من وفدا کا فتح مکہ مین قطعی ہوجاوے اسی کا نام تنقید اور انصاف اور تحقیق ہے تو پھر تعصب و تحکم و مکابرہ کسکو کہتے ہین خامساً بیضاوی کی کس لفظ کی یہ مراد ہے کہ فتح مکہ مین نازل ہوئی ہے تو ایجاد حضور سے ہے بیضاوی کو ناحق بدنام کیا ہے سادساً اگر فرض کیا جاے کہ بعد ہجرت مکہ مین ہی نازل ہوئی ہے تو فتح مکہ کے وقت نازل ہونا کس نے لکھا ہے یا حضور کو الہام ہوا ہے سابعاً ہم تمام قصہ آپ کے اوہام کا ختم کرتے ہین یعنے آپ کا یہ دعوے ہے کہ تمام سورۂ محمد فتح مکہ مین نازل ہوئی ہے اسیواسطے آیت من وفدا بھی فتح مکہ مین نازل ہوئی ہوگی کیونکہ بیضاوی نے صرف آیت من وفدا کا نزول مکہ مین نہین لکھا ہے بلکہ سورہ کا نزول بلفظ قیل بیان کیا ہے تو آپ قیاس کرتے ہین کہ یہ آیت بھی

تکی ہوگی اور اس سے زیادہ کوئی دلیل آپ کے پاس نہین ہے
مگر ہم ثابت کرتے ہین کہ اسی سورۂ محمد مین ایک آیت ہے
جو وقت ہجرت کے نازل ہوئی تھی وہ یہ ہے وکاین من قریۃ
ھی اشد قوۃ الآیہ کتاب اسباب النزول مین لکھا ہے
قال[۵] السخاوی فی جمال القراٰن لما هاجر رسول اللہ صلعم نظر الی مکۃ
وبکی فانزل اللہ هذہ الآیۃ بلفظہ یعنے جب رسول صلعم نے ہجرت کی مکہ سے
تو اوسکے مفارقت سے رونے لگے تب اللہ تعالے نے یہ آیت
نازل فرمائی سورۂ محمد تو تمام فتح مکہ مین نازل ہوئی ہے
پھر آیت موصوفہ بھی اوسیوقت آپ کے مذاق پر نازل ہوئی ہوگی
حالانکہ عند المفسرین المحققین ایسا نہین ہوا تو اب ماننا پڑیگا
کہ تمام سورۂ محمد فتح مکہ مین نازل نہین ہوئی ہے اور مجبور ہوکر
خاص آیت من وفدا کا نزول فتح مکہ مین ثابت کرنا پڑیگا وانی لکم
ذلک ثامناً اگر ہم فرض کرلین کہ آیت من و فدا قصہ بدر مین
نہین نازل ہوئی تھی تو بھی یہ لازم نہین آتا کہ فتح مکہ مین نازل ہوئی ہو
جائز ہے کہ قبل فتح مکہ کے کسی زمانہ مین نازل ہوئی ہوگی واذا جاء
الاحتمال بطل الاستدلال اب تو قطعی دلیل کہنا اپنے وہم و خیال کو محض
تحکم ہے تاسعاً جب احادیث صحیحہ سے ہم ثابت کرچکے کہ بعد
فتح مکہ کے حضرت صلعم نے اور مرتضے علی نے استرقاق جاری رکھا
تو ضرور ہے کہ ایسے زمانہ قرب نزول مین حکم آیت کا سہو و محو
نہوگیا ہوگا پس ضرور ہے کہ وہ آیت یا تو منسوخ ہوگی یا اوسکا
حکم وجوب کے واسطے نہوگا عاشراً باب فی المن علی الاسیر
بغیر فداء سنن ابی داؤد مین ہے اوسمین حدیث ان ثمانین رجلا
من مکۃ هبطوا الخ موجود ہے اور ہم نقل کرچکے اوس سے

[۵] یعنے کہا سخاوی نے جمال القرآن مین کہ جب ہجرت فرمائی رسول اللہ صلعم نے دیکھا مکہ اور آپ روئے تب اوتارا اللہ نے یہ آیت یعنے بہت گانون ایسے ہین جو بہت قوت دار ہین ۱۲

ثابت ہوتا ہے کہ عام حدیبیہ مین احسان کرکے حضرت نے
قیدیون کو چھوڑ دیا تھا حالانکہ یہ واقعہ سنہ ہجری ستے سنہ کا ہے
تو لامحالہ آیت من و فدا واقعہ حدیبیہ سے پہلے نازل ہوئی ہوگی
کیونکہ عمل آن حضرت صلعم کا موافق وحی اور آیت قرآنی کے مانا جائیگا
ورنہ نزول آیت وھو الذی کف ایدیھم عنکم وایدیکم عنھم ببطن مکۃ کا عین
فتح مکہ مین لازم آئیگا جو نہ موافق مضمون آیت کے ہے نہ کسیکا
قول ہے نہ اوسکی کوئی سند ہے علے ہذا القیاس حکم اخذ فدا کا
بھی غزوۂ بنی المصطلق سے پہلے معلوم ہوتا ہے کیونکہ احبنا الفدا
ابو سعید خدری کی روایت مین موجود ہے پھر اگر حکم اخذ فدا کا
نہوتا تو ابو سعید خدری ایسا نفرماتے **قولہ** حضرت ابن عباس کا
یہ قول تفسیر کبیر مین ہے الخ **اقول** حضرت ابن عباس کا قول
آپ نے کس مطلب سے لکھا ہے اگر یہ مقصود ہے کہ جو دعوی
جناب کا ہے کہ آیت من و فدا فتح مکہ مین نازل ہوئی ہے اوسپر
وہ قول ابن عباس کا دلالت کرتا ہے تو حاشا و کلا ہرگز اوس
قول مین کوئی جملہ ایسا نہین ہے جو دلیل قرار دیا جاوے اور اگر
یہ مراد ہے کہ عین غزوۂ بدر مین یا وقت حاضر ہونے قیدیون کے
نزول آیت من و فدا کا اوسمین مذکور نہین ہے بلکہ اوسوقت
آیت ماکان للنبی ان یکون لہ اسریٰ حتیٰ یثخن فی الارض نازل ہوچکی تھی اور بعد
اوسکے جب شوکت اسلام و کثرت مجاہدین ہوگی تب آیت من و فدا
نازل ہوئی اور اس قول سے نزول آیت من و فدا کا بدر مین غلط
ٹھہریگا تو بھی آپکا دعوی ثابت نہوگا کیونکہ ہمارا یہ دعوے نہین ہے
کہ پہلے آیت ماکان للنبی ان یکون الخ نازل نہین ہوئی تھی بلکہ ہمارا یہ بیان
ہے کہ فتح مکہ مین نازل ہونا اوسکا غلط ہے اور قبل فتح مکہ کے

مدینہ مین نازل ہوئی ہے عام اس سے کہ بدر کے معاملہ مین نازل
ہوئی ہو اور مخصوص ہو واسطے بدر کے قیدیون کے یا بعد اوسکی
کسی وقت مین نازل ہوئی ہو اب ہم کہتے ہین کہ قصہ بدر مین
نازل ہونا بھی خلاف قیاس نہین ہے کیونکہ غزوۂ بدر پہلا
مقابلہ ہے مسلمانون کا کفار سے اور اوس سے پہلے نہ تو حلت
غنائم کا حکم نازل ہوا تھا نہ قیدیون کو فدیہ لیکر چھوڑدینیکا یا احسان
کرکے چھوڑنے کا حکم موجود تھا صحابۂ کرام نے قبل اس سے
کہ ابھی صریح قتل اور استیصال ائمۃ الکفر کا کرلین احسان کرکے
یا فدیہ لیکر چھوڑدینا منظور کیا اسپر تنبیہ کی آیت نازل ہوئی اور
یہ حکم ہوا کہ جبتک خوب قتال انکا نہ کرلیوین قیدی کرکے کفار کو چھوڑدینا
مناسب نہ تھا اور ماکان لنبی ان یکون له اسری حتی یثخن فی الارض
نازل ہوئی بعدہ جب حضرت صلعم اور صحابۂ کرام کا گریہ وزاری
ارحم الراحمین نے قبول فرمایا تو جو کچھ قیدیون سے لیا گیا تھا
یا جو کچھ مال غنیمت تھا وہ حلال کیا گیا اور وہ خطا معاف کی گئی
اور فکلوا مما غنمتم حلالا طیبا الخ نازل ہوئی جب غفران کا وعدہ
ہو گیا تو اب ضرور تھا کہ آیندہ کے واسطے کوئی حکم صاف و
صریح نازل ہو یعنے اگر پھر کبھی قیدی پکڑے آوین تو من و فدا
جائز ہے یا نہین اوس شبہہ کو دوسری آیت نے رفع کر دیا
اور صاف حکم جواز من و فدا کا نازل ہوا مگر وہی شرط دوسری
آیت مین بھی لگا دی گئی جو پہلی آیت مین تھی مضمون دونون
آیتون کا ایک مطابق ہے کہ اصل مادہ لفظ کا بھی واحد ہے
یعنے آیت اولے مین فرمایا حتی یثخن فی الارض اور دوسری آیت
مین ارشاد ہوا اذا اثخنتموھم الخ اور مراد یہ ٹھہری کہ من و فدا بعد

قتال شدید کے جائز ہے نہ قبل اوس سے تو آیت منع و فداء
بالکل مطابق ہے قصہ بدر سے جسکو حضرت مخاطب مخالف
سمجھ رہے ہین اصل وجہ غلطی فہم شریف کی یہ ہے کہ پہلی آیت
مین عتاب کا نازل ہونا دیکھ لیا مگر تمام آیتون کا توافق نہ فرمایا
بہت معاملات ایسے ہین جنمین اول تادیب و تنبیہ ہوئی ہے
بعدہ معافی کی گئی ہین اسیطرح یہ معاملہ بدر کا ہے اور وجہ
تادیب کی اول مرتبہ مین اور پھر جائز ہونے من و فداء کے آخر
مین یہ ہوئی کہ پہلے لڑائی اسلام کی تھی اوسمین جسقدر کفار ہاتھ
آئے تھے اونکے قتل کرنے سے رعب اہل اسلام کا اور ذلت
وخواری کفار کی بخوبی ہوسکتی تھی مگر بغیر موجود ہونے کسی حکم کے
صحابہ نے مال کا لینا قبول کر لیا تھا جب قیدیون کا معاملہ
سمجھا دیا گیا تو آیندہ کے واسطے خواہ انہمین قیدیون کے
واسطے حکم ہو گیا کہ بعد قتال کے من و فداء جائز کر دیا جاتا ہے
پھر کیف وقت اسیر ہونے قیدیون کے لڑائی باقی تھی اور بعد
فتح کے حتے تضع الحرب اوزارہا کا مطلب صادق آگیا الا
سے حتے یثخن فی الارض تک قتل ہی واجب تھا آپ جو بیان کرتے ہیں
کہ قول ابن عباس کا آپ کے حق مین مفید نہین ہے کیونکہ وہ
اسقدر فرماتے ہین کہ قبل غلبہ اہل اسلام سے یہ حکم نہ تھا
کہ قیدیون کو قتل نکرنا جائز ہو جیسا کہ آیت ما کان لنبی ان یکون
لہ اسری سے مین ارشاد ہوا مگر بعدہ چونکہ غلبہ اہل اسلام کا ہو گیا
اور مسلمان زیادہ ہو گئے تو آیت من و فدا نازل ہوئی اور اختیار
من و فدا وغیرہ کا بھی نازل ہوا حضرت ابن عباس کی یہ غرض
ثابت نہین ہوتی ہے کہ تمام کفار عرب سے جب مسلمان صدر دینہ

زیادہ ہونگے تب آیت ثانیہ نازل ہوئی بلکہ کثرت اونکی بمقابلہ محاربین
موجود کے مراد ہے یعنے مقاتلہ کرنے والے ذلیل وخوار ہوکر بھاگ گئے تھے
اور جو بہ آمادہ قتال کے رہے تھے اون سے اہل اسلام کمزور نہ تھے اور جسقدر
عدد مسلمانونکا قرآن شریف مین کافی سمجھا گیا ہے وہ موجود تھا یعنے
عشرات سے مأت کا مقابلہ خواہ دونے کفار کا مقابلہ کرینگے تو فتح پائینگے
یہ عدد مسلمانونکا اکثر اور کافی تھا اسی کے قائم رکھنے کے واسطے ابتدا
مین قتل کرنا قیدیونکا مناسب تھا اور بعد فتح وغلبہ کے جو فرار ہوگئے وہ
کچھ کام کے نرہے اور جو باقی رہے وہ کتنے ہین اگرچہ زائد ہون مگر مسلمانونکی
تعداد بھی کافی ہوگی پس من وفدا بھی جائز ہوا پھر بھی اس شرط کے
ساتھ کہ قبل قتال شدید کے نہو تاکہ بعد من وفدا کے احتمال بار بار مقاتلہ کا
جاتا رہے اور غلبہ مسلمانونکا معدوم نہونے پاوے تنبیہ جناب مخاطب نے
اپنی تحریر مین پوری عبارت قول ابن عباس کی نقل نہین کی کیونکہ اوس سے
صاف معلوم ہوتا تھا کہ حکم من وفدا کا وجوبی نہین ہے بلکہ اختیاری ہے
اور یہ امر خلاف مراد مخاطب کے اور موافق ہمارے بیان کے تھا لہذا
ہم اوس قول کی عبارت نقل کرتے ہین وھی ھذہ کان ھذا
یوم بدر والمسلمون یومئذ قلیل فلما کثروا
واشتد سلطانھم انزل اللہ فی الاساریٰ
فاما منا بعد واما فداء فجعل اللہ عز وجل
نبیہ صلعم والمؤمنین فی امر
الاساریٰ بالخیار ان شاءوا اقتلوھم
وان شاءوا استعبدوھم وان شاءوا
اعتقوھم وان شاءوا
فادوھم انتہے بلفظہ لمافی المعالم

بالکہ یہ بسبب علے احسان کہ خود مخاطب کے سندی قول سے من و فدا کی معنی حل ہو گئے اور حصر وجوبی کا خیال باطل نکلا اور قتل و استرقاق و عتق بھی جائز ہو گیا اب چاہو جس وقت نزول آیت من و فدا کا مان لو تبریۃ الاسلام کا پورا رد ہو گیا اور بولنے کی جگہ باقی نرہی اور علے سبیل التنزل و بتسلیم ہم کہدینگے کہ اچھا صاحب قصہ بدر میں آیت من و فدا نازل نہوئی ہوگی غزوہ احد وغیرہ میں اوسکا نزول ہوگا اگر آپ کسواسطے حصر مراد لیتے ہین آپکا سارا قصہ ختم ہو گیا کما یعلم من لہ وجدان سلیم

فائدہ حضرت ابن عباسؓ کے قول سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عتق بھی احسان ہے کیونکہ من کو اوس سے علیحدہ مثل دیگر احکام کے بیان نہین فرمایا حالانکہ اوسکا موقع تھا

قولہ امام ابو حنیفہ صاحب تو قیدیونکا چھوڑنا کسیطرحپر جائز نہین سمجھتے الخ

اقول اسے حضور مذہب امام ابو حنیفہ رح کا عند المحققین یہ ہے کہ عدم ضرورت مین فدا بالمال جائز نہین ہے مگر عند الحاجۃ جائز ہے اور باقی ائمہ رح کے نزدیک بھی جائز ہے بعض کتب فقہیہ مین زیادہ تصریح نہین کی گئی ہے اور بعض نے بصراحت لکھا ہے رد المحتار مین ہے لکن فی المحیط انہ یجوز فی ظاهر الروایۃ وتمامہ فی القهستانی وذکر الزیلعی ایضا عن السیر الکبیر ان الجواز اظهر الروایتین عن ابی حنیفۃ وذکر فی الفتح انہ قولهما وقول الائمۃ الثلثۃ وانہ ثبت عن رسول اللہ صلعم فی صحیح مسلم وغیرہ انہ فدی رجلین من المسلمین برجل من المشرکین وفدی بامراۃ ناسا من المسلمین کانوا اسروا بمکہ قلت وعلی هذا فقول المتون یحرم فداؤهم مقید بالفداء بالمال عند عدم الحاجۃ اما الفداء بالمال عند الحاجۃ او باسری المسلمین فهو جائز بلفظہ انتہی معلوم ہو گیا کہ مذہب امام ابو حنیفہ رح کا کیا ہے خاکسار عرض کرتا ہے

ف لیکن محیط مین ہے کہ جائز ہے ظاہر روایت مین اور اوسکا بیان قہستانی مین ہے اور ذکر کیا زیلعی نے بھی سیر کبیر سے کہ جواز ظاہر تر دو روایتون سے ابو حنیفہ رح سے ہے اور ذکر کیا فتح مین کہ وہ صاحبین کا قول اور تینون اماموں کا قول ہے اور آنحضرت صلعم سے صحیح مسلم وغیرہ مین روایت ہے کہ ایک آدمی مشرک دیکر دو آدمی مسلمان فدیہ مین لیا اور ایک عورت دیکر کئی مسلمان کہ جو مکہ مین قید تھے مین کہتا ہون کہ اس تقدیر پر متون کا قول کہ حرام ہے فدا اونکا مقید ہے فدا بالمال سے بوقت عدم حاجت کے لیکن فدا بالمال بوقت ضرورت یا بعوض مسلمان قیدیون کے جائز ہے ۱۲

کہ اگر آپ ہی کا قول مان لیا جاسے تو بھی وجہ اختلاف اور قیاس
منصوص العلۃ کی حنفیہ بیان کر سکتے ہین یعنے استرقاق کو آیات
کثیرہ نے حلال کر دیا ہے اوسمین تو کسی طرح کا شک نہین باقی رہا
قتل قیدیون کا اگر آیت من و فدا اوسکے حکم مین محکم نہ سمجھی جاسے
تو دوسری آیات مابعد جو سورہ برات مین یا اور سورتون مین موجود ہین
محکم ہین اور متشابہ پر محکم کو ترجیح ہے کما تقرر فی الاصول لامحالہ حکم استرقاق
وقتل کا وجوبی ٹھہریگا کیونکہ محکمات قرآنی سے ثابت ہے اور حکم
من و فدا کا اختیاری ہے نہ وجوبی اور وہ بھی مقدم ہے آیات سیف
سے اور اوسپر عمل کرنا بھی احتمالات عدیدہ رکھتا ہے کہ بالمال ہے
یا بالاعتاق ہے یا بالمعاوضہ ہے جیساکہ احادیث سے ثابت ہے
اور ہم بیان بھی کر چکے ہین علاوہ اسکے اکابر تابعین کی روایت سے
ایسا بھی ثابت ہوتا ہے کہ آیت من و فدا منسوخ بھی ہوگئی ہے
آیت سیف سے چنانچہ صحیح ترمذی سے ہم نقل کر چکے ہین اور مراد فدا
کی مراد بھی موطا امام مالک سے ہم لکھ چکے ہین کہ عتق مراد ہے
بہرکیف عمل ابوحنیفہ رح کا محکمات قرآنی پر ہے اور اونکے ساتھ اکابر تابعین
شریک ہین اس صورت مین مذہب امام صاحب کا قابل اعتراض
نہین ہے اور جو امام استرقاق وقتل و من و فدا کے جواز کا فتوی
دیتے ہین وہ یہ سمجھے ہین کہ استرقاق تو آیات کثیرہ غیر منسوخہ و سنت
رسول و اجماع امت سے ثابت ہے اور قتل کا حکم آیات مابعد مین
بالعموم موجود ہے اور خود آیت من و فدا کی شروع مین فضرب الرقاب
حکم عام ہے اوسمین استثنا قیدیون کا نہین ہے اور سعد بن معاذ
کے قصہ مین جو حدیث صحیح وارد ہے وہ فعل رسول صلعم پر بھی دلالت
کرتی ہے لامحالہ رقیت وقتل مین کچھ کلام نہ رہا باقی رہی حاجت وجواز من و فدا کا

اوسکے وجوب وحصر کے چارون امام ومن تبعہ قائل نہین ہین اوسکو
جائز واختیاری سمجھتے ہین اور اوسکی موافقت روایات سے بھی ظاہر ہے
جیسا کہ بعض احادیث کی نقل کے ساتھ ہم بھی بیان کر چکے تو گو منًّا و فداءً
بھی فروع واسطے عمل کے محکم نہون مگر نفس مین و فداءً محکم ہے اور جب وہ
واجب نہین ہے تو اوسکی حلت وجواز کا فتوے دینا درست ہے اور
ضرورت نہین رہتی ہے کہ آیت منّ و فداءً کو منسوخ ٹھہراوین یا ٹھہراوین
کیونکہ اوسمین جب حکم وجوب کا نہین ہے تو مخالف محکمات کی نرہی
اور جب مخالف نرہیگی تو منسوخ سمجھنے کی کیا ضرورت ہے بہرکیف ائمہ اربعہ کا
مذہب موافق ہے نہایت خفیف اور باریک اختلاف ہے اب کمترین
عرض کرتا ہے کہ چارون اماموں کے مذہب مین آپ ہی کے اقرار سے
اسقدر امر پر اتفاق ثابت ہوگیا کہ آیت منًّا و فداءً مین نہ تو حصر مراد ہے
نہ وہ مانع رقیت وقتل ہے اور حضور والا کا مذہب چارون کے خلاف ہے
جسکا نام خرق اجماع ہے تو اب بحث دلائل ترجیح مذاہب اربعہ کی عبث ہے
اتباع غیر سبیل المومنین پر جو حضور نے کمر باندھی ہے اوسکے نتیجہ سے
ڈرنا چاہیے ہان اگر آپ کے نزدیک دلائل کسی ایک امام کے قول کی ترجیح
ہوتے اور اوسکی تائید کرتے تو وہ عالمانہ محققانہ گفتگو ہوتی اب تو
سوا سخن پروری کے کچھ بھی معلوم نہین ہوتا **قولہ** چنانچہ تفسیر کبیر
مین لکھا ہے کہ اما و انما للحصر [illegible] الخ **اقول** یہان بھی
حضور نے اپنی خوش فہمی دکھائی ہے اور عبارت تفسیر کبیر کی بھی غلط
پڑہی ہے صحت عبارت کی نہین کی گئی شاید کسی چھاپہ کے نسخہ مین
اِمّا جو دوسری جگہ ہے اوسکی تشدید میم کے گوشہ سے ملگئی ہوگی انما پڑہا گیا
ہے ورنہ صحیح عبارت تفسیر کبیر کی یہ ہے اِمّا و اِمّا للحصر الخ
یعنے مکرر آنا اِمّا کا مراد ہے نہ کہ بیان کرنا حرف انما کا جسکا ذکر آیت مین ہے

نہ تھا نہ اوسکے معنی بیان کرنیکی ضرورت تھی نہ یہ مقصود ہے کہ
انما مثل انما کے واسطے حصر کے موضوع ہے کیونکہ امام رازی کیونکر
ایسی بے اصل بات لکھتے جو تمام لغت اور اصطلاح اور علم ادب کے خلاف ہو
غرض اصلی امام رازی کی یہ ہے کہ اس مقام پر ایک شبہہ وارد ہو سکتا ہے
کہ اما کا مکرر انما آیت مین واسطے حصر کے ہے حالانکہ حصر مراد نہین ہے
تو پھر کیا جواب اس سوال کا ہوگا بعدہ امام صاحب نے جواب کی تقریر
بیان کی وہ بھی بالفرض تسلیم حصر کی مگر یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ امام صاحب کے
نزدیک مجرد اما واسطے حصر کے مثل انما کے آتا ہے اتقان فی علوم القرآن
اور رضی شرح کافیہ وغیرہ ملاحظہ کیجیے کہ اما واسطے تخییر کے موضوع ہے
نہ واسطے حصر کے اگر آپ اوس حرف کو واسطے حصر کے سمجھتے ہین تو
لغت یا ادب یا کسی کتاب سے ثابت کر دیجیے ورنہ اتقان وغیرہ کو
دیکھکر سکوت کیجیے تفسیر کبیر کے تین نسخے قلمی مین نے دیکھے سب مین بھی
عمدہ نسخہ مولوی محمد شکور صاحب کے کتب خانہ مچھلی شہر سے آیا اوسمین
اما و اما پایا نہ انما لامحالہ جب حصر کے واسطے اما نہ ٹھہرا اور واسطے
تخییر کے موضوع ہے تو حصر بھی تخییری ہوگا نہ وجوبی خصوصاً جبکہ
ابن عباس کا قول اور بعض احادیث بھی ہمارے موافق ہین جیسا کہ
ہم لکھ چکے اور عمل آنحضرت صلعم کا بھی اوسی کے موافق احادیث سے
سے ثابت کر دیا کہ بعد نزول آیت کے من و فدا بھی کیا ہے اور
استرقاق و قتل بھی فرمایا ہے تو بمقابلہ احادیث صحیحہ کے بحث کرنا
اون اقوال مفسرین مین جو واسطے رفع کرنے ہر قسم کے احتمالات کے
لکھتے ہین فضول ہے امام رازی رح کی عادت ہے کہ تفسیر کبیر مین
ہر قسم کے احتمالات بعیدہ جو کسی قسم کے معترض پیش کر سکتے ہون
اکثر مقامون مین لکھ دیا کرتے ہین اور کبھی جواب تحقیقی کبھی الزامی

کبھی دونون قسم کے دیتے ہین کبھی واسطے تشحیذ اذہان کے جواب
لکھنا چھوڑ دیتے ہین تو جس سوال کو بطور دفع دخل مقدر کے
تنزلا و تسلیما نقل کر کے جواب دیا ہے اگر حضور والا کو اوسپر بہت
غصہ آگیا اور سخت کلامی سے امام رازی کو یاد کرنے لگے تو بسم اللہ
جناب عالی استعمال حرف اما کا واسطے حصر کے موافق اپنے دعوی
کے پہلے ثابت کیجیے اور حصر وجوبی یا نزول آیت کا سب سے آخر مین
متعین فرمائیے اور عمل رسول کا جو اوسکے خلاف ہے اوسپر بھی
لحاظ کر لیجیے اور احتمال نسخ مین جو اجلہ تابعین کی روایت صحیح ترمذی
سے مین نے نقل کی ہے سامنے رکھہ لیجیے اور موطا امام مالک مین
جو بھی من وقدا کے پیش نظر رکھکر صورت سوال کی مرتب فرمائیے
اور اوسکے بعد خاکسار سے جواب شافی سن لیجیے وہ دو نہ خرط القتاد
سبحان اللہ دعوے تو یہ ہے کہ کتاب و سنت سے ہم قطعی دلیلون کے
ساتھ اپنے مدعا کو ثابت کرینگے کسی مفسر و محدث و عالم کی نہ مانینگے
مگر مجرد احتمالات بے اصل جو مفسرین نے نقل کیے ہون اونپر مدار
استدلال کا کیا جاتا ہے بیضاوی کے قدمون پر گرے مگر کچہ ہاتہ
نہ آیا اب امام رازی کے سامنے آکھڑے ہوئے مگر خیر سے عبارت
تفسیر کبیر کی بھی صحیح نہو سکی خیر جو کچہ حال ہے وہ ظاہر ہوتا چلا جاتا ہے
اور اب ہم گذارش کرتے ہین کہ جواب امام رازی رح کا کیون لغو
سمجھا ہے اور اپنی ہی دستاویز کو آپ ہی کسلیے باطل قرار دیا ہے
اور محض قیاس امام رازی کا جو والمحصنات من النساء کی بحث مین
قابل استدلال نہ سمجھا تھا وہ اب کسواسطے قابل التفات قرار پایا ہے
جانے دیجیے نہ آپ مانین نہ ہماری سند گردانین ہم تو کتاب و سنت
سے مجتہدانہ بحث کا مجتہدانہ جواب دیکر حضور کو لاجواب کرتے چلے آئے ہین

یہ مفسرین کے اقوال اب کیون بیچ مین لاتے ہین ورنہ ہم کہدینگے
کہ تمام امت کے علما آپ کے خلاف ہین لہذا آپ سکوت کیجیے مگر آپ
کب سنتے ہین اپنی ہی کہے جاتے ہین پھر بھی اتنا تو ہم ضرور کہین گے
کہ امام رازی کا جواب بھی آپ سے باطل نہو سکا کیونکہ امام صاحب کا
حاصل تقریر یہ ہے کہ ایسا حصر جو تمام انواع کفار پر صادق آسکے
اور کوئی فرد مستثنے نہو سکے سوا من وفدا کے نہین ہے کیونکہ
استرقاق بعض کفار قوم عرب کا بوجہ معیت رسول صلعم کے منع بھی تھا
اور قتل کا حکم بھی نہ تو تمام کفار کے واسطے تھا نہ وہ آیت مین ذکر کرنی
متروک ہو گیا تھا بلکہ فضرب الرقاب صاف فرما دیا تھا اور یہی قتل کے
واسطے ازمان شرط ہے تو ایسا حکم جو تمام افراد کفار پر صادق آسکے
اور فوراً تعمیل ممکن ہو دو ہی صورتون مین محصور ہے ایک من دوسری
فدا آپ جناب والا جو فرماتے ہین کہ استرقاق قوم عرب کا ناجائز تھا
اور اگر تھا تو اوسکو مستثنے کر دیا ہوتا اور ازمان کے سبب سے حکم قتل کا
بیان نکرنا یا جو حکم لڑائی مین ہے اوسکو بعد لڑائی کے قیدیون کی نسبت
منسوب کرنا غلط ہے خاکسار عرض کرتا ہے کہ امام شافعی کے
دو قول ہین ایک جواز استرقاق عرب کا دوسرا عدم جواز استرقاق
بعض قبائل عرب کا بسبب حرمت قرابت رسول صلعم کے بعض محققین
کے نزدیک قول اول راجح ہے اور بعض کے نزدیک مرجوح اور بیان
دونون کے دلائل بیان کرنا فضول ہے کیونکہ آپ دونون سے
خارج ہین اور معلوم ہوتا ہے کہ امام رازی چونکہ شافعی مذہب ہین
قول ثانی کو صحیح سمجھتے ہین لہذا امام صاحب نے اپنے مذہب کے
موافق جواب دیا ہے یہ اونکو معلوم نہ تھا کہ ایک شخص ایسا پیدا ہوگا
جو چارون اماموں کو ضال ومضل سمجھے گا ورنہ بہت سے جواب دے سکتے تھے

جیسا کہ ملاحدہ وزنادقہ وفلاسفہ کی رد مین اونکے اقوال موجود ہین
امام نے یہ سمجھ کر جواب دیا ہے کہ امام شافعی کا مذہب دربارہ عدم جواز
رقیت بعض قبائل عرب کی قابل ترجیح ہے اور اگر کوئی انکار کریگا
تو ہم اوسکو دوسری صحبت مین طے کرینگے لہذا مسلمات مین سمجھکر مستثنے
بیان کر دیا ہے اور امام صاحب غافل نہ تھے دوسرے قول سے بھی
جو بعض شافعیہ کے نزدیک راجح تھا لہذا اونکے نزدیک بھی چونکہ
خاص نسب وقرابت رسول صلعم مین رقیت کا جواز نہ تھا امام صاحب
نے ایسا لفظ لکھا جو ہر ایک کے نزدیک صحیح ٹھہرے یعنے لان النبی
صلعم کان منھم اور لفظ العرب مین بھی الف لام عہد کا مراد ہے نہ عموم
واستغراق کا تو اب جناب عالی کو لازم ہے کہ پہلے جواز استرقاق
تمام عرب کا گو وہ کیسا ہی قرابت دار آنحضرت صلعم کا کیون نہو
ثابت کرین بعدہ امام صاحب پر متوجہ ہون اور آیت مین مستثنے
کے تصریح مذکور نہونے پر جو حضور کا اعتراض ہے وہ آیت امام صاحب
کے نزدیک ایسی بلیغ ہے کہ مطلب بعینہ اونکا اوس سے علماء مفسرین
بخوبی سمجھ سکتے ہین اور معنی آیت کے سنت نبوی واجماع امت
کے ساتھ غور کرنے سے محتاج بحث نہین رہتے ہین بہت آیات
قرآنی مین اشارۃ النص سے مسائل کا استنباط کیا جاتا ہے اور بلاغت
کلام الٰہی کی ہر حرف مین کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور دیتی ہے ہان فہم
مستقیم وعقل سلیم واستعداد علمی ونور ایمان وصدق یقین وصحبت
اکابر دین وحسن ظن ساتھ ائمہ دین کے شرط ہے مجرد عبارت
عربی کا ترجمہ اردو دیکھ لینے سے کام نہین چلتا ہے نہ کوئی مجتہد
ومفسر بن سکتا ہے باقی رہا دوسرا اعتراض حضور کا وہ تو اول سے بھی
زیادہ بے حقیقت ہے کیونکہ حکم قتل کا محدود ومخصوص نہین ہے

بعد ملنے کفار کے ضرب الرقاب عام ہے اوسوقت تک کہ لڑائی
باقی رہی اور جتنے تضع الحرب اوزارہا کا سامان موجود رہے خواہ
اس عرصہ مین مقابلین ومعاونین اونکے زندہ گرفتار ہون خواہ
مقابلہ پر آجاوین اگر زندہ پکڑے جاوین تو مضبوطی کے ساتہ
رکھہ لیے جاوینگے اور بعدہ امام کو اختیار ہوگا کہ ضرب الرقاب
کے حکم سے چاہے قتل کرڈالے چاہے دوسری آیات اور بھی
فشدوا الوثاق کے لحاظ سے اونکو رقیق بنالے جو حکم اونکے باب مین
ہوگا وہ لڑائی کے احکام سے خارج نہین ہے اور از بان بشتاب
واقع ہوگا کیونکہ قیدی جب ہاتہ آتے جاتے ہین اور لڑائی ہوتی
چلی جاتی ہے تو فوراً فیصلہ کرنا قیدیون کے حکم کا متعذر ہوجاتا ہے
لامحالہ انتظار کیا جاتا ہے کہ جب مقابلین مغلوب اور منکوب ہوجاوین
اور اطمینان کے ساتہ لشکر اسلام جمع ہو اور یہ بھی طے ہوجاوے
کہ کسقدر قیدی شروع سے اخیر لڑائی تک ہاتہ آئے ہین تب اونکے
باب مین امیر اسلام حکم کریگا کہ قتل کیے جاوین یا نہین مگر رقیت
بمجرد گرفتار ہونے کے متحقق ہوجاتی ہے اور اونکو چھوڑ دینا فوراً
اختیار مین ہے کسیکو رہا کردینا ایسا وقت حرج نہین کرتا ہے
جیساکہ اوسکا قتل کرنا چاہتا ہے قتل کرنا تو موافق وجوہ مذکورہ کے
بعد فتح لشکر اسلام اور معاینہ حالات اساری کے ہوگا بہت سے
بچے صغیر ہونگے بہت عورات ہونگی بہت بوڈھے ہونگے ایسی حالت
مین لازمی اور ضروری اوسکا قتل نہوگا بخلاف رقیت کے کہ وہ بعد
گرفتار آنے کے امیر اسلام کے واسطے متحقق ہوجاتی ہے بعدہ
تقسیم اونکی کیجاتی ہے اور احکام شرعیہ پورے کیے جاتے ہین
تو امام رازی کا یہ فرمانا کہ ازبان واسطے قتل کے ضروری ہے

کیونکہ غلط ہوگا اور جب بعد ازمان کے بعض دون بعض کا قتل جائز نہ ٹھہرے گا تو اب صرف دو ہی صورت باقی رہ گئین جو کہ تمام انواع کفار مین بلا ازمان عمل مین آسکتے ہون وہ کیا ہین من وفداء باالجملہ اگر ہم فرض کر لین کہ جواب امام رازی کا آپ کے نزدیک کافی نہو اور ہمکو ضرورت پڑے کہ اور بھی جواب دین تو ہم عرض کرینگے کہ بالفرض حصر مراد ہو مگر وہ حصر اوسی صورت کے واسطے ہے جب چھوڑنا قیدیون کا مدنظر امام لشکر کے ہوا الا اگر موافق حکم دوسری آیات کے قتل و استرقاق پر عمل کرتا ہو تو آیت من وفداء مانع نہین ہے اور اسی کے موافق سنت رسول و سیرت صحابہ کرام و اجماع امت کو ہم پاتے ہین اور ایک آیت تفسیر دوسری آیت کی ہوسکتی ہے سب آیتون مین اور سنت نبوی مین توافق ہمارے قول سے ہوتا ہے کما لایخفی **قولہ** بحث سوم نسبت معنی من وفداء الی قولہ زیادہ بحث اسمین ضرور نہین **اقول** تفاسیر مین جو من کے معنے ترک قتل و اختیار استرقاق و قبول جزیہ اور فدا کے معنے معاوضہ اساری مسلمین بھی لکھے ہین آپ کے نزدیک بات کی پچ یا تقلید کی گمراہی کے سبب سے ہون تو اس بدزبانی کا ہم جواب دینا مناسب نہین جانتے ہین مگر جب خود احادیث سے ہم ثابت کر چکے کہ جو لونڈی ابوبکر صدیق سے ایک صحابی نے لڑائی مین پائی تھی اوسکو حضرت نے لیکر اساری مسلمین کے عوض دیا اور اسیطرح کے معاملات اکثر پیش آئے ہین اور آپ خود ہی واجبات کی بحث مین امام رازی پر طعن کر چکے ہین کہ معنی واحد کے اختیار کرنیکے واسطے دلیل عقلی خواہ نقلی چاہیے تو جو معنی آپ نے قرار دیے ہین اونپر کیا دلیل عقلی یا نقلی موجود ہے عمل حضرت صلعم کا اور صحابہ کا تمام اقسام پر رہا ہے اور موطا امام مالک اور قول اکابر دین سے بھی

تائید ہوتی ہے تو آپ کو لازم ہے کہ تمامی احتمالات صحیحہ کو رفع کیجیے
کیونکہ آپ خود مدعی ہونے کا اور قطعی دلیلون سے اپنے دعوی کو
ثابت کرنیکا وعدہ کر چکے ہین زبان درازی اور سب وشتم کا کام نہین ہے
احتمالات کا جواب دینا چاہیے اور جب حضرت مجاہد کی سند بھی
مفسرین نے لکھی ہے اور وہ اجلہ مفسرین مین ہین اور امام اس
فن کے سمجھے جاتے ہین اور انکا اسناد صحابہ سے لیکر رسول صلعم
تک پہونچتا ہے تو آپ کے توہمات کس کام آئینگے آپ کو تو سیدھی
عبارت احادیث کی بھی تحقیق نہین ہے جیسا کہ قصۂ جویریہ مین معلوم
ہوگیا اور ہر مقام مین ظاہر ہوتا جاتا ہے پھر تقلید کی گمراہی کا الزام
وہ ہی شخص زبان پر لائیگا جسکو ائمۂ اربعہ اور تمام اکابر دین سے
بغض ہوگا ہمنے مانا کہ آپ خود مجتہد فی الدین سہی مگر آپکا مقلد بھی ضرور
گمراہ ہوگا اور آپ بھی آخر قیاس و استنباط ہی کرتے ہین کچھ وحی
آسمانی تو نازل نہین ہوئی ہے ائمۂ اربعہ بھی اجتہاد کرتے تھے اور
تمام امت کو اجتہاد کی لیاقت محال عادی ہے کسی نہ کسی کے مقلد ضرور
ہونگے اسکا نام گمراہی رکھنا صریح گمراہی ہے افسوس ہے کہ اپنے
اوہام کو سرسبز کرنے کی خاطر آپ ہمارے اکابر کو ایسے الفاظ سے
یاد کرتے ہین کہ ہم لوگون کا دل دکھاتے ہین اور جھگڑتے ہین فرمایئے
جس قول بیضاوی پر مدار تصنیف رسالہ کا ہے اوسمین آپ نے
وہ ہی گمراہی تقلید کی اختیار کی ہے یا خود اوسکے سند آپکے پاس ہے
اگر ہے تو پیش کیجیے ورنہ سب وشتم سے خطرۂ عظیم سمجھ لیجیے والکلم الخیار
قولہ اکثر حنفیہ کا قول ہے کہ یہ آیت قیدیان بدر سے مخصوص ہے
الخ **اقول** اسکا جواب بحث اول کی تردید مین ہم دے چکے **قولہ**
کوئی امام اس آیت کے منسوخ ہونیکا قائل نہین مگر حنفیہ منسوخ

کہتے ہین الخ اقول ہم پہلے بھی لکھ چکے اور پھر بیان کرتے ہین
کہ ابو حنیفہ رح کا مذہب اکثر تابعین محققین کے موافق ہے اور اگر
وہ منسوخ ہی کہتے ہین تو بھی بے سند نہین ہے چنانچہ صحیح ترمذی
مین ہے و قال الاوزاعی بلغنی ان ہذہ الآ۔ قولہ تعالی فامامنا
بعد واما فداء نسختہا فاقتلوہم حیث ثقفتموہم بلفظہ
مختصراً تو اب حضرت ابو حنیفہ رح پر طعن کی کوئی وجہ نہ رہی علاوہ اسکے
جب سے آیات قرآنی حلت استرقاق مین موجود ہین تو کیا ضرور ہے
کہ اس آیت مین بھی صاف اوسی استرقاق کا حکم موجود ہو امام ابو حنیفہ کا
مذہب بعد توافق تمام آیات و سنت سرور کائنات صلعم و اجماع
صحابہ و تابعین کے قائم ہوا ہے آپ کے مانند ایک لفظ دیکھ کر
تصنیف کرنے کو نہین بیٹھے تھے خود تابعین مین معدود سمجھی گئی ہین
اور اونکی تحقیق امور دینی مین غایت مرتبہ کو پہونچی تھی اور قتل کا
حکم تو فضرب الرقاب مین عام موجود ہے خواہ بعد لڑائی کے ہو خواہ
قبل قید ہونے کفار کے اور سورہ برات کا نازل ہونا بعد آیت
من و فداء کے ہم عنقریب ثابت کر کے حضور کی تفسیر دانی کا حال سب پر
ظاہر کیے دیتے ہین تو امام اعظم رح کا فتوے کسواسطے غلط ٹھہریگا
اب ہم زیادہ انتظار مین نہین رکھتے ہین اسی مقام پر لکھی دیتے ہین
کہ خود جناب والا نے اقرار کر لیا ہے کہ سورہ محمد جسمین آیت من و فداء
ہے سنہ ہجری مین نازل ہوئی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ سورہ
برات اوس سے پہلے کی ہے آخر تنزیل سمجھنا سورہ برات کا آپ
نہین مانتے ہین مگر مہربانی فرما کر ذرا صحیح بخاری مین باب حج ابی بکر رض
تو نکالکر ملاحظہ کیجیے کہ سورہ برات لیکر کس سنہ مین واسطے تبلیغ کے
حضرت صدیق اکبر رض بھیجے گئے تھے اگر تمام صحیح بخاری دیکھنے کی فرصت نہو

توجلد ششم مین فہرست ہی پڑہ لیجیے باب حج ابی بکر بالناس فی سنۃ تسع اور متن مین بھی یہی عبارت ہے حج ابی بکر بالناس فی سنۃ تسع اوسی باب مین یہ حدیث ہے ان ابا بکر الصدیق بعثہ فی الحجۃ التی امرہ النبی صلعم قبل حجۃ الوداع یوم النحر الحدیث ایضاً فی الباب عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہما قال اخر سورۃ نزلت کاملۃ براءۃ واخر سورۃ نزلت خاتمۃ سورۃ النساء یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ اب تو کچھ شک نرہا کہ سورہ برات بعد سورہ ممتحنہ کے نازل ہوئی ہے اور دور جانا کیا ضرور ہے خود حضرت مخاطب نے جو عبارت تفسیر معالم التنزیل کی نقل کی ہے اوسمین نازل ہونا سورہ برارت کا شمہ کے بعد موجود ہے اسیواسطے جناب عالی نے تمام عبارت نقل نہین کی تا کہ اپنی ہی دستاویز سے اپنا دعوے باطل نہو جاوے اور پردہ فاش نہونے پاوے آیہ قول جناب مخاطب ذی علم کا دیکھنا چاہیے جسپر عقلاے عالم کو کمال حیرت پیدا ہوگی لکہتے فرماتے ہین آیت سورہ توبہ قبل فتح مکہ کے نازل ہوئی تھی تفسیر معالم التنزیل مین لکھا ہے قال محمد بن اسحاق ومجاہد وغیرہما نزلت فی اہل مکۃ الخ اور ہمنے اوپر ثابت کیا ہے کہ آیت من وفدا بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی پس یہ آیت اوسکی ناسخ نہین ہوسکتی بلفظہ **اقول** پس حضرت ہمارا آپ کا فیصلہ ہوگیا تفسیر معالم التنزیل مینا دیکھ لیجیے کہ سورہ برارت کو آخر ما انزلت لکھا ہے اور اوسکا نزول سنہ ۹ مین موجود ہے یا آپکا قول سچا ہی ہم تو معالم کی اوس حدیث کی عبارت پیش کرتے ہین جسمین خود حضرت عثمان جامع قرآن کی روایت ہے اور اوسکے یہ الفاظ ہین وکانت براءۃ من اخر ما انزلت بلفظہ اور بھی اوسی تفسیر مین لکھا ہے

فلما کان سنۃ تسع اراد رسول اللہ صلعم ان یحج ثم قال انہ یحضر المشرکون
فیطوفون عراۃ فبعث ابابکر تلک السنۃ امیرا علی الموسم لیقیم الناس الحج وبعث معہ
باربعین آیۃ من صدر براءۃ لیقرأہا علی اہل الموسم ثم بعث
بعدہ علیا کرم اللہ وجہہ علی ناقتہ العضباء لیقرء علی
الناس صدر آیۃ براءۃ بلفظہ قدر الضرورۃ

موضع المبحث اب تو معلوم ہوگیا کہ نزول سورہ برارت کا ۹ھ مین ہے اور کوئی ذی عقل ایسی بدگمانی بھی نہین کرسکتا ہے کہ آن حضرت صلعم نے خلاف آیت بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ کے سال بھر تک کفار کو احکام الہی نہین پہونچائے اور کیا وجہ تھی کہ حضرت نے وحی کو چھپا رکھا تھا خصوصاً جب کہ یہ بھی ثابت ہوا کہ آخر تنزیل وہی سورہ برارت ہے تو اس قسم کی بدگمانی کا کیا موقع باقی ہے اب ذرا تماشا دیکھیے کہ تفسیر معالم مین تو لکھا ہے نزلت فی اھل مکۃ یعنے مکہ کے کفار کے باب مین نازل ہوئی ہے حضرت مخاطب اوسکے معنے ارشاد کرتے ہین کہ قبل فتح مکہ کے نازل ہوئی اچھا صاحب قبل فتح مکہ کے نازل ہوئی مگر ۹ھ مین ہوئی اور آپ کی آیت مستدل بہ ۸ھ مین نازل ہوئی ہو تو کونسی آیت متاخر ٹھہرے گی قطع نظر اجتہاد کے تواریخ دانی مین بھی حضور کو بڑا دخل ہے چنانچہ فرزدق کو شاعر ایام جاہلیت کا اسی تبرتیہ الاسلام کے شروع مین لکھدیا ہے حالانکہ محض غلط ہے چلپی مطول کا حاشیہ دیکھیے جسمین لکھا ہے الشعراء علی اربعۃ طبقات الجاہلون کامرء القیس وزہیر وطرفۃ والمخضرمون الذین ادرکوا الجاہلیۃ والاسلام کحسان ولبید والمتقدمون من اھل الاسلام کالفرزدق وجریر الخ بلفظہ اور مرآت الجنان مین ہے

اما الفرزدق فهو ابو الاخطل همام بن غالب الی قوله فاجاب
الفرزدق لقوله وذات حليل انكحتها رماحنا حلال لمن يبني بها
لم تطلق واخبار الفرزدق كثيرة ذات اشتهار الخ بلفظہ
مختصراً فرمائیے یہ وہی فرزدق ہے جسکا وہی شعر آپ نے نقل کرکے
زمانہ جاہلیت کا شاعر بیان کیا ہے یا کوئی دوسرا ہے جب ایک
ایسے شاعر مشہور کے حال سے جاہلیت ہے تو زمانہ نزول آیات
قرآنی کا متعین کرنا اور تفاسیر کے مطالب کا سمجھنا تو نصیب اعدا
کہنا چاہیے اب ہم اوس شبہہ کو بھی رفع کرتے ہین جو عبارت
قسطلانی سے آپ نے دھوکا دیا ہے یا خود کھایا ہے یعنے
بالفرض الفاظ صریح حدیث صحیح کے مقابلہ مین مجرد قول قسطلانی کا
آپ پیش کرین اور تقلیداً اقوال علما کی نچھوڑین تو بھی معظم آیات خواہ
اول آیات سورۂ براءت کا نازل ہونا تو قسطلانی بھی قبول کرتے ہین
اور ہمارے آپ کے بحث اونہین آیات مین ہے تو آخر کی چند آیات
اگر زمانہ وفات نبوی مین سے نازل ہوئی ہون تو بھی تمام سورہ
براءت آخرہا انزلت کی صفت سے خارج نہوجائیگی آپ اپنی مستدلہ
آیت کو فتح مکہ مین نازل ہونا تو ثابت کر لیجیے تب مقابلہ کیجیے
یہان سرے سے مکی ہونے مین بھی سورۂ محمد کے کلام ہے
اور آپ اثبات دعوے مین مجبور ہو کر نکتہ چینی دوسرے
اقوال مین کر رہے ہین اس سے کیا فائدہ ہوگا اور طرفہ یہ ہے
کہ پوری عبارت بھی قسطلانی کی حضور والا نے نہین لکھی یعنے
جلد ششم مین قسطلانی نے لکھا ہے و یاتی ان شاء اللہ فی التفسیر
مزید لذلک پس جب قسطلانی نے کتاب التفسیر مین اس بحث کو
لکھنے کا وعدہ کیا تھا تو ضرور تھا کہ کتاب التفسیر مین اوسکا قول

۵۱ یعنے لیکن فرزدق تو وہ ابوالاخطل ہمام بن غالب ہے اور اسکے بعد یہ لکھا ہے پس جواب دیا فرزدق نے اسکے قول پر وذات حلیل انکحتہا رماحنا اور خبرین فرزدق کی بہت مشہور ہین ۱۲

۵۲ یعنے اور آنیوالا ہے اگر چاہا خدا نے اسکی تفسیر زیادہ اس سے ۱۲

دیکھا جاتا اب ہم عبارت کتاب التفسیر قسطلانی کی جلد ہفتم سے
لکھتے ہین جسمین وہ لکھتے ہین فالمراد اولہا ومعظمہا والا ففیہا
آیات کثیرۃ نزلت قبل سنۃ الوفاۃ النبویۃ بلفظہ لا محالہ
نزول اول سورۂ برارت کا بعد فتح مکہ کے مسلم ہے جسمین ہمارا مقصود
موجود ہے اور سنہ وفات رسول صلعم مین نازل ہونا باقی سورہ کا
منافی آخر ما انزلت کا نہین ہے اب ہم جناب مخاطب سے سوال
کرتے ہین کہ سورۂ محمدؐ کو آپ نے سنہ ۸ھ مین نازل ہونا بیان کیا ہے
اور وہ ہی سنہ فتح مکہ کا ہے تو سورۂ محمد بقول جناب کے عین
حالت قیام مکہ مین نازل ہونی چاہیے ورنہ مکی کیونکر ٹھہرے گی
اور ماہرین فن حدیث وسیر پر مخفی نہوگا کہ جو معاہدہ مشرکین مکہ
سے ہوا تھا وہ فتح مکہ مین قرار پایا تھا جسکو توڑ ڈالنے پر وہ لوگ
مستعد ہوے یعنے بعض نے عہد کو توڑا اور بعض قائم رہے
اور سورۂ برارت مین معاہدین اور غیر معاہدین کے باب مین
احکام نازل ہوے اور اونکو مدت مقرر ہوکر مہلت دی گئی
تو خود مضمون اول آیات سورۂ برارت کا نص قطعی ہے کہ سورہ
برارت بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی پس سورۂ محمد سے متاخر ہونا
خود آیات برارت سے ظاہر ہے اور تمام اوہام کا استیصال
ہوگیا ہے اول سے سورۂ برارت کی تلاوت کر لیجیے بحث کی
ضرورت کیا ہے **قولہ** آیات سیف سے صرف قتل کرنا نکلتا ہے
چھوڑنا قیدیون کا جائز نہین ہے تو استرقاق بھی ثابت نہوگا
الخ محصلا **اقول** حکم استرقاق دوسری آیات مین موجود ہے
جو منسوخ نہین ہین اور قتل کا حکم سورۂ برارت مین صاف وصریح ہے
تو حصر و خذوا باقی نہ رہا علاوہ اسکے خذوہم واحصروہم اس سورہ مین

موجود ہے اور اخذ کے معنے ہین اسیر کرنے کے چنانچہ قاموس
وغیرہ مین موجود ہے کمامر سابقاپس جب قیدی اہل اسلام
کے پاس رہے اور بغیر ایمان لانے کے اونکی رہائی تجویز نہوئی
تو استرقاق کسواسطے باطل ٹھہریگا اور آیات استرقاق کیون
منسوخ ہونگی خدا تعالے فرماتا ہے فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ
واتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم الایۃ ظاہر ہے کہ چھوڑنا قیدیون کا
بعد ارشاد خذوہم واحصروہم کے مشروط ہوا ایمان لانے پر تو بغیر
ایمان لانے کے وہ اسیر بھی رہین گے اور احاطۂ قدرت مین اہل
اسلام کے رکھے جائینگے اور استرقاق اوسی کے موافق ہے
وہو المقصود **فائدہ** سورۂ برات سے حکم قتل کا معلوم ہوتا ہے
اور اسیر کرکے اپنے پاس رکھنے چھوڑنے کا اور اس سے استرقاق
وقتل کا حکم وجوبی ثابت ہوگیا جو بعض حنفیہ کے نزدیک مذہب
ابوحنیفہ رح کا ہے تو مذہب امام اعظم رح کا نصوص قرآنی پر مبنی ہوگا
مگر بعض حنفیہ اور دیگر ائمہ جو من وفدا بھی جائز سمجھتے ہین اونکا قیاس
بھی صحیح ہوسکتا ہے اس بنا پر کہ حکم من وفدا کا تخییری ہی نہ وجوبی
اور تخییر کے تصدیق فعل اور قول رسول صحابۂ کرام واجماع امت سے
ہوئی ہے جیسا کہ بعد فتح مکہ کے ثابت ہوا ہے اور احادیث
کی بحث مین ہم لکھ بھی چکے ہین **قولہ** علاوہ اسکے آیۂ سورۂ
انفال بنی قریظہ کے باب مین نازل ہوی وہ غزوۂ ۵ھ کا تھا الخ
اقول اسمین بحث فضول ہے کیونکہ خود حضرت صلعم نے قیدیونکو
قتل بھی فرمایا اور استرقاق بھی واقع ہوا اور حکم سعد بن معاذ کا
موافق حکم خدا کے یا موافق وحی کے یا موافق حکم ملک العلام کی تھا
اگر ملک بکسر اللام سے مراد بادشاہون کا سا حکم ہوتا تو آنحضرت صلعم

اوسپر عمل نکرتے کیونکہ حضرت صلعم نے سعد کے حکم کی تحسین فرمائی
اورا اوسپر عمل نکرتے اگر وہ خدا کی مرضی کے خلاف ہوتا ور بما قال کا
لفظ وہم راوی کو دفع کرتا ہے کیونکہ کبھی فرمایا بحکم اللہ اور کبھی فرمایا
بحکم الملک ہمارا استدلال فعل اور تحسین رسول صلعم پر ہے وہ کسی طرح
رفع نہین ہوسکتا پس معنی آیت کے وہی صحیح ہین جو فعل رسول صلعم
سے ثابت ہوے ہین اور وہم راوی کا لفظ ملک بکسر اللام و فتح اللام
مین تو ہوسکتا ہے مگر بحکم اللہ کے لفظ مین نہین ہوسکتا اور افترا کا
گمان کرنا صحابی رسول صلعم پر کہ اوسنے اپنے جی سے جوڑ کر بحکم اللہ
کہدیا ہوگا باوجود فعل رسول صلعم اور تحسین حکم سعد بن معاذ کے
کسی مسلمان کا کام نہین ہے اوسنے تو یہان تک روایت حدیث
مین احتیاط کی ہے کہ جسوقت جو کلمہ سنا اوسکو دونون لفظ
کے ساتھ بیان کر دیا یعنے یون فرمایا قضیت بحکم اللہ و ربما قال بحکم
الملک کیونکہ وہم راوی کا احتمال ہوسکتا ہے کہ اوسنے لفظ اللہ کا
حضرت صلعم کی زبان وحی ترجمان سے نہ سنا تھا علاوہ اسکے
صحابہ کرام کتاب و سنت پر حکم دیتے تھے یا سلاطین جور کی سیرت پر
ظاہر ہے کہ شق اول متعین ہے لامحالہ ملک بکسر اللام جو بفتح اللام
و بحکم اللہ کے موافق ہے اسماء حسنی سے کسواسطے نہ سمجھا جائیگا اور
کیا ضرور ہے کہ وہ بادشاہ دنیا مراد لیا جاے جسکا عمل خلاف شرع محمدی ہو
طرفہ یہ ہے کہ سیرت شامی کا حوالہ دیکر جناب مخاطب فرماتے ہین کہ ثابت
ابن قیس کی سفارش سے حضرت صلعم نے ایک شخص کا خون معاف
کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ حکم قتل کا نہ تھا استغفر اللہ یہ کیا بدگمانی
ہے شارع علیہ الصلوۃ والسلام کا معاف کر دینا کسی فرد واحد کو مستلزم
اس امر کا کیونکر سمجھا جائیگا کہ چار سو سے زیادہ آدمی جو قتل کیے گئے

وہ محض سیرت ملوک جائز و حکم خلاف شرع کے موافق تھی ہم کہتے ہین
کہ حکم قتل و استرقاق کا تھا اور جستجو چھوڑ دیا وہ بذریعہ وحی غیر ملو کی
ہو سکتا ہے علاوہ اسکے وما من عام الا وقد خص منہ البعض قطع نظر
اسکے بمقابلہ احادیث صحیحہ کے سیرت کی کتاب کا حوالہ دیکر کیونکر
معارضہ کیا جاتا ہے وہ تو آپ کے نزدیک مہا بھارت ہے اور
ہمارے نزدیک بمقابلہ احادیث صحیحہ کے قابل ترجیح نہین ہے
تو الزاماً و تحقیقاً جواب حضور والا کا بیکار ٹھہرے گا فتدبر **قولہ**
المشرکین کا لفظ عام نہین ہے بلکہ الف لام عہد کا ہے پس مشرکین
من الاساری مراد نہین ہے اور نہ حیث وجدتموھم سے حکم اساری قتل
مشرکین کا ثابت ہوتا ہے الخ **اقول** جواز قتل اساری مشرکین کا
آیت سے مستنبط ہو سکتا ہے یعنے ان اللہ بری من المشرکین ورسولہ
عام ہے اور اوسمین سے استثنا صرف الا الذین عاھدتم من المشرکین
کا ہوا ہے اور فاقتلوا المشرکین کا حکم اپنے عموم پر باقی ہے اساری بھی
مشرکین کی تعریف سے خارج نہین ہین اور یہ بات کوئی ذی علم
نہین کہہ سکتا کہ مورد خاص ہونے سے عموم حکم متعذر ہوتا ہے
خصوصاً اسوجہ سے کہ تکلیف ما لا یطاق بلکہ محال عادی لازم آتا ہے
یعنے فرض کیا جاوے کہ اگر مکہ کے مشرکین کی حمایت کے واسطے
اور کفار بھی شریک مقابلہ ہون تو اونکو لشکر اسلام قتل نکر سکے
اور وقت مقابلہ کے حسب ونسب وسکونت محاربین کی تحقیق
ہو جایا کرے تب تلوار چلائی جاوے پس جب تک کوئی وجہ تخصیص
کی ظاہر نکی جاوے آیت کا حکم اپنے عموم وشمول واستغراق پر باقی
رہیگا اور جب عموم صحیح ہے تو جو آیت اوسکے خلاف ہو وہ منسوخ
کیون نہو گی باقی رہی بحث حیث وجدتموھم کی ہم کہتے ہین کہ ہان

اندر کعبہ کے بھی اوس سے قتل جائز ہوا ہے مگر باہر کعبہ کے بھی جواز لازم آتا ہے اور باہر کعبہ کے کسی حد تک محدود نہین ہی تو حکم قتال کا عام ہوگیا اور قیدی خواہ اندر کعبہ کے ہون خواہ باہر مگر آیۃ کی حکم سے محفوظ نہین رہ سکتے ہین **تنبیہ** ہم بھی ایک تقریر الزامی بیان کرسکتے ہین کہ بقول مخاطب کے سورۂ محمد سنہ مین نازل ہوئی ہے اور مکی اسوجہ ٹھہرائی جاتی ہے کہ فتح مکہ مین نزول اوسکا ہوا اور ظاہر ہے کہ فتح مکہ رمضان سنہ مین ہے تو ہم بھی کہہ سکتے ہین کہ من وفدا کا حکم مخصوص ہوگا واسطے اہل مکہ کے نہ بالعموم واسطے اساری کفار کے اور اس احتمال کا رفع کرنا آپکے ذمہ ہے کیونکہ آپ مدعی ہین اور ہم مانع اور موجہ ہین اور پھر اگر آپ ہمارے احتمال کو رفع نکرسکینگے تو ہم بطریق تنزل وتسلیم کہہ سکتے ہین کہ حکم سابق کا بھی خاص ہوگا اور حکم مابعد بھی خاص قرار دیا جاتا ہے تو چونکہ حکم سابق خلاف حکم آخر کے ہی حکم سابق خاص کو حکم لاحق خاص نے منسوخ کردیا فتدبر ولاتکن من الغافلین **قولہ** آیۃ سورہ بقرہ بھی صلح حدیبیہ مین جو سنہ مین ہوئی قبل آیۃ من وفدا کے نازل ہوئی ہی الخ محصلاً **اقول** اولاً آپنے نقل عبارت تفسیر معالم مین تحریف کی ہے یعنی قال الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس نزلت ہذہ الآیۃ فی صلح الحدیبیۃ کو صاف اوڑا دیا اور اس تحریف کی یہہ وجہ ہوئی ہی کہ کلبی وضاع وکذاب ہے جیسا کہ کتب اسماء الرجال مین قرار پاچکا ہی لہذا اوسکا نام چھپا ڈالا تا کہ ہم لوگ تصحیح روایت کا مطالبہ نکرسکیں ثانیاً بحث تو یہہ ہی کہ واقتلوہم حیث ثقفتموہم کا حکم عام ہی یا نہین اور عبارت معالم کی وہ نقل کی جو متعلق تفسیر آیۃ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ کی متعلق ہی ثالثاً مراد عبارت تفسیر معالم کی تمام کمال نقل شریف مین نہین آئی صاحب معالم نے آیت مذکورہ کا منسوخ ہونا صاف لکھا ہی جیسا قال واقتلوہم حیث ثقفتموہم قیل نسخت الآیۃ الاولی بہذہ الآیۃ واصل

الثقافۃ الحذق والبصر بالامر ومعناہ واقتلوھم حیث ابصرتموھم
مقاتلتھم وتمکنتم من قتلھم الخ . اور یہ بھی اوسی تفسیر مین لکھا ہے
کہ حکم آیت وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم کا منسوخ ہو گیا
حیث قال[له] وکان فی ابتداء الاسلام امر اللہ تعالی رسول اللہ صلعم بالکف
عن قتال المشرکین ثم لما ھاجر الی المدینۃ امر بقتال من قاتلہ منھم
بھذہ الایۃ وقال الربیع بن انس ھذہ اول ایۃ نزلت فی القتال
ثم امر بقتال المشرکین کافۃ قاتلوا او لم یقاتلوا بقولہ فاقتلوا
المشرکین فصارت ھذہ الایۃ منسوخۃ بھا وقیل نسخ بقولہ
اقتلوا المشرکین قریب من سبعین ایۃ انتھی پس ظاہر ہوا کہ صاحب معالم
کے نزدیک قتل مشرکین کا عام ہو گیا اور لفظ المشرکین کا اپنے عموم
و استغراق پر محمول ہے الحمد للہ کہ آپ ہی کی مستدلہ عبارت سے
آپ کا دعوے باطل نکلا باقی رہی بحث قبلیت اور بعدیت آیت کی
سو ہم مکرر لکھ چکے ہین کہ نزول آیت من وفد ارکا سنہ ہجری مین
ممنوع اور محتاج برہان ہے اور آپ اوسکے اثبات مین عاجز ہین
قولہ اگرچہ آج تک کسی عالم نے جنکے وہ مقلد ہین استدلال نہین کیا الخ
اقول منسوخ ہونا آیت من وفد ارکا اوزاعی کے قول سے بحوالہ حدیث
صحیح ترمذی کے ہم ثابت کر چکے اور مفسرین کے اقوال بھی موجود ہین
قطع نظر اسکے اگر یہ بھی ضرور ہے کہ علماء سابقین لکھ چکے ہون
تو فرمائیے آپ کی تفسیر بالرائے کے ساتھ کسنے کبھی اتفاق کیا ہے
یا آیت من وفد ارکو فتح مکہ مین نازل ہونا لکھا ہے **قولہ** سبحان اللہ
کیا مذہب ہے جسمین آیت کا شروع آیت کے اخیر سے منسوخ
ہو جاتا ہے الخ **اقول** سبحان اللہ کیا فہم اور علم ہے جس مین
یہ بھی تمیز نہین کہ آیت ھو قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم

[له] بیشک اور تھا ابتداء اسلام مین حکم منع کا اون حضرت کو لڑنے سے مشرکون کی طرف سے پھر جب ہجرت فرمایا آنحضرت نے مدینہ مین تب حکم کیا اللہ نے مشرکون کے لڑنے کا اس آیت سے اور کہا ربیع ابن انس نے یہ پہلی آیت ہے جو اوتری لڑائی کے باب مین پھر حکم فرمایا سب مشرکون سے لڑنے کا جو لڑتے ہین وہ یا نہ لڑتے ہین اس قول سے فاقتلوا المشرکین پس یہ آیت منسوخ ہو گئی اور بعضون نے کہا ہے کہ منسوخ ہے اس آیت سے فقط اقتلوا المشرکین قریب من سبعین ۱۲

ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین کو اور دوسری آیت واقتلوھم حیث ثقفتموھم کو واحد سمجھا جاتا ہے قطع نظر اسکی آیت بغوی کو ملاحظہ کیجیے کہ جملہ مذکورہ کا کیا متصل منسوخ ہونا قرآن مین موجود ہے پھر استبعاد کی کیا وجہ ہے اور طرفہ یہ ہے کہ حضرت امام بغوی رحمہ نے جو حل لغت کیا ہے اوس پر آپ ہنستے ہین مگر اپنے قول کی صحت کسی کتاب لغت سے نہین لکھتے تو پھر آپ کو اختیار ہے کہ قال کے معنے ساکت ہوا لگا دیجیے اگرچہ بغوی کی تحریر خود سند ہے مگر پھر بھی واسطے اطمینان خاطر مبارک کے ہم لکھتے ہین قاموس مین ہے ثقفہ کنوح وکرم ثقفا وثقفا وثقافا حاذقا بلفظہ در مجمع البحار مین ہے فیہ ثقفتہ وجدتہ بلفظہ الیضا فیہ وفی حدیث نا یہ فہما ہے نصف شہر حتی حذقتہ ای عرفتہ والقینتہ بلفظہ پس ثقف کے معنے یہ ٹھہرے کہ کسیکا پانا یا پہچان لینا اور حاصل معنے آیتہ کا یہ متعین ہوا کہ قتل کرو مشرکین کو جہان پاؤ یا پہچان لو اور حیث کے معنی یون بھی کہہ سکتے ہین کہ جس جگہ یا جس وقت زمانی ومکانی ہونا اوسکا کتب فن مین مقرر ہو چکا ہے لامحالہ قیدی مشرکین کے اوس آیت کے حکم سے خارج نہونگے پھر بغوی رحمہ کا کیا قصور ہے حضور ہی کی فہم شریف کا قصور ہے اور بدزبانی علاوہ اسکے ہے جو اکابر مفسرین کی شان مین الفاظ سخت بازاری اُدمیون کے مانند زبان پر لائے گئے ہین درا بحصلین بفائدہ ترک کیا گیا ہے **قولہ** تفسیر معالم سے قیدیون کے قتل کا حکم پایا نہین جاتا الخ **اقول** اگر جناب عالی عبارت تفسیر کا مطلب نہ سمجھین تو صاحب معالم کا کیا قصور ہے وہ تو عام حکم لکھتے ہین ثم امر بقتال المشرکین کافۃ فقال فاقتلوا المشرکین ... او لم یقاتلوا لقولہ فاقتلوا المشرکین ارشاد کیجیے کہ لم یقاتلوا سے زیادہ تعریف قیدیون پر آپ صادق نکر سکین گے حالانکہ

قاتلوا بھی باعتبار زمانہ ماضی یعنے قبل قید ہونے کے صادق آسکتا ہے
دونون حال مین عموم حکم کا موجود ہے البتہ اسم نویسی قیدیون کی
مع تصاویر فوٹوگراف کے نہین سبب ہے یہ تو قصور ہوگیا ہے معاف
فرمائیے **قولہ** صاحب مدارک نے جو معنے ثقف کے گڑھے ہین الخ
اقول معنے گڑھنا آیتون کے تو حضور ہی کا کام ہے جیسا کہ سرگذشت
آدم اور تبریۃ الاسلام وغیرہ مین تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے صاحب مدارک
نے وہی معنی اختیار کیے ہین جو علم لغت سے مطابقت رکھتے ہین
یعنے وہ لکھتے ہین تثقفنھم وجدتموھم اور حاصل معنی یون لکھا ہے وا
الوجود علی وجہ الاخذ و الغلبۃ ظاہر ہے کہ بغیر اخذ و غلبہ کے وجدتموھم صادق
نہ آویگا اور اخذ کے معنے اسر کے قاموس مین بھی موجود ہین اور بعد
ثبوت اسیری کے فاقتلوھم کسواسطے صادق نہ آئیگا خصوصاً ساتھ لفظ
حیث کے علاوہ اسکے اسقدر تو آپ بھی تسلیم کرتے ہین کہ وہ حکم
قتل کا مقاتلین کے واسطے ہے تو اب خاکسار یہ سوال ضرور کر سکتا ہے
کہ وہ قیدی قاتلوا کی تعریف سے کیونکر خارج سمجھے گئے ہین کیا
محاربین اور مقاتلین اور معاونین سے خارج تھے پس ہر طرح آیۃ کا
حکم اونپر ناطق ہوگا **قولہ** قطع نظر اسکے آیت کا حکم مخصوص اہل مکہ سے
ہوگا اور عموم آیت من وفداہ کا مخصص ٹھہرے گا نہ ناسخ **اقول**
ہم ثابت کر چکے کہ حکم آیت فاقتلوا المشرکین کا عام ہے زیادہ
بحث کی ضرورت نہین **قولہ** آیات سورہ نساء بھی قبل فتح مکہ کے
نازل ہوئی ہین اسلیے ناسخ نہین ہوسکتی ہین الخ **اقول** پہلے یہ تو
ثابت کر دیجیے کہ آیت من وفداہ کا نزول متاخر ہے ثبت الجدار ثم
انقش علاوہ اسکے حیث وجدتموہم کی تفسیر مین ہم ثابت کر چکے
کہ کوئی قیدی اوسکے مصداق سے خارج نہین ہوسکتا ہے **قولہ**

بعد نزول آیۃ من وفدا کے نہ رسول صلعم نے کسی قیدی کو قتل کیا
نہ لونڈی غلام بنایا الخ اقول محض غلط ہے بعد فتح مکے کے
قتل اور استرقاق احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کما مر بلکہ خاص غزوات الاوطاس
لونڈیون کے حلت مین والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم
نازل ہوئی اگر آیۃ من وفدا آپ ہی کے موافق ہو تو منسوخ ہو چکی ہے
یا محض تخییر باقی رہ گئی ہے غزوۂ اوطاس وغیرہ مین برابر استرقاق
جاری ہوا اور سعد بن معاذ کے حصے مین حدیث سے قتل اور استرقاق
کا ثبوت دیا گیا اور آپ کے شکوک باطل کر دیے گئے تنبیہ جناب صاحب
کی ساری دھوم دھام اس بنا پر تھی کہ لڑائی کے قیدی لونڈی غلام
نہ بناے جاوینگے اگرچہ اس سے یہ لازم نہین آتا تھا کہ آیۃ من وفدا
بغیر لڑائی کے رقیت کو بھی منع کرتی ہے مگر احادیث صحیحہ سے جب لڑائی
کے قیدیون کا غلام بنانا اور تقسیم کرنا صحابے مین ثابت ہو گیا تو
اب کوئی شق باطل ہونے سے باقی نرہی جسپر بحث کیجاوے تو بھی ہم
یہ سوال کر سکتے ہین کہ بالفرض آنحضرت صلعم قیدیون کو قتل نہ کرتے
یا لونڈی غلام نہ بناتے تو اس سے یہ کیونکر لازم آتا ہے کہ قتل و استرقاق
حرام ہو گیا ہان اگر حضرت قتل و استرقاق کو منع فرماتے یا اوسکو ترک
کرتے یہ ٹھہرا کر کہ وہ فعل ممنوع ہے تو مضائقہ نتھا جائز ہے کہ چارون صورتین
قتل - استرقاق - من - فدا - جائز ہین جیسا جسوقت مناسب معلوم ہوا اوسی پر
عمل فرمایا قولہ اب ہم اون غزوات کے قیدیونکا ذکر کرتے ہین جو بعد نزول آیۃ من وفدا
کے ہوئے تھے اول ساری بطن مکہ الخ اقول آپکی تقریر کئی وجہ سے مردود ہے اولا حدیث
صحیح مسلم مین فاستحیاھم وفی روایۃ فاعتقھم آپنے نقل کیا ہے اور جسکو کچھ بھی علم وعقل ہوگا
صاف سمجھ لیگا کہ زندہ رکھہ لینا خواہ عتق کا وقوع مین آنا رقیت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ بغیر
زندہ رکھنے کے رقیت متعذر ہے اور عتق خود فرع ہے رقیت کی پس وہ حدیث ہماری موئید ہے

نہ حضور والا کی ثانیاً ہم نہین تسلیم کرتے ہین کہ آیت هو الذی کف ایدیہم
عنکم وایدیکم عنہم الخ بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی تھی جس سے
آیت مین وفدا پر عمل ثابت کرنا آپ چاہتے ہین بلکہ بعض محققین کے
نزدیک قصہ حدیبیہ مین نازل ہوئی ہے چنانچہ معالم مین ہے وقال
عبد اللہ بن مغفل المزنی کنا مع النبی صلعم بالحدیبیۃ الخ اور کتاب اسباب النزول
مین بھی وہ ہی الفاظ موجود ہین اور چونکہ اس روایت کی تضعیف
کسی لفظ سے پائی نہین جاتی ہے تو یہ فرمانا آپ کا کہ سب لوگ
اس روایت کو مردود جانتے ہین کیسا کذب صریح نکلا شاید سب لوگ
کی لفظ مین عبد اللہ بن مغفل داخل نہین ہین یا وہ انسانیت سے
آپ کے نزدیک خارج ہین ثالثاً جس حدیث کا حضور نے حوالہ
دیا ہے اوسمین باوجودیکہ اصل راوی واحد ہے مگر مسلم مین ثمانین رجلا
اور معالم مین سبعین رجلا موجود ہے اس سبب سے اضطراب
فی الروایت معلوم ہوتا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ اسباب النزول مین
بھی وہ ہی روایت ہے مگر اوسکے الفاظ یہ ہین هبطوا علی رسول اللہ
صلعم ولیخذهم اللہ تعالی بدعائہ صلعم فانزل اللہ تعالی هذہ الآیۃ تو غور
فرمائیے کہ جس روایت کے الفاظ مین اسقدر اختلاف ہے اوسکو
آپ صحیح ٹھہراتے ہین اور اپنا ارتکل اصول تنقید حدیث کا بھی بھول
جاتے ہین اور جس قول کی کسی نے تضعیف نہین کی اوسکو مردود
بتاتے ہین خامساً سلمنا کہ حضرت صلعم نے منجملہ چار صورتون کے
ایک پر عمل کیا مگر اوس سے نفی ماعدا کی کیونکر لازم آتی ہے
قولہ دوم اسارہ غزوہ بنی خذیمہ الخ اقول عبارت مواہب لدنیہ
اور حدیث صحیح بخاری مستدلہ جناب عالی سے متمثل ہونا قیدیون کا
تو ثابت ہوگیا جو حضور والا کی مراد کے خلاف اور ہمارے موافق ہے

۵ اور کہا عبد اللہ بن مغفل نے کہ تھے ہم آنحضرت کے ساتھ حدیبیہ مین ۱۲

باقی رہا یہ امر کہ رسول صلعم نے اپنی برائت خالدؓ کے فعل سے بیان فرمائی ہم کہتے ہین کہ وہ قول آن حضرت صلعم کا آپ کے دعوی پر برہان نہین ہے بلکہ قراین حال سے احتمال صحیح دوسرا موجود ہے یعنے وہ لوگ مسلمان ہو گئے تھے لفظ اسلمنا کا صاف اونکے منہ سے نہ نکلا اوسکی جگہ صبانا حالت اضطرار مین کہنے لگے خالد نے ظاہر قول پر عمل بالاجتہاد کیا حالانکہ اونکے حال و مقال مین تعمق و تدبر کرنا بہتر تھا جیسا کہ دیگر صحابہ نے سمجھا تھا اگر آن حضرت صلعم کو الہام اور کشف باطنی سے اون مقتولین کا مسلمان ہو جانا معلوم ہوا اور باعث تاسف ہوا تو اپنی برائت اوس قتل سے ارشاد فرمائی اس قصہ سے یہ لازم نہین آتا کہ باوجود مشرک رہنے کے بھی حضرت صلعم قتل ہونے سے بیزار تھے ومن ادعی فعلیہ البیان او کیونکر حضرتؐ بیزار ہوتے حالانکہ قریظہ کے چار سو قیدی خود اپنے سامنے قتل کیے تھے پس جب یہ معلوم ہوا کہ ایمان اونکا ثابت ہونے ہونے پر قصہ خالد کا مبنی ہے تو ذکر بھی اوسکا عبث ہے حدیث کے ان الفاظ پر غور کیجیے فدعاهم الی الاسلام فلم یحسنوا ان یقولوا اسلمنا فجعلوا یقولون صبانا

قولہ اور صحابہ اگر اونکو مسلمان سمجھتے تو قیدی کیوں کرتے **اقول** صحابہ کو حالت اضطرار مین بجاے اسلمنا کے صبانا کہنا معلوم ہوا تھا مگر جب خالدؓ امیر لشکر تھے تو اونکے حکم سے قیدی ہونا ظہور مین آیا اور اطاعت اولی الامر کی لازم آئی تھی اور اپنے اختلاف راے کا فیصلہ حضرت رسول صلعم پر منحصر رکھا تھا اسمین کچھ بھی اعتراض کسی پر وارد نہین ہوتا اور چونکہ خالدؓ کا اجتہاد تھا لہذا حضرت صلعم نے خالد کو کچھ معتوب نکیا بلکہ اونکے فعل سے اپنی برائت ظاہر کی وہ بھی اسیوجہ سے تھی کہ بسبب خصوصیات نبوت کے حضرت صلعم کو

مسلمان ہوجانا مقتولین کا معلوم ہوا تھا من و فدا پر عمل نکرنے سے
اگر عتاب فرماتے تو صاف ارشاد ہوتا کہ اے خالد آیت من و فدا
کے خلاف تمنے کسواسطے عمل کیا اور خالد کا ناواقف ہونا احکام
قرآنی سے خلاف قیاس ہے ورنہ ایسا ناواقف امیرلشکر اسلام کا
نکیا جاتا اور بالفرض ناواقف تھے تو آیندہ کبھی غلطی مین نہ پڑتے کیونکہ
ہدایت مضمون آیت من و فدا کی ضرور ہوجاتی **قولہ** ہوازن کے
قیدیون کو رسول صلعم نے احسان رکھکر اور فدیہ لیکر چھوڑ دیا الخ
اقول یہ قصہ تو بالکل ہمارا مؤید اور آپ کا مخالف ہے کیونکہ اگر
استرقاق جائز نہوتا تو قیدیون کو لونڈی غلام بناکر صحابہ کو تقسیم
کردینا ہرگز ظہور مین نہ آتا اور بعد مسلمان ہوجانے ہوازن کے
جو رہائی عمل مین آئی وہ صحابہ کی مرضی پر چھوڑے گئے وہ بھی اس
شرط سے کہ جسکو اپنے حصہ کا چھوڑنا منظور نہو وہ زمانہ آیندہ مین
معاوضہ لی لی اور لونڈی و غلام کے بدلہ مین دوسرے لونڈی غلام
قبول کرے تو نتیجہ اس قصہ کا سوا اسکے کچھ نہین ہے کہ استرقاق
عمل مین آیا اور صحابہ کرام نے موافق اپنے اپنے حصہ کے لونڈی
اور غلام پایا بعدہ عتق بالمعاوضہ اور واسطے حصول ثواب کے
واقع ہوا ورنہ جسوقت قیدی آئے تھے وہ دوسرے مقام کو منتقل
نہ کیے جاتے نہ لونڈی غلام تقسیم ہوتے فوراً احسان رکھکر
چھوڑ دیے جاتے علاوہ اسکے حضرت صلعم نے جب ہوازن سے
یہ بھی فرمایا کہ چاہو مال غنیمت واپس کر لو چاہو اپنی نساء و صبیان کو
لے لو اگر چھوڑنا قیدیون کا ضروری ہوتا تو ایسا ارشاد ممکن نتھا
فرض کیجیے کہ ہوازن مال واپس لینے پر راضی ہوتے تو خواہ مخواہ
وہ لونڈی غلام تصرف مین ہر ایک صحابی کے بدستور رہتے پھر کیونکر

آیت میں وفدا پر عمل ممکن تھا یا صحابہ واپس دینے پر بعوض یا بلا عوض راضی نہوتے تو حضرت صلعم کیونکر آیت پر عمل فرماتے اور ہمکو نہایت افسوس ہے کہ مخاطب خوش فہم نے سیرت شامی کی روایت نقل کی ہے جسکو مہابھارت سمجھتے ہیں اور پھر یہ بھی ارشاد ہوتا ہے کہ ابن اسحاق نے افترا کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی نسبت بد اخلاقی اور صفت بہیمیہ کا لفظ تحریر فرماتے ہیں اور سب صحابہ کرام سے سوء خاتمہ سے نہیں ڈرتے اور خود بھی توفیق روایات کا نہیں کرتے نہ مطلب سمجھتے ہیں بےباکانہ جو کچھ منہ سے نکلتا ہے کہتے چلے جاتے ہیں حالانکہ تمام روایات کا خلاصہ اسقدر ہے کہ سبایا و اموال کو حضرت صلعم نے جعرانہ کو روانہ کیا اور مسعود ابن عمرو اوس خدمت پر متعین ہوے اور وہ چھ ہزار قیدی سے تھے طائف سے حضرت صلعم کے تشریف لانے تک جعرانہ میں رہے اون قیدیوں میں عورتیں اور بچے بھی تھے بعدہ ہوازن کے لوگ مسلمان ہوکر حضرت کے پاس آئے اور درخواست کی کہ ہمارے اموال اور قیدی واپس عنایت ہوں ہمپر مصیبت پڑ گئی ہے آپ احسان فرماوین خدا تعالے آپ پر احسان کریگا حضرت نے فرمایا کہ دونوں میں سے ایک کو اختیار کرلو خواہ اموال واپس خواہ عورتیں اور بچے واپس لو اونھوں نے دوسری بات منظور کی تب حضرت نے فرمایا کہ جو میرے اور بنی مطلب کے حصہ میں آئی ہیں وہ میں نے عطا کیں باقی جو مسلمانوں کے حصہ میں ہیں ادسکے لیے التجا کرو اور کہو کہ ہم خدا و رسول کو شفیع لاتے ہیں میں بھی سفارش تمہاری کرونگا چنانچہ اونھوں نے ایسا ہی کیا تب مہاجرین اور اکثر صحابہ نے حضرت صلعم کی سفارش سے

اپنے حصہ کی لونڈی غلام چھوڑ دیے مگر بعض صحابہ نے انکار کیا
تب حضرت صلعم نے فرمایا کہ اوسکو غنیمت آئندہ مین بدلہ اوسکا
عطا کیا جائیگا اسپر سب راضی ہو گئے اور حضرت صلعم نے علی بن
ابی طالب رض کو ایک لونڈی دی تھی اور ایک لونڈی عثمان غنی رض کو بھی
عنایت فرمائی تھی اور ایک لونڈی فاروق اعظم رض کو ملی تھی جسکو وہ
ہبہ کر چکے تھے اپنے بیٹے عبد اللہ کو اور عبد اللہ رض کا ارادہ تھا کہ
بعد فراغ طواف کعبہ کے اوسکے ساتھ مباشرت کرینگے جب
اونہون نے وہ حال سب سبایا کا دیکھا تو اوسکو بھی چھوڑ دیا اور
ایک بوڑھی عورت عیینہ بن حصین کے پاس تھی اوسکو ہوازن کے
بڑے خاندان کی عورت سمجھ رکھا تھا اور خیال کرتے تھے کہ اوسکی
عوض بہت مال ملیگا وہ چھوڑنے پر راضی نہ تھے تب زہیر ابو صرد نے
اونسے کہا کہ وہ پاکیزہ دہن اور ادھری ہوئی پستان والی اور حبلی
کے لائق نہین ہے چنانچہ واپس کر دی اور روایت بخاری کا خلاصہ
یہ ہے کہ حضرت عمر نے دو لونڈیان لی تھین اور مکہ کے بعض گھرون مین
رکھ دی تھین جب سب قیدیون کو حضرت صلعم نے چھوڑ دیا تو فاروق
نے بھی اونکو چھوڑ دیا انتہی محصلاً ہم کہتے ہین کہ روایات مذکورہ سے
جناب مخاطب کا مقصود حاصل نہین ہوتا کیونکہ جب من وفدا پر عمل
نہوا اور لونڈی غلام بنا کر صحابہ کو تقسیم کیے گئے اور چھوڑنا بھی
صحابہ سے سفارش رسول کی درمیان مین لا کر بالتجا و باسترضا
بلکہ بوعدہ معاوضہ ظہور مین آیا اور پھر بھی بعض صحابہ نے نہ مانا تب
زہیر ابو صرد کی وہ گفتگو پیش آئی جو حدیث مین مذکور ہے تو حضرت صلعم
کی سفارش سے یا واسطے استرضاے نبوی کے چھوڑ دینا عین عتاق تھا
جو بعد تحقق رقیت کے ہوتا ہے اگر من وفدا فرض ہوتا تو غلام اور

لونڈی بنانے سے پہلے ہی چھوڑ دیے جاتے اور اونپر احسان کیا جاتا
جناب مخاطب عتق کو من و فدا ٹھہراتے ہین تو اونکا مطلوب فوت ہو جائیگا
ورنہ ادا سے فرائض تعمیل امر خدا تعالے مین صحابہ کی رضا پر انحصار ہوتا
اور بالفرض من و فدا ہی سمجہ لو مگر قطعاً ثابت ہو جائیگا کہ حکم آیت کا واسطے
وجوب کے نہین ہے محض تخییری ہے اور آپنی ہی مستند حدیث کی
بعض عبارتون کو مقبول اور بعض کو موضوع اور بے اصل قرار دینا عجیب
طریقہ جناب عالی کا ہے اس حساب سے تو چاہو جس حدیث کو اپنے
موافق کر لو زبان درازی اور اکابر دین کو گالیان دینا اور بات ہے
اور مطلب سمجھنا روایتون کا دوسری بات ہے اور ابن عقبہ کا یہ کہنا
کہ بڑہیا عورت کے بدلہ مین بہت سا مال ملیگا مگر تمکو کچھ مفید نہین ہے
بلکہ وہ اوسکو بیچنا چاہتے ہونگے اور جانتے تھے کہ قوم ہوازن
مسلمان ہو گئے ہین اوسکی بڑی قیمت لگا کر خرید لینگے اگر فدا پر عمل
ضرور ہوتا تو جب رسول صلعم نے معاوضہ دینا فرمایا تھا فوراً تسلیم
کر لینا پڑتا اور نہین قلیس آور سیرت شامی کی روایت پر جو حضور والا
طعن و تشنیع کر رہے ہین کیا وجہ ہے آیا کوئی راوی مجروح ہے
یا بعض محکم ہے اور اگر وہ کتاب تمام و کمال مفتریات سے بھری
ہوئی ہے تو پھر اوسی کی روایات کسواسطے سند مین پیش
کیجاتی ہین اوسکی بحث ہی دور کیجیے اور آپ سمجھے یہ بات کس دلیل
سے ثابت کی ہے کہ رسول صلعم نے کسی صحابی کو لونڈی نہین دی تھی
بلکہ خود حضرت عمر نے گرفتار کر لی تھی اور حدیث بخاری کا حوالہ دینا
زیادہ تر خوش فہمی پر دلالت کرتا ہے حدیث بخاری مین جو دو لونڈیون
کے گرفتار ہونے کا مذکور ہے اور وہ مکہ کے بعض گھرون مین رکھی
گئی تھین اوس سے یہ کیونکر لازم آیا کہ کوئی اور لونڈی حضرت صلعم نے

اونکو نہین دی تھی جسکا ذکر دوسری حدیث مین ہوا ہے جائز ہے
کہ وہ لونڈی علاوہ دو لونڈیون کے ہو اس صورت مین توافق تمام
روایات مین ہوتا ہے والاتفاق خیر من الاختلاف اور بالفرض دو
لونڈیان فاروق ؓ ہی نے گرفتار کی ہون اور اونہین سے
ایک لونڈی اپنے بیٹے عبد اللہ کو ہبہ کی تو بھی تعارض
روایات کا رفع ہو سکتا ہے یعنے ایک روایت مین راوی کو
عبد اللہ بن عمر کو ہبہ کرنا لونڈی کا بیان کرنا مقصود
تھا اوسیقدر ذکر کیا اور دوسری روایت کے راوی کو
اوس خاص واقعہ کا بیان کرنا منظور نہ تھا بلکہ دو لونڈیون
کے اسیر ہونے کا ذکر کرنا تھا تو عدم الذکر سے عدم الذکر کیونکر
سمجھا جائیگا اور جب لفظ اعطی کا روایت مین صاف موجود ہے تو
اوس سے عطا ہونا کرنا لونڈی کا کیونکر قابل تسلیم نہوگا اس سے بہت
غلط کیا ہوتا ہے یہ آپ ارشاد فرماوین علاوہ اسکے آپ کی یہ تقریر
کہ دوسری لونڈی کا نسب راوی نے بیان نہین کیا عجیب خیال ہے
جبکا نسب معلوم نہوا مذکور نکیا یا مذکور کرنا فضول سمجھا یا تحقیق اوسکی
نسب کی اچھی طرح نہوئی ہوگی روایت سے نسب نامہ لونڈیون کا
ثابت کرنا ہمکو مقصود نہین ہے بلکہ وجود لونڈیون کا ثابت کرنا کافی ہو

قولہ اساری ثقیف کو بھی رسول صلعم نے فدیہ لیکر چھوڑ دیا الخ **اقول**
حدیث صحیح مسلم کا خلاصہ اسیقدر ہے کہ اپنے قیدیون کے بدلہ حضرت
صلعم نے قیدی ثقیف کا چھوڑ دیا اگر صاحب مرقاۃ کی یہ تقریر قبول
کر لیجیے کہ وہ امر خصوصیات سرور کائنات سے تھا تب تو کوئی بحث ہی
باقی نہین رہتی ہے اور اگر یہ مان لیا جاسے کہ معاوضہ مین قیدیون کا
چھوڑ دینا جائز ہے تو ہمارا کیا نقصان ہے منجملہ چند صورتون کے

ایک صورت پر عمل فرمایا ہوگا جس سے نفی ما عدا کی لازم نہین آئی
اور ہمارے نزدیک ضرور نہین ہے کہ جب تک خاص آیت قرآن شریف
مین ہر حکم کے واسطے نازل نہو تب تک فعل رسول صلعم کا سنت اور
قابل حجت نہ ٹھہرے ہمارے واسطے وہی فعل کافی ہے لقد کان لکم
فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اور جائز ہے کہ حضرت صلعم کو بذریعۂ الہام یا وحی
غیر متلو کے اصل حال معلوم ہوگیا ہوگا اسپر بحث جناب کی فضول ہے

قولہ اساری بنی تمیم بخاری نے ترجمۃ الباب مین لکھا ہے الخ **اقول**
خدا جانے آپکا کیا حال ہے اور کیسا خیال ہے کچھ الفاظ حدیث پر بھی
نظر کیجاتی ہے یا نہین اسے حضرت حدیث مین صاف لکھا ہے
فاغار و اصاب منہم ناسا و سبی منہم نساء
انتہی اور دوسری روایت مین ہے وکانت [illegible] منہم
سبیۃ عند عائشۃ فقال اعتقیہا فانہا من ولد اسمعیل الخ
ظاہر ہے کہ لونڈیان بنائی گئین تھین اور لونڈی کو آزاد کرنا واسطے
پورا کرنے نذر کے خود دلیل استرقاق ہے کیونکہ عتق فرع ہے رقیت کی
اور بحث احادیث مین ہم اس حصہ کو لکھ چکے ہین اور سبی اور عتق
کے معنی مین جو جناب مخاطب تاویل کرکے قیاس فی اللغت روا رکھتے ہین
محض تحکم ہے ہم سبی کے معنے علم لغت سے ثابت کرتے ہین مجمع البحار
مین ہے فیہ ذکر السبی وھو النہب واخذ الناس عبیدا
واماء والسبیۃ المرأۃ المنہوبۃ وجمعہا السبایا بلفظہا ایضا
وفیہ فاصطفی علی سبیۃ ہی الامۃ التی سبیت والاصطفاء
الاختیار واراد بہ ما یاخذہ رئیس الجیش لنفسہ
اور نہایہ مین ہے فی السبی النہب واخذ الناس عبیدا و اماء
والسبیۃ المرأۃ المنہوبۃ فعیلۃ بمعنی مفعولۃ جمعہا السبایا بلفظ

باقی رہا لفظ عتق کا وہ بمعنی ضد رقیت کے استعمال کیا جاتا ہے قال
صاحب المغرب العتق خلاف الرق کما فی تهذیب الاسماء وقال
جمال الدین فی کتابه المثلث العتق بالکسر التخلص من العبودیة
وقال الازهری فی باب العتق من کتابه شرح الفاظ مختصر المزنی
وانما قیل لمن اعتق نسمة اعتق رقبة وفك رقبة وخصت
الرقبة دون سائر الاعضاء لان ملك السید لعبده کالحبل
فی رقبته وکالغل فاذا اعتق فکانه فك من ذلك وذکر
ابو محمد بن قتیبة فی اول کتابه غریب الحدیث مثله وقال
صاحب مطالع الانوار یقال عتق المملوك یعتق
آپ مہربانی فرما کر ضرور بھی اپنی تحقیق علم لغت میں دکھا کر معنے استرقاقی
ثابت کر دیجیے ورنہ سکوت کیجیے اور اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ مطلق چھوڑ
دینے کو کسی قیدی کی بھی عتق کہتے ہیں تو بھی رقیت سے منافات
لازم نہیں آتی باقی رہا قرینہ جسکی وجہ سے معنی خاص کا تعین کیا جاوے
سوا اسکا بیان بخوبی موجود ہے یعنے بغیر استرقاق کے حضرت عائشہ
کے پاس رہنا لونڈی کا کیونکر ہو سکتا تھا اور جب ایک حدیث مفسر دوسری
حدیث کی ہوتی ہے تو دیگر روایات سے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ خود حضرت
صلعم نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ لونڈی غلام خرید کر لو اور اپنی نذر
پوری کرو کما مر سابقًا اور مواہب لدنیہ میں قصہ نزول جس آیت کا
لکھا ہے اوس سے نہایت مرتبہ اسیر تک ثابت ہوتا ہے کہ استرقاق
عمل میں آچکا تھا اوسکے بعد حضرت صلعم نے سبایا کو واپس کر دیا اور
بعض لونڈی غلاموں کا خریا یا اور بعض سے فدیہ لیا چنانچہ زرقانی شرح
مواہب لدنیہ میں ہے وانما جزم ابن اسحاق بانه اعتق بعضا
وفادی بعضا بلفظه بالجملة الفاظ رد علیهم الاسری والسبی ۱۰

سے اصلیت استرقاق کی معدوم نہین ہوتی ہے علاوہ اسکے
واپس دینا سبایا کا بھی بعد اختیار کرنے اسلام کے پایا جاتا ہے
چنانچہ شان نزول جو تفسیر معالم اور کتاب اسباب النزول مین ہے اوسکے
یہ الفاظ ہین تشہدی شاعرهم من النبی صلعم فقال اشهد
ان لا اله الا الله و انک رسوله فقال النبی صلعم لا یضرک
ما کان قبل هذا ثم اعطاهو رسول الله صلعم و کساهو بلفظه
اور زرقانی مین ہے ترد علیهم لفداء النصف والمن علی النصف کما روی
عن ابن عباس او من علی الکل تفضلا بعد اسلامهم ترغیبا لهم فیه وان واقفهم
قیل علی فداء النصف و هذا هو الظاهر من مزید کرمه صلی الله علیه وسلم
کہتے ہین کہ اگر من و فدا ہی فرض ہوتا تو پہلے ہی چھوڑ دیے جاتے
حالانکہ بمجرد درخواست بنی تمیم کے چھوڑ دینا منظور نہین ہوا جیسا کہ روایت
بخاری سے ظاہر ہے غایت الامر روایات صحیحہ وغیر صحیحہ کے جمع کرنے سے
اسیقدر نکلتا ہے کہ حضرت نے بعد گرفتاری کے من و فدا اپر عمل نہین کیا
الا بعد اختیار کرنے دین اسلام کے اور التجائے بنی تمیم کے چھوڑ دیا مگر ساتھ
اسکے یہ بھی روایت بخاری و شرح قسطلانی سے ہم ثابت کر چکے ہین کہ
حضرت صلعم نے عائشہ صدیقہ سے فرمایا کہ بنی عنبر کی جو اولاد اسمعیل ہی ہین
لونڈی غلام خرید کرکے واسطے ایفاء نذر کے آزاد کردو چونکہ وہ معاملہ بعد
فتح مکہ کے ہے اور استرقاق کا حکم صاف و صریح موجود ہے تو عمل آنحضرت کا
چارون احکام مین سے کسی ایک یا دو حکم پر مستلزم سلب ماعدا کا نہین ہے
اور روایت کشف الغمہ کی جسکی تائید بخاری کی حدیث سے بھی ہوتی ہے
جناب مخاطب نے اپنے حق مین مضر سمجھ کر ناقابل اعتبار لکھی ہے یہ اونکا
تحکم ہے کوئی راوی اوسکا مجروح نہین ثابت کیا ہے اور زبان درازی تو
حضرت مخاطب کا وظیفہ ہے اوسکا جواب ہم کیا لکھین اور بحث جواز و عدم جواز

استرقاق اہل عرب مین جو مخاطب سنے فرمایا ہے کہ قوم عرب کا استرقاق ناجائز تھا اگر ہم تسلیم بھی کرلین تو بعض قرابت داران رسول صلعم کے باب مین بوجہ عظمت خاندان نبوی کے ہوگا مگر کلام حلت و حرمت استرقاق مین ہے سو دونون حدیث مستدلہ مخاطب سے حلت بخوبی ثابت ہوگئی پھر یہ کہنا اونکا کہ محض رسم جاہلیت پہ استرقاق مبنی تھا اور آنحضرت صلعم کی اجازت سے مباشرت کیجاتی تھی اور اوسکا نام شہوت پرستی رکھ صاف باطل ہوگیا وہو المقصود **قولہ** غزوہ طائف مین عام منادی کردی تھی الخ **اقول** عتق واقع ہونا مین استرقاق کو ثابت کرتا ہے ورنہ بغیر ثبوت ملک کے عتق کیونکر متحقق ہوگا پس ذکر روایت مواہب لدنیہ فضول ہے ای عبد نزل من الحصن خرج الینا فہو حر الخ ایسی عبارت ہے جس سے عبدیت اور بعدہ حریت پائی جاتی ہے اسی کا نام رقیت اور عتق ہے کما لا یخفی **قولہ** اون حدیثون کے بیان مین جن سے لونڈی غلام بنانا آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے الخ **اقول** فعل رسول صلعم کا احادیث صحیحہ سے ہم ثابت کرچکے اور آیت من و فدا کے وقت نزول اور مراد مین جو غلط فہمی مخاطب کی ہے وہ بھی ثابت ہوچکی تو سنت رسول صلعم ہمارے واسطے بے شک حجت قاطع ہے اور اوسی پہ اجماع تمام امت کا بلا اختلاف ہے **قولہ** روایت متعلق غزوہ بنی قریظہ مین لونڈی غلام بنایا جانا پایا جاتا مگر وہ حکم سعد بن معاذ کا تھا نہ خدا و رسول کا **اقول** جب اوس حکم کو خود رسول صلعم نے پسند کرکے اوسی پر عمل فرمایا اور اوسکو موافق حکم خدا تعالے کے بتایا تو آپ کے اوہام کا بخوبی استیصال ہوگیا اور اس حدیث کی بحث مکرر ہم لکھ چکے اور فعل رسول کو رسم جاہلیت اور تشنیع و تقبیح ٹھہرانا مخاطب کا ایسا امر ہے کہ روز جزا اوسکا حال معلوم

ہوجائیگا **قولہ** روایات متعلق غزوہ بنی فزارہ یہ واقعہ قبل فتح مکہ کا ہے
اقول الحمد للہ کہ اس حدیث صحیح مسلم سے جائز رکھنا استرقاق کا
ثابت ہوا اور کچھ تاویل علیل بھی نہ بن پڑی اور قبل فتح مکہ کے ہونا اوسکا
جو بیان کیا ہے اوس سے ہمارا کیا نقصان ہے دو امر کا ثبوت قطعی
ہمارے ہاتھ آیا **اول** استرقاق سنت رسول تھا نہ رسم جاہلیت و فعل
شنیع ورنہ شارع علیہ السلام کیون روا دار ہوتے **دوم** آیت من و فداء قبل فتح مکہ کے
نازل ہوئی تھی ورنہ عندا کا ظہور مین آنا کس آیت کی موافق تھا اور جب مخاطب کا یہ دعوی ہے کہ غزوہ بدر
مین اخذ فدا پر عتاب نازل ہوچکا تھا تو توریت و انجیل خواہ رسوم جاہلیت کے موافق تھی
وہ عمل نہو گا کیونکہ نزول عتاب کا رسم سابق کو رفع کرچکا تھا **قولہ** روایات غزوہ بنی المصطلق
جو کچھ اس غزوہ مین ہوا آیت من و فداء سے منسوخ ہوا **اقول** حلت استرقاق کی سنت
رسول صلعم سے تسلیم کرنی پڑی اور رسم جاہلیت کا تذکرہ جاہلیت کی رسم
قرار پائی والحمد للہ علی ذالک مگر آیت من و فداء کا بعد اس غزوہ کے
نازل ہونا محض بے ثبوت ہے اور خیال فاسد کا جواب دینا فضول ہے
قولہ ذکر آن حضرت صلعم کی سراری کا الخ **اقول** حاصل تقریر جناب
مخاطب کا یہ ہے کہ ماریہ قبطیہ اگرچہ تصرف مین رسول صلعم کے تھین
مگر اوسکی حلت نازل نہین ہوئی تھی مجکو کمال حیرت ہے کہ دین و ایمان
مخاطب کا کیونکر روا دار ہوا ہے کہ قبل نزول آیت انا احللنا لک الخ
سے حضرت صلعم کو مرتکب فعل شنیع و شرک و کفر و شہوت پرستی کا موافق
تہمید اسی آرٹکل کے قرار دیتے ہین اور پھر مسلمان ہونیکا بھی دعوے
چلا جاتا ہے اور کیسا غضب ہے کہ سنت فعلی کو محتاج نزول آیت
خاص کا ٹھہراتے ہین اگر یہی قاعدہ ہے کہ جو فعل اور قول رسول صلعم کا
موجب اوسکے باب مین آیت خاص نازل نہو قابل اعتماد نہ ٹھہرا کرے
تو سنت نبوی کوئی چیز نہ ہیگی کیا آن حضرت صلعم نہین جانتے تھے

کہ تصرف مین لانا ماریہ قبطیہ کا معاذ اللہ ابھی حلال نہین ہوا ہے اور
فعل شنیع اور کفر و شرک ہے اور محض رسم جاہلیت ہے جو خدا کی
مرضی کی خلاف ہی اور خلاف نیچر ہی اور ہر انسان حریت پر مخلوق ہے اور عبدیت
اوسکی نقیض ہے اور ظلم اور شہوت پرستی کا کام انبیا کو نکرنا چاہیے اور
جب تک خدا کا حکم نہ آوے ماریہ کے ساتھ صحبت کرنی نہ چاہیے بلکہ
فوراً چھوڑ دینا واجب ہے جب اصل رقیت ہی قبیح ہے تو کسی کے
تحفہ مین بھیجدینے سے کوئی کسیکا لونڈی غلام کیونکر ہوگا یہ سب کچھ حضرت
رسالت صلعم تو نہ سمجھے مگر جناب نیچر مآب سمجھ بوجھکر اپنا ایمان اور اپنی
عاقبت درست کر رہے ہین ہمکو نقل کفریات سے بھی لرزہ آتا ہے
اور بمجبوری نتائج اوہام مخاطب کا فاش کرنا پڑتا ہے اسے حضرت
مخاطب یہ وہ ماریہ قبطیہ ہین جنکے ساتھ مباشرت نکرنے کا حضرت صلعم نے
ایکبار ارادہ کر لیا تھا تاکہ بعض ازواج طاہرات کی خوشی ہو اور ملال
رفع ہو جاوے اوسپر وہ آیت نازل ہوئی یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ
لک الخ آیت انا احللنا لک الخ کی مراد ہم بحث آیات مین لکھ چکے ہین
اوسکی غرض اسیقدر ہے کہ حلال رکھین ازواج اور ملک یمین اور وہ
عورتین جو آئندہ مذکور ہوتی ہین یہ مراد نہین ہے کہ آج تک تمہاری
ازواج اور لونڈیان جو تصرف مین آتی رہی ہین حرام تھین اور تم
معاذ اللہ رسم جاہلیت کے مطابق حرکت بہیمیہ و فعل شنیعہ مین گرفتار تھے
اور ہم بھی سکوت کر رہے تھے مگر آج اوس فعل قبیح کو بھی حلال کر دیا
اور ازواج کا بھی نکاح منظور کر لیا گیا ایسے معنے جناب مخاطب ہی قبول
کرینگے نہ کوئی مسلمان ذی علم ذی شعور قطع نظر اسکے جب یہ بھی حکم
نازل تھا کہ قد علمنا ما فرضنا علیہم فی ازواجہم وما ملکت ایمانہم
اور اسکے سوا آیات کثیرہ نازل ہو چکی تھین اور سنت رسول صلعم بھی موجود تھی تو

واسطے بھی حلت مین کیا کلام تھا خصوصیات آن حضرت صلعم کے ذکر
سے حضور والا کو کیا فائدہ ہے **قولہ** ریحانہ کا یہ حال ہے کہ قبل آیت
من و فدا اسبایا سے بنی قریظہ مین سے تھی مورخین نے اپنی طبیعت سے
قیاس کرکے وطیہا بملک الیمین لکھ دیا ہے انتہی محصلا **اقول** ہمارے
اکابر دین مورخین معتمدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کیون بد طینت ٹھہرائے
جاتے ہین ہان یہ قصور ہے کہ اونکی روایات آپ کے خلاف ہین نہ تو تاویل
بن پڑتی ہے نہ بدعات محدثات کو کسیطرح تائید ملتی ہے جل جل کر
اور کھسیا کھسیا کر گالیان دینے لگے ہین مگر جب رسول صلعم اور صحابہ کو
بلکہ خدا تعالے کو آپ کی زبان سے نجات نہین ہے تو مورخین کس حساب
مین ہین بہرکیف جب استرقاق ثابت ہوا تو اپنے واسطے اختیار کرنا
ریحانہ کا اور وطیہا بملک الیمین کا صحیح ہونا کیا مضائقہ ہے باقی رہا یہ ادعا
جناب مخاطب کا کہ ریحانہ پہلے سے حضرت صلعم کے تصرف مین ہوتین
تو اون سے درخواست نکاح کی نکرتے خاکسار عرض کرتا ہے کہ آنحضرت
صلعم نے اگر امہات المومنین بنانے کا قصد فرمایا تو یہ ارادہ کیونکر محل
اعتراض ہوسکتا ہے اور انکار کرنا ریحانہ کا اسوجہ سے تھا کہ ازواج کی
باب مین جو احکام شرعیہ ہین اونکے مقابلہ مین احکام لونڈیون کی
تخفیف کے ساتھ ہین اور ازواج کو مدت العمر نکاح ثانی کا امتناع تھا اور
لونڈیان بمجرد آزاد ہونے کے مجاز ہوسکتی تھین اور ازواج مطہرات کو
حکم تھا کہ فقر و فاقہ و تکالیف دنیوی پر صبر کرین مگر ریحانہ نے اپنی طبیعت مین
اوسقدر صبر و تحمل کی استعداد نہ دیکھی ہوگی لہذا لونڈیون مین حضرت رسالت صلعم
کے رہنا پسند کیا یہ امر اختیاری تھا اور مشہور ہے ہر کسی مصلحت خویش
نکو میداند و قطع نظر اسکے جب بعض روایات مین یہ بھی آیا ہے کہ حضرت نے
اونکو آزاد کرکے نکاح کر لیا تھا تو کوئی اعتراض باقی نہین رہتا ہے

اور اصل رقیت کی ثبوت مین دونون روایات سے کلام کی حاجت
نرہی اور دونون روایات مین توافق بھی ممکن ہے یعنے جائزہی
کہ اول ریحانہ نے مناکحت سے انکار کیا ہوا اور راوی کو اوسیقدر کا
بیان منظور تھا مگر بعد انکار کے اجر عظیم عقبے بر افہام وتفہیم سے قناعت
کرکے راضی ہوئی ہونگی دوسری روایت مین آخر مین جوکچہ ہوا
اوسکو ذکر کیا کچہ منافات لازم نہین آتی ہے **قولہ** واہ کیا معتقدین
رسول کے ہین کہ جو برائیان اونمین ہین وہ سب پیغمبر کی نسبت بھی
قیاس کرتے ہین اور جب ہم اون سے مخالفت کرتے ہین تو ہمارے
زمانہ کے لنبی ڈاڑھی اونچے پاجامہ والے ہمکو غیر مقلد ایمہ اربعہ اور
کافر وملحد بتاتے ہین **اقول** اگر یہ تقلید ستر لاکھ ممبران ملحدین یورپ ہین
کے حلال چیزین آپ کو حرام معلوم ہون اور احکام خدا اور رسول بری
سمجہ مین آوین تو آج استرقاق مین بحث ہورہی ہے کلہ کو حکم ہوگا
کہ ۳۰ دن کا روزہ خصوصاً موسم گرما مین خلاف عقل ومخالف نیچر ہے
اور قوتون کو ضعیف کرتا ہے طبیعت کو شگفتگی سے منع کرتا ہے
فلاسفہ جدیدہ اوسپر منفق ہین وہ حرام ہے اور سنت رسول صلعم کا
ثبوت نہین جسقدر احادیث ہین سب کی راوی مفتری اور کذاب تھے
اور قرآن کے معنے تمثیلی زبان سمجہ کر جو چاہو اختیار کرو اب جو لوگ
روزہ رکھنا رسول صلعم کی طرف منسوب کرتے ہین وہ کذا وکذا ہین
اور یہی ڈاڑھی علماء اسلام کے موافق حدیث و اعفوا اللحی کے ہے
نہ واسطے چھپانے کسی نوبتی کے ہے جو اونکے گلے مین ہو اور اونچا
پاجامہ بھی موافق حدیث صحیح کے ہے **قولہ** تیسرے بے نام حرم
جسکی نسبت لکھا ہے کہ وہ بہت زینب بنت جحش اسکا کچہ پتا نہین ہے
اقول اگر راوی نام نہ بیان کرے تو وجود بھی معدوم ہو جائے

کیا ہے وہ فہم شریف سے قطع نظر اسکے یہ بھی غلط ہے کہ کسی نے اوسکا
نام بیان نہین کیا ہے زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ مین اصابہ سے
نام اوسکا نفیسہ بیان کیا ہے حیث قال قال فی النور لا اعرف اسمها فیه
تقدم فی الاصابة نفیسة جاریة زینب بنت جحش وهبتها
للنبی صلعم لما رضی علیها بعد الهجر سماها احمد بن یوسف فی
کتاب اخبار النساء انتہی بلفظہ اور چوتھی لونڈی کا بھی زرقانی نے نام لکھا ہے
قال ابو عبیدة وکانت جمیلة بلفظہ اور بالفرض یہ نام بطور وصف کے
رکھے گئے ہون یا نقل مین آئے ہون تو بھی چار لونڈیون کا موجود ہونا
کافی ہے بحث حلت استرقاق و ثبوت عمل رسول صلعم مین جاری ہے
نہ رسم نویسی مین لونڈیون کے **قولہ** ہمنے اس بات کا کھوج لگایا الخ
اقول خاک بھی کھوج نہ لگا وہ قصہ ہی علیحدہ ہے جسکا ذکر حدیث مین
ہے بحث اوسکی ہم لکھ چکے مگر یہ چار لونڈیان علاوہ اوسکے ہین
قولہ ذکر آن حضرت صلعم کے بعض ازواج مطہرات کا حضرت
جویریہ بنت الحارث الخ **اقول** جناب مخاطب نے پہلے تو یہ جرأت
کی کہ حدیث صحیح مسلم مین تھا فاخبر فاطمة فجاءت هی جویرية یعنے
خبر دی فاطمہ زہرا علیہا السلام کو وہ تشریف لائین حالانکہ عمر اونکی تھوڑی
تھی صغیر سن تھین اس حدیث کے الفاظ کو جناب مخاطب نے
یون بدل دیا فاخبر فاطمة فجاءت هی وجویریة اور اوسکے معنے یہ ٹھہرائے
کہ فاطمہ اور جویریہ آئین اور اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ جویریہ تو قبل ہجرت
مکہ مین موجود تھین پھر لونڈیون مین کیونکر آئی ہونگی بعد طبع ہونے
تقریر جناب عالی کے خاکسار نے مطالعہ کیا صحت نقل کا اور مین نے
ایک خط مین لکھ بھیجا کہ اصل حدیث کے الفاظ یون نہین ہین جو تبرئة الاسلام
مین مذکور ہین بلکہ صحیح الفاظ یون ہین اور یہ معنی ہین اور بنارس مین

۴ کہنا ... لونڈیون ... نام اوسکا ... زینب بنت جحش نے آنحضرت صلعم ... احمد بن یوسف نے ... کتاب اخبار النساء مین ... کہا ہے ۱۲

زبانی بھی عرض کیا گیا تب حضرت مخاطب نے سوچا کہ تاویل کرنی ضروری ہے
ورنہ الزام تحریف فی الحدیث کا لاجواب ہو جائیگا مجبور ہوکر دوسرے
پرچۂ تہذیب الاخلاف میں یہ لکھا کہ ایک بڑی غلطی ہمسے ہو گئی ہے
یعنے ایک حدیث صحیح مسلم کی نسبت حضرت جویریہ کے نقل کی ہی افسوس ہے
کہ جس کتاب سے ہمنے اوس حدیث کو نقل کیا اوسمین غلطی تھی یعنے
بجاے اس لفظ کی فاخبر فاطمۃ فجاءت وھی جویریۃ یہ غلط لفظ لکھی
فاخبر فاطمۃ فجاءت ھی جو یس یۃ افسوس ہی کہ ہمنے اپنی
جہالت سے اوسی غلط عبارت کی پیروی کی اوسیکو نقل کیا اوسکو
بطور ایک اختلاف کے لکھہ دیا پس ہم اس خطا کا اور اپنی جہالت کا
اقرار کرتے ہین اور ناظرین تہذیب الاخلاق سے امید کرتے ہین
کہ پرچہ مطبوعہ یکم شوال ۱۲۹۰ ہجری کے صفحہ ۱۵۶ کے کالم اول کی سطر
اول لفظ صحیح مسلم سے پانچوین سطر کی لفظ ہو سکتا ہی تک اور سولھوین
سطر سے اخیر کالم تک جو عبارت لکھی ہے اوسکو کاٹ دین اب ہم
اپنے شفیق مولوی علی بخش خان صاحب سب جج گورکھپور کا
شکر ادا کرتے ہین جنکے فرمانے سے ہم اس غلطی سے متنبہ ہوے
راقم سید احمد انتہی بلفظہ **اقول** آپ نے دو عذر پیش کیے ہین
ایک غلط ہونا نسخہ صحیح مسلم کا دوسرے اپنی جہالت عذر اول کو مین
تسلیم نہین کرسکتا کیونکہ جب تحقیق و تدقیق کا دعوے ہے اور
تمام متقدمین و متاخرین کی کتب پر بحث کرنیکا حوصلہ ہے تو چہاپہ
کی صحیح مسلم مع شرح جو ہر شہر مین ملتی ہے میسر نہ آنی خلاف قیاس
ہے علاوہ اسکے صحیح نسائی تو آپ کے پاس غلط نہو گی جسمین لفظ
جاریۃ کا موجود تھا اوسکو دیکھکر اوسکی تصغیر جویریہ سمجہ مین آسکتی تھی
اور قسطلانی جو پیش نظر تھی اوسمین بھی حدیث صحیح مسلم کا حوالہ تھا

اور قصہ لونڈی ہونے جویریہ کا بہت کتابون مین موجود تھا اور
مین نے جب وہ نسخہ وقت ملاقات کے مانگا جسمین ہی و جویریہ
لکھا ہو تو ارشاد ہوا کہ انتخاب کے وقت غلطی ہوئی وہ نسخہ غلط بھی
نہ دکھایا گیا اور بسم اللہ اگر موجود ہے تو اب دکھایئے مگر عذر ثانی گو
فی الواقع صحیح ہو الا آئندہ تحریف ثانی دوسری روایت مین دیکھکر
عمداً تحریف کی عادت ثابت ہوتی ہے یعنے آپ نے لکھا ہے
کہ استیعاب کی روایت مین ہے سحر رسول اللہ صلعم اور اوسکی ترجمہ
مین بھی جادو کا لفظ تحریر فرمایا اور صحابہ کرام کے نزدیک جادو کرنا
رسول صلعم کا ٹھہرایا مگر کسی روایت مین سحر رسول صلعم کا لفظ نہین ہے
یہ حضور والا نے اپنے جی سے جوڑ کر افترا کیا ہے اور باوجود اپنی
اسقدر تحریف کے رواۃ حدیث کو گالیان سناتے ہین حالانکہ
روایات مین اصہار اور اصہار کا لفظ ہے جسکی یہ مراد ہے
کہ خویشی و دامادی اختیار کی رسول صلعم نے لہذا واسطے عظمت
حضرت جویریہ کے اونکے عزیز و قرابت دار لونڈی غلامون کو صحابہ
نے آزاد کردیا اور اصہار رسول اللہ صلعم سے بھی وہی مراد ہے
کہ یہ لوگ زوجہ کی طرف والی ہو گئے ہین اسواسطے آزاد کردیا غضب
خدا کا ہے کہ جناب مخاطب نے ص کو س اور ہ کو ح بنادیا
اور جادوگری کا اتہام لگا دیا ایک قصہ مین حضرت جویریہ کی
دو حدیث نقل کین دونون مین تحریف کی اب غور کرنا لازم ہے
کہ جہالت کا عذر بھی ہم کیونکر مان لین ہمارے نزدیک یحرفون الکلم
عن مواضعہ صادق آتا ہے اور خیر جہالت ہی کا عذر صحیح ہو
مگر جب الفاظ حدیث کے بھی صحیح نہ معلوم ہون تو قرآن کے
معنی و تصنیف کرنے کی کیا ضرورت تھی اور اب انصاف کرنا چاہیے

کہ اپنی غلط فہمی سے جو الفاظ حدیث کو صحیح نہ کیا اور راویان احادیث
کو گمان باطل پر گالیان دے چکے اوسکا اعادہ کسطرح ہوگا اور
وہ سب وشتم کدھر جائیگا اور قیامت کے روز کیا جواب دیا جائیگا
اب ہم عبارت بھی بعض کتب کی نقل کرتے ہین جنمین صہر و اصہار
موجود ہے زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ مین لکھا ہے وقالوا
هم اصهار ه بالنصب بتقدیر ارسلوا واعتقوا اصهار رسول اللہ صلعم
بلفظہ اور الدرة المضية والعروس المرضية والشجرة
المحمدية مطبوعہ مصر ص ۷۶ مین یہ عبارت ہے وقالوا قد صاهم
اليهم النبي عليه السلام الخ بلفظہ غرض کہ کسی کتاب مین اصہار
اور کسی مین صہر موجود ہی نقل کرنا تمام روایات وعبارات کا فضول ہی
اب مہربانی کرکے استیعاب مین جناب والا وہ الفاظ دکھادین
جو نقل کیے ہین اور اگر کوئی نسخہ غلط یا محرف پاس رکھ چھوڑا ہے
تو سیاق وسباق قصہ پر بھی غور کرین اور یہ بھی لحاظ فرمادین کہ
وہ قصہ دیگر کتب مین کس لفظ کے ساتھ ہے اور اسطرح تصحیح
نسخہ کی ہوسکتی ہے اور ایسا لفظ سحر کا نہ تو صحابہ کے کمال ادب
وایمان ویقین کے موافق ہے نہ رسول صلعم کی شان پر صادق ہے
نہ حضرت جویریہ سے سحر کا تعلق ہے یہ ڈھکوسلا حضور کی ایجاد ہی
اور سارا اعتماد نقل روایات کا جاتا رہا چونکہ قصہ جویریہ مین اب
کوئی خدشہ باقی نرہا اور اوسکا لونڈیون مین آنا اور پھر نکاح ہونا ثابت
ہے تو اس سے زیادہ کیا حلت استرقاق کے واسطے حجت قطعی
سنت نبوی سے مطلوب ہے اور آیت من وفدا کا ہزار بار جواب
ہم دے چکے آپکا دعوے اتبک ثابت نہین ہوا ہے پھیر
تقدیم وتاخیر کی بحث کیا ہے فائدہ حضرت عائشہ صدیقہ محبوبہ

رسول صلعم کا یہ گمان کرنا کہ جویریہ کو آنحضرت صلعم پسند کر کے اسپنے واسطے اختیار کرینگے کسی طرح محل طنز و تعریض مخاطب کا نہین ہے اور محض بیباکی پر مبنی ہے کیونکہ وجہ حلال سے کسی عورت حسینہ وجمیلہ کا اختیار کرنا بطور زوجیت خواہ ملک یمین کے حضرت صلعم کے واسطے مورد طعن نہین ہوسکتا اور محبوبۂ رسول صلعم کو غیرت کا خیال آجانا جو ازواج کو نئی بی بی کے ازدواج مین آنے سے ہوتی ہے کچھ خلاف قیاس یا قبیح شرعی نہین ہے پس تمام بحث مخاطب کی بیکار ہے

قولہ حضرت صفیہ بنت حی الخ **اقول** احادیث صحاح ستہ سے ہم ثابت کر چکے کہ صفیہ لونڈیون مین آئی تھین اور حضرت صلعم نے اونکو لیکر آزاد کر دیا بعدہ نکاح کیا اور وہی آزادی مہر اونکا قرار پایا نفس رقیت صفیہ مین کوئی روایت مختلف نہین ہے اگر کسیقدر اختلاف ہے تو پورے قصہ کے بیان مین ہے وہ بھی اس وجہ سے کہ کسی روایت مین کم کسی مین اوس سے زیادہ کسی مین تمام وکمال قصہ مذکور ہوا ہے اور اوس سے سلب رقیت کا لازم نہین آتا اور جب حدیث مین یہ بھی مذکور ہے کہ صحابہ منتظر تھے کہ حضرت صلعم صفیہ کو امہات المومنین مین شامل کرتے ہین یا ملک یمین رکھتے ہین تو رقیت مین کچھ کلام نہین اور حدیث بھی باب اتخاذ السراری مین لکھی ہے اور دوسری حدیث بخاری مین یہ لفظ صاف ہے

کان فی السبی صفیۃ الخ اور قسطلانی نے توافق بھی احادیث مین کر دیا ہے من شاء فلیرجع الیہ اور عبارت مواہب لدنیہ اور سیرت ہشامی مین توافق ہوسکتا ہے یعنے دحیہ کلبی کے پاس جانا صفیہ کا منافی رقیت کا نہین ہے اور دحیہ سے لے لینا آنحضرت صلعم کا بھی سبایا اور ملک یمین کی تعریف سے خارج نہین کرتا ہے اور انس

ابن مالک نے صرف قصہ ولیمہ کا ایک مرتبہ بیان کیا دوسری بار
کچھ زیادہ حال روایت کیا تو کچھ اختلاف نہین ہے جب مخالف اقوال
موجود نہین ہین تو پھر کیا اعتراض ہے الحاصل کسی روایت مین
تفصیل ہے کسی مین اجمال ہے اور اسیقدر پر قناعت کی ہے
کہ صفیہ لونڈیون مین آئی تھین حضرت صلعم نے اپنے واسطے
اختیار کر لیا باقی رہا توافق دو روایت مین یعنے ایک مین ہے
کہ حضرت صلعم نے وحیہ کو معاوضہ مین دوسری لونڈی دی دوسری مین
ہے کہ مال دیا ہم کہتے ہین کہ مال بھی دیا اور لونڈی بھی دی توافق موجود
ہے اور مخاطب نے جو ایک حدیث بخاری کی اور دو روایت سیرت
کی نقل کر کے اختلاف ڈالنا چاہا ہے ہرگز اختلاف نہین ہے
کیونکہ حضرت صفیہ رض غنیمت مین بھی آئین اور جس صحابی کے حصہ
مین تقسیماً یا عطاءً پہونچین اوس سے خرید بھی لی گئین اور حضرت نے
اپنے واسطے اختیار بھی کر لیا اور آزاد کر کے نکاح بھی فرمایا اور
اب سواے اوسی مصادرہ علی المطلوب آیت من وفدا کے
کچھ جناب عالی کے پاس باقی نہ رہا اور تمام رسالہ ختم ہو گیا صرف
خاتمہ مین کچھ تقریر باقی ہے اوسکا بھی خاتمہ ہوا جاتا ہے **قولہ**
خاتمہ بعض شبہات کے جواب مین الخ **اقول** جب کہ ہم ثابت
کر چکے کہ تمام زمانہ خلافت راشدہ مین اور آج تک ہر زمانہ مین
اجماع امت حلت استرقاق پر چلا آتا ہے اور خود خلفاء راشدین
کی وہ سنت ہے اور بفحواے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین
اور دیگر احادیث کے وہ ہمارے واسطے حجت ہے تو معصوم ہونا
ہر ایک صحابی کا ضرور نہین ہے بلکہ اجماع امت خطا سے محفوظ ہے
بحث احادیث مین جاری اور حلال سمجھا جانا استرقاق کا ہم لکھ چکے

اور کتب سیرت کو مہابھارت اور الف لیلہ بھی آپ کہہ رہی ہین
اور پھر اوسی کی روایات کو احادیث صحاح سے معارضہ کر کے
ابطال قصۂ معراج اور حلت استرقاق کا بھی کیا چاہتے ہین
عجب واہیات خیالات جم گئے ہین نہ کوئی حدیث صحیح سمجھتے ہین
نہ کسیکا قول معتبر ہے نہ قرآن شریف کے معنے برعایت علم ادب
و معنی بیان و اصول علم تفسیر و احادیث نبوی کے بیان کرنے
ضروری سمجھتے ہین جو کچھ منہ مین آوے اور اپنی ملت نیچریہ کی
تائید ہوسکتی وہی قرآن کے معنی ہین پھر اصرار کی یہ کیفیت ہے
کہ ہزار طرح سمجھاؤ کبھی نہ مانین اور استعداد شریف کا وہ حال ہے
جو ہر مقام مین ظاہر ہوتا چلا جاتا ہے مجبور ہوکر جہالت کا عذر
پیش کر کے نجات چاہتے ہین اعتماد کا وہ حال ہے کہ بے تکلف
تحریف کر دیتے ہین جب کتاب و سنت کی خرابی لگا چکے تو اب
اجماع کے انکار پر مستعد ہوے اور یہ بھی عجیب استدلال ہے
کہ اجماع ثانی ناسخ اجماع اول کا ہوتا ہے لہذا پہلا اختلاف کرنیوالا
مین ہوں اسے حضور یہ مطلب کسی کتاب علم اصول کا نہین ہے
کہ بامید اتفاق آئندہ کے خرق اجماع کر کے صحت اجماع سے
انکار کیا جاوے اور سواد اعظم کو ترک کر کے شذوذ اختیار
فرمایا جاوے بھلا یہ تو فرمائیے آئندہ زمانہ مین آپ کے ساتھ
اتفاق کرنا تمام امت کا یا علماء کا رجماً بالغیب کون مانتا ہے
اور اس پیشین گوئی کو کون سچ جانتا ہے فی زماننا کوئی بھی
آپ کے ساتھ اتفاق نہین رکھتا ہے اور تمام محدثات و بدعات
سے سب پرہیز کرتے ہین اور آپ کی جہالت و نادانی کا لفظ لکھکر
افسوس کرتے ہین الحمد للہ کہ تمام رسالہ تبرئۃ الاسلام کا جواب اجمالی

ختم ہوا اب حضور والا کی ایک تقریر معقولی منطقی باقی رہ گئی ہے
یعنے حریت اور عبدیت نقیضین ہین اور نیچر انسان کا حریت
پر ہے اور اسکے ساتھ عبدیت جمع نہین ہوسکتی لہذا چونکہ عبدیت
خلاف نیچر ہے تو روا رکھنا خدا کا ایسی ممکن نہین ہے اور اگر نیچیر
کے خلاف کوئی بات کسی مذہب مین ہو تو وہ مذہب باطل ہے
اقول ہم تسلیم نہین کرتے ہین کہ جسوقت مین رقیت ہوتی ہے
اوسوقت حریت بھی باقی رہتی ہے جائز ہے کہ ایک وقت مین
کوئی انسان حُر ہو اور دوسرے وقت مین عبد ہو جاوے تو
نقیضین کا اجتماع یا ارتفاع بحث طلب نرہا اور حریت ذاتی انسان
کی نہین ہے نہ عرض لازم ہے کیونکہ اگر کوئی شخص عمر بھر عبدیت
مین رہے تب بھی انسانیت اوس سے سلب نہین ہوتی ہے
بلکہ مثلاً اگر کوئی شخص عمر بھر حبس دوام مین رہے اور مجبور
کرکے اوسکو قید مین رکھا جاوے تب بھی انسانیت باقی
رہتی ہے لامحالہ حریت و عبدیت نام ہے ایک ایک قسم کی
صفت کا جو نسبت مقرر کردینے شارع کی انسان مین پائی جاتی ہے
عبدیت بہ تعمیل حکم شرعی ہوتی ہے کچھ لوازم ذاتی انسان سے
حریت یا عبدیت نہین ہے پس خود ہی جناب مخاطب کا منطقی
طریقہ پر معترض ہونا اور خود ہی اوسکا مرتکب ہونا اور وہ بھی
صحیح نہ نکلا قابل تماشاے اہل نظر ہے اب اخیر بحث مین وہ
استبعاد عقلی جناب مخاطب کا بیان کرکے ہم جواب دیتے ہین
جسمین اونکو بچّون کا اونکی مان سے جدا ہونا اور لونڈی غلام
بنایا جانا خلاف قانون فطرت معلوم ہوتا ہے ہم کہتے ہین کہ
تمام انبیا کے وقت مین یہی دستور رہا ہے کہ پہلے معجزات و

تفہیمات سے منکرین انبیا کو سمجھایا جاتا ہے جب کسیطرح نہین مانتے تو اونپر عذاب نازل ہوتا رہا ہے ایسا عذاب کہ زن و مرد و اطفال بھی محفوظ نہین رہتے تھے بلکہ اونکے جانور بھی مرجاتے تھے تو چونکہ ہمارے جناب مخاطب ہمدردی کفار پر آہ سرد بھرتے ہین دیکھا چاہیے کہ معذبین امم سابقہ پر کیسا نوحہ وزاری کرینگے اور کیا کیا مرثیہ اونکا پڑھین گے اور مقتولین عہد داؤد علیہ السلام و موسے علیہ السلام کا تو یقین ہے حشر تک داغ دل پر سے نہ جائیگا اور توریت کے احکام سخت دیکھ کر بے اختیار رونا آئیگا جنہین جانور اور عورتون کے بھی قتل کا حکم ہے بہرحال جو کچھ عذاب امم سابقہ پر انکار نبوت کے سبب سے ہوا ہے اوسکا عشر عشیر بھی ہمارے دین اسلام مین نہین ہوا عورتون اور بچون اور بوڑھے آدمیون کے قتل کا حکم نہین ہے الا بضرورت شاقہ اور جزیہ لینا بھی جائز ہے اور مستامن کر کے چھوڑ دینا بھی درست ہے اور مثلہ بنانا کسی مقتول کا جائز نہین ہے اور مجرد اسلام لانے سے امان محض ہے اور عہد و پیمان کر کے نہ توڑنا شعار کام اہل اسلام کا ہے اور پہلے دعوت اسلام کرنا مقرر ہے اور آزاد کرنیکا لونڈی غلام کے بڑا ثواب ہے اور لونڈی غلامون کی خبرگیری نان و نفقہ و مایحتاج کی کمال تاکید ہے اور بھائی بھائی کا سا برتاؤ رکھنا عبد اور مولیٰ مین سکھایا گیا ہے احادیث صحیحہ اس امر کی تصدیق مین موجود ہین اور تکلیف کے ساتھ خدمت لینی بھی منع کی گئی ہے اور اکثر غلام امام ہین فن حدیث و تفسیر و فقہ کے پھر اونکو مدرسہ بے ایمانی کا تعلیم یافتہ کہنا کذب صریح کا ارتکاب ہے اسماء الرجال کے کتب کو ملاحظہ کیجیے کہ کسقدر غلام امام علوم دینی کے ہین اور ائمہ اہل بیت کے

انساب ہین دیکھیے کہ لونڈیون سے کیسے کیسے مقبولین بارگاہ
ایزدی پیدا ہوئے ہین اور کیا کیا شرف لونڈیون کو دنیا و عقبے
مین حاصل ہوا ہے لونڈی کسرے کی آتش پرست مادر ائمہ اہل بیت
رسالت ہو جاتی ہے اور جویریہ و صفیہ ام المومنین کا مرتبہ پاتی ہین
اور ماریہ قبطیہ کی شان مین اور حضرت بلال کی مدح مین آیت
قرآنی نازل ہوتی ہے اور خود غلامون کا یہ حال تھا کہ بدولت
شرف اسلام کے عمر بھر شکر گزار رہتے تھے اور غزوات مین جان نثاری کیا
کیسے کیسے افتخار رکھتے تھے اور قاسم و ابراہیم کے فرزند تھے اور حضرت
رسول صلعم کے جد امجد کے لخت جگر تھے اور محمد بن حنفیہ کس کے بطن سے
پیدا ہوئے ہین وغیر ذلک من الاکابر اور جب تمام خیالات جناب کا
استیصال ہو گیا تو اب شروع تبریۃ الاسلام کو جو رسول مقبول صلعم
اور صحابہ کرام کی گالیان سنائی ہین اور تمام انبیاے سابقین کو
اوس سے نجات نہین ملی ہے کیا اہل یورپ جو بیبل کے معتقد ہین
خوش ہو سکتے ہین یا مذہب اسلام مین وہ سنز قاق تھا جسکے
انسداد کی گورنمنٹ کو کوشش ہے یا گورنمنٹ کا یہ حکم ہے کہ جو بات
قانوناً جاری ہوا اوسکو خواہ مخواہ جھوٹ موٹ کی تاویلین کر کے
مذہب اسلام سے مطابق کر دو حاشا و کلا اب ہم چوتھے اعتراض کا
جواب دیتے ہین کہ آیت قرآنی مین جو ترتیب نطفہ سے بچہ تک
مذکور ہے کسی کتاب تشریح جدید کے خلاف نہین ہے پہلے
نطفہ کا منعقد ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے بعدہ وہ جم کر اسی صورت کا
ہو جاتا ہے جسکو جما ہوا خون کہہ سکتے ہین پھر وہ ایک ایسا انجماد
اور استحالہ قبول کرتا ہے کہ اوسکو لوتھڑا گوشت نرم کا کہہ سکتے ہین
پھر اوس سے ہڈی پیدا ہوتی ہے اور ہڈی پر گوشت پیدا ہوتا ہے

کتب تشریح جدیدہ مین پہلے پشت کی ہڈی بعد انجماد مذکور کے
بننے لگتی ہے قرآن شریف مین اوسکے خلاف کچھ نہین ہے
مطلق ہڈی کا ذکر ہے قرآن مجید تشریح کی کتاب نہین ہے مگر جو
انقلابات مذکور ہین اونپر کوئی اعتراض وارد نہین ہے مین نے
دو کتابین تشریح کی بھی مطابق کر لین اور مڈیکل کالج لاہور کے
سپرنٹنڈنٹ سے بھی دریافت کر لیا ہے اونکے خط کی عبارت یہ ہے
کہ ڈاکٹری کتابون مین نطفہ کے باب مین جو کچھ لکھا ہے وہ عین
مطابق قرآن شریف کے ہے اوسپر اعتراض کفر محض ہے
پھر بنایا نطفہ کو جما ہوا خون یہ بھی کلام الٰہی مطابق تشریح کی ہے
کیونکہ بموجب تشریح کے جب منی مادہ جنین کے ساتھ قاذف
نالی مین ملتی ہے اور وہان سے مادہ مذکور رحم مین آکر قرار
پاتا ہے تب اوسکی شکل مثل جمے ہوے خون کے ہوتی ہے
پھر بنایا اوسکو گوشت کا لوتھڑا یہ بھی کلام الٰہی عین مطابق تشریح
کے ہے کیونکہ جب مادہ جنین کا رحم مین قرار پاتا ہے تو قبل
بننے صورت کے وہ مضغہ گوشت کے سوا کیا ہوتا ہے پھر
بنایا ہڈی یہ بھی کلام الٰہی درست ہے کیونکہ کل اعضاے جنین
بتدریج پیدا ہوتے ہین نہ دفعۃً راقم نیاز مند رحم خان بہادر سپرنٹنڈنٹ
جماعت ہندوستانی مڈیکل کالج لاہور مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۸۷۳ء ع
الحمد للہ کہ اس مختصر رسالہ مین آپ کے خیالات فلسفیانہ کا جواب
شافی ہو گیا اب جو حضور والا فرماتے ہین کہ ہم حامی اسلام ہین
میرے نزدیک نکتہ سنجی کیجیے تو خامی اسلام کہنا چاہیے اور اگر
توجہ قلبی سے دیکھیے تو ماحی اسلام کہنا صحیح ہوگا کیونکہ تمام
تالیفات شریف کا حاصل اسیقدر ہے کہ کل احادیث قابل

اعتماد نہین ہین اور اصول تفسیر و اصول حدیث و اصول فقہ و کتب فقہیہ و تالیفات علماء دین و اجماع امت و اقوال صحابہ و فعل رسول صلعم قابل حجت نہین ہین قرآن شریف کے معنے صحیح وہ ہین جو فلاسفہ نیچرل اسکے نزدیک صحیح ہون ورنہ تمثیلی [illegible] نزول آیات کا سمجھنا چاہیے اور جیسا جسکا جی چاہے سمجھے اسکا ویسے نہ کوئی کافر ہے نہ مبتدع ہے ہر شخص کو آزادی راے ہے اور جو عبادت خلاف شگفتگی طبیعت ہو یا عقل کے خلاف ہو وہ باطل ہے اور جسقدر مذہب اسلام خلاف نیچر ہو وہ باطل ہے تو مجکو نہین معلوم ہوتا کہ آپ کس اسلام کے حامی ہین فرض کیجیے کہ اگر فلاسفہ جدید بیان کرین کہ آفتاب دین اسلام مین چمک دمک اسقدر ہے کہ وہ آنکھون کی خیرگی کا باعث ہوتی ہے تو آپ اوسکی روشنی ہی سے انکار کرکے اوسکو سیاہ بتانے پر تیار ہوجائینگے اور ہم یہ جواب دینگے ع گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ❊ چشمہ آفتاب را چہ گناہ ❊ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تمت بالخیر

ماہ نومبر ۱۸۸۲ء مطابق ماہ رمضان المبارک ۱۲۹۹ھ ہجری مطبع منشی نولکشور مقام لکھنؤ مین چھاپا گیا

رسالہ مؤید القرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل علی رسولہ قرآنا عربیا غیر ذی
عوج لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ
وجعلہ معجزا ابدیا لو اجتمعت الجن والانس لا
یاتون بمثلہ + والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد
الذی بعثہ اللہ بافصح کلامہ وابلغ نظامہ : الی عبادہ
لتبلیغ احکامہ وعلی الہ وصحبہ الذین
بذلوا جہدہم باجماعہم فی حفظ جمعہ واشاعتہ اما بعد
احقر العباد علی بخش عفی عنہ خدمت میں اہل اسلام کے
عرض کرتا ہے کہ فی الحال میرے ایک دوست نے

چند سوالات باميد تحرير جواب متعلق مجموعہ موجودہ قرآن شريف
کے بھیجے ہین اور رفیق ہیرچ میرز سے جواب اپنی شبہات کا
چاہتے ہین ناچار یہ رسالہ مختصر مجکو لکھنا ضرور ہوا تاکہ اونکا بھی
اطمینان خاطر ہوجاوے اور میرے بھائی مسلمانون کو بھی فائدہ
جدیدہ سے بصیرت اور تقویت دینی حاصل ہو اور اپنے
کلام مجید کے طفیل سے ارحم الراحمین میرے گناہون کی مغفرت
فرماوے آمین یا رب العالمین **پہلا سوال** یہ ہے کہ بعض
احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف سَبعَة
اُحرف پر نازل ہوا تھا آیا وہ سب متواتر اور موجود ہین
یا صرف ایک حرف باقی ہے شق اول مین ساتون کا ثبوت
دیجیے۔ اور شق ثانی مین وجہ معدوم ہوجانے چھ حروف کی
بیان کیجیے کیا صحابہ نے وقت جمع ہونے قرآن کے تحریف
کی ہے یا خود بخود معدوم ہوگئی انتہی **الجواب** بے شک
احادیث صحیحہ سے اصلیت سبعہ احرف کی پائی جاتی ہے
چند حدیث اس مقام پر ہم بیان کرتے ہین۔ صحیح ترمذی مین ہے
باب ما جاء ان القرآن انزل علی سبعة
احرف عن ابیّ بن کعب قال لقی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل فقال یا جبرائیل
انی بُعِثتُ الی امۃ امیین منهم العجوز والشیخ
الکبیر والغلام والجاریة والرجل الذی لم یقرأ کتابا
قط قال یا محمد ان القرآن انزل علی سبعة احرف + + +
وفی الباب عن عمر وحذیفة بن الیمان وابی هریرة وام
ایوب وهی امرأة ابی ایوب الانصاری وسمرة وابن عباس

۵۷ فرمایا رسول خدا صلعم نے جبرئیل سے کہ [بھیجا گیا] ہون ایک گروہ امی کی طرف رسول ہوا جسمین بوڑھے [بو]ڑھے اور ایسے لڑکے ہین جنھون نے کبھی کوئی کتاب نہین پڑھی جبرئیل نے کہا کہ قرآن نازل ہوا سات طرز پر ۱۲

وابی جھیم بن الحارث بن الصمہ ھذا حدیث
حسن صحیح قد روی عن ابی بن کعب من غیر وجہ
اور صحیح بخاری مین ہے باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقرأنی جبریل علی
حرف فراجعتہ فلم ازل استزیدہ ویزیدنی حتی
انتھی الی سبعۃ احرف اور صحیح نسائی مین ابن عباس کی
روایت ابی بن کعب سے اوسیطرح کی ہے جو مذکور ہوئی
اور بعض روایت مین یہ الفاظ ہین ثم اتاہ الثانیۃ فقال
علی حرفین ثم اتاہ الثالثۃ فقال علی ثلاثۃ احرف ثم جاءہ الرابعۃ
فقال ان اللہ یامرک ان تقرأ علی سبعۃ احرف فایما حرف
قرءوا علیہ فقد اصابوا انتہی کما ذکرہ القسطلانی
اور صحیح مسلم مین بھی جو حدیث مذکور ہے مضمون اوسکا قریب
قریب حدیث صحیح بخاری کے ہے اسقدر الفاظ زیادہ ہین
فرددت الیہ ان ھوّن علی امتی بلفظہ الحاصل
تمام روایات کے جمع کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ واسطے
آسانی مختلف فرقون واقوام وقبائل عرب کی اجازت پڑھنے کی
بعض الفاظ کی نسبت اپنے اپنے محاورہ کے موافق دی گئی تھی
اور حضرت رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا تھا
کہ میری امت مین بوڑھے اور لڑکے اور ضعفا اور کم علم اور بے علم
سبطرح کے لوگ عرب مین موجود ہین اور انکے بول چال محاورہ
روزمرہ واحد نہین ہین تو خدا سے درخواست کی تھی کہ محاورات
مختلفہ مین پڑھنے کی اجازت ملے اور ہر بار اجازت مین وسعت
چاہتے رہے یہان تک کہ سات طرح کی لغات مین پڑھ لینے کی

اجازت نازل ہوئی اور وجہ اسکی صاف ظاہر ہے کہ خاص
قریش کے محاورہ پر جو قرآن نازل ہوا ہے اوسکی پابندی
تمام عرب کی اقوام مختلف مقامون کے رہنے والون سے فوراً
نہین ہو سکتی تھی مثلاً دہلی اردو سے علے کی زبان کا دفعۃً
واحدۃً پابند ہو جانا اہل قریات تمام ہندوستان کا خالی
وقت سے نہین ہے ہان رفتہ رفتہ بعد مشق روزمرہ و تصحیح
محاورہ کی بدولت صحبت و تعلیم افصح الفصحا کے وہ دقت
جاتی رہتی ہے جو ابتدا مین واقع رہتی ہے خصوصاً جاہلون
اور بچون اور عورتون کو بڑی مشکل سے اپنا روزمرہ بدلنا
آسکتا ہے اسیطرح عرب مین جب قرآن شریف خاص ان
قوم فصیح و بلیغ قریش کے محاورہ پر نازل ہوا تھا تو دیگر اقوام
کے لوگ جو بہا سے کسی لغت قریش کے دوسرا لغت بولنے کی
عادی تھے یا اوسی لغت کو تھوڑے سے تبدیل کے ساتھ بولتے
تھے گھبرانے لگے اور نماز مین دقت اوٹھانے لگے
اور ایک دوسرے سے جھگڑنے لگا اور غصہ کرنے لگا۔
اور بعض قوم کو حمیت سابقہ کا بھی خیال تھا کہ ہم اپنا محاورہ
کسواسطے ترک کرین سیطرح کی خلقت خدا کی ہوتی ہے
مگر رسول اللہ صلعم تو سب کے واسطے رحمت عام تھے خدا سے
باربار التجا کرتے رہے کہ ان لوگون کو وسعت دیجاسے تاکہ
اپنے محاورہ مین اگر کسی لفظ کے بدلے دوسرا لفظ متحد المعنی کے
یا اوسی لفظ کی جگہ تغیر و تبدیل کے ساتھ انکی زبان سے لفظ
نکلے تو معاف فرمایا جاوے چنانچہ ایسا ہی حکم ہو گیا اور
جبرئیل نے حضرت کو اوس طرح بھی عرض کر دیا جسطرح لغات

مختلفہ مین خدا نے وسعت دینی منظور فرمائی اسیواسطے
لفظ انزل کا اوس اجازت اور وسعت کے باب مین وارد
ہوا ہے چنانچہ صحیح بخاری مین نزاع ہونا درمیان حضرت
عمر فاروقؓ اور ہشامؓ کے قصہ تلاوت سورۂ فرقان مین حدیث مین
موجود ہے اور جب وہ جھگڑا حضور مین سید المرسلین صلعم
کے پہونچا تو آپ نے دونون کی قرات کو سنکر کذالک انزلت
فرمایا اور یہ ارشاد ہوا کہ ان هذا القرآن انزل علی سبعة احرف
وجہ نزاع کی درمیان ہشامؓ اور حضرت عمرؓ کے یہ تھی کہ دونون
یہی فرماتے تھے کہ ہمکو حضرت رسول صلعم نے ایسا ہی تعلیم کیا ہی
اسیواسطے حدیث موصوف سے یہ بات نکلتی ہے کہ باوجود
اجازت اور وسعت سبعة احرف کے بھی حضرت رسالت صلعم
کی زبان وحی ترجمان سے سننا بھی ضرور سمجھا جاتا تھا یہ حکم نہ تھا
کہ ہر شخص اپنے محاورہ مین جو لفظ چاہے بولنے لگے چنانچہ
قسطلانی شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین لکن الاباحة المذکورة
لم تقع بالتشهی ای ان کل واحد یغیر الکلمة بمرادفها
فی لغته بل ذلک مقصور علی السماع
من رسول الله صلی الله علیه وسلم
کما یشیر الیه قول کل من عمر وهشام
اقرأنی النبی صلی الله علیه وسلم فائدہ یہ نہ سمجھنا چاہیے
کہ اختلاف احرف سے اختلاف معنی بھی جائز تھا ہرگز نہین
صرف اپنے محاورہ کا لفظ مترادف المعنی بولنے کی وسعت
نازل ہوئی تھی مثلاً اقبل و تعال و هلم و عجل
واسرع وانظرونا وامهلونا واخرونا وغیرہ کہ

مؤید میرے قول کی ہے یہ عبارت اتقان کی التاسع ان
المراد سبعة اوجه من المعانی المتفقة بالفاظ مختلفة
نحو اقبل وتعال وھلم وعجل واسرع والی ھذا
ذھب سفیان بن عیینة وابن جریر وابن وھب
وخلائق ونسبه ابن عبد البر الی اکثر العلماء
+ ویدل علیه ما اخرجه احمد والطبرانی من حدیث
ابی بکرة ان جبریل قال یا محمد اقرء القران علی
حرف قال میکائیل استزده حتی بلغ سبعة احرف قال کل
شاف وکاف ما لم تخلط اية عذاب برحمة او رحمة
بعذاب نحو قولك تعال واقبل وھلم واذھب
واسرع وعجل ھذا لفظ روایة احمد واسناده جید + واخرج احمد والطبرانی
ایضا عن ابن مسعود نحوه الی قوله + وعن ابی بن کعب انه کان
یقرء کلما اضاء لھم مشوا فیه مروا فیه سعوا فیه + وکان ابن مسعود
یقرء + للذین امنوا انظرونا امھلونا اخرونا بلفظ
ابتو کچھ شک نرہا کہ وہ وسعت واجازت اسی قسم کی تھی جسمیں
اختلاف معنی ہوتا ہو - اور احمد وطبرانی وغیرہ کی روایات سے بھی
ثبوت کلی اس مدعا کا ہوچکا اور یہ صاف معلوم ہوا کہ عذر بین
واقوام مختلفہ کے واسطے ابتداء نزول وحی میں وسعت تھی
چنانچہ وہ روایت جو طریق عون بن عبد اللہ سے اتقان میں ہے
اوسکے الفاظ یہ ہیں ان ابن مسعود اقرأ رجلا ان شجرة
الزقوم طعام الاثیم + فقال الرجل طعام الیتیم فردھا
علیه فلم یستقم بھا لسانه فقال اتستطیع ان تقول
طعام الفاجر قال نعم قال فافعل بلفظ

٥ سات طرز سے الفاظ متفقة المعانی سے مراد ہیں مثل اقبل تعال وغیرہ جبرئیل نے کہا اے محمد پڑھ قرآن ایک طرز پر میکائیل نے کہا کہ وسعت طلب کر یہاں تک کہ سات طرز کی نوبت پہنچی فرمایا سب صحیح ہیں جب تک رحمت و عذاب باہم نہ ملجاوے یعنی اختلاف معنی نہ پیدا ہو

[illegible]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب اوس شخص کی زبان سے
اثیم نہ نکل سکا تو دوسرا لغت جو ابن مسعود کو معلوم تھا اوسکو
سکھا دیا پس اجازت محض رفع ضرورت کی طور پر تھی نہ کہ حال این
جسکا جی چاہے لفظ بدل ڈالے ہان جسقدر الفاظ کی تبدیل
وتغییر محاورات مختلفہ مین صحابۂ کرام نے رسول انام صلعم سے
سُن لی تھی اوسکا پڑھنا منع نہین جانتے تھے اسیواسطے ابی
بن کعب و ابن مسعود نے کسی زمانہ مین موافق دیگر حروف کے
بھی پڑھ سنایا - اب ہم بیان کرتے ہین کہ ایک حرف پر قرآن شریف
باقی رہا جسپر اصلی تنزیل ہوئی تھی اور وہ لغت قریش ہے کیفیت
اسکی یہ ہے کہ ہر سال رمضان شریف مین ایکبار جبرئیل امین
حضرت رسالت پناہ صلعم پر قرآن شریف عرض کرتے تھے
تاکہ جو آیت جس سورہ کی ہے وہ ترتیب مین درست رہے
اور جو کچھ وسعت الفاظ کی قرأت مین ہو وہ بھی معلوم ہوتی رہے
اور حضرت کو بھی خوب یاد رہے اور حل مشکلات ہوتا رہے
اسی حال مین وہ وسعت سبعہ احرف کی بھی چلی آئی مگر جب
بہ برکت صحبت حضرت رسالت صلعم کے صحابہ کی زبان درست ہوگئی
اور لغت واحد پر تلاوت کرنا سیکھ گئے اور علم اونکا روز بروز
بڑھتا گیا اور احادیث حضرت کے حفظ کرنے لگے تب زبان دانی
بھی خاص قریش کی ہر قوم کے صحابی کو آسان ہوچکی تھی تو وہ وسعت
واباحت غیر ضروری ہوگئی کیونکہ رفع علت سے معلول کا حکم
بدل جاتا ہے اور ضرورت جاتی رہی تو وسعت بھی منسوخ ہوگئی
اور ایک ہی لغت پر پڑھنا جائز رہ گیا اور وہ یہی تھا جو اب تک
متواتر چلا آتا ہے اور ہمارے پاس موجود ہے اسی کی ہم تلاوت

کرتے ہین اور اسکو حضرت عثمان نے جمع کیا اور اسکو زید بن
ثابت نے حضرت رسول صلعم کی حیات مین لکھا تھا اور یہی قرآن
بعینہ صدیق اکبرؓ کے زمانہ مین جمع ہو چکا تھا اور ایسا ہی حضرت
حفصہؓ کے پاس بھی موجود تھا اور جس لغت پر اب موجود ہے
یہی موافق اوس عرض کے ہے جو سال وفات سرور کائنات علیہ
التحیتہ والصلواۃ مین دو بار جبرئیل امین نے سنایا اور پڑھایا تھا
اور بعض اصحابؓ اوس عرضہ اخیرہ مین موجود بھی تھے اور حضرت
صلعم پر چونکہ وحی نازل ہوتی رہتی تھی سلسلہ تنزیل کا جاری تھا
لہذا عرضہ اخیرہ کے بعد ترتیب موجودہ قائم ہوئی اور تمام صحابہ
جو حافظ قرآن تھے اور حضور مین سید الانبیاء صلعم کے شرف
صحبت اکثر حاصل کرتے تھے ترتیب و لغت موجودہ کے عالم اور
واقف تھے اوسی ترتیب کو اور اوسی لغت قریش کو کاتبین
وحی اور حفاظ و علماء وحی کے اہتمام سے مجمع صحابہ مین خلافت
راشدہ مین جمع کرنیکا اتفاق ہوا اور اوسی پر اجماع منعقد تھا اور ہے
اور جسقدر ترتیبین اپنے اپنے مذاق اور فوائد تفسیر دانی کے
لحاظ سے بعض صحابہ کرام کے پاس تھین وہ معدوم ہو گئین کیونکہ
کسی نے اس نظر سے کہ ہمکو ترتیب نزول سے ہر ایک سورہ
اور آیت کا زمانہ و شان نزول فراموش نہوگا موافق ترتیب
تنزیل کے جمع کر رکھا تھا بعضون نے چند سورتین ایک جگہ
جمع کر رکھی تھین بعض کے پاس پورا جمع نہ تھا بقدر اپنی یاد کے
کچھ لکھ رکھا تھا بعض نے کچھ الفاظ بطور تفسیر و معنی کے ہی ساتھ ساتھ
کلام الہی کے ملا دیے تھے غرض کہ ہر طرح جسکی سمجھ مین اپنے دل کی
خواہش تھی کچھ جمع کر رکھا تھا جیسا کہ اب بھی بعض اشخاص پنجسورہ

اور بعض آیات ربنا اور بعضے اپنے وظیفہ خاص کی چند سورتین
بعضے کچھ آیات کے ساتھ تفسیری عبارتین لکھ لیتے ہین مگر اس سے
لکھ رکھنے سے اصل مجموعہ موجودہ متواترہ مجمع علیہا جو بعینہ موافق
عرضہ اخیرہ جبرئیل کے تھا نکچھ بدل سکتا تھا نہ اوسکی صحت و تواتر مین
شبہہ ہو سکتا ہے البتہ بہت جلد اوسکے ترتیب کا شائع کر دینا
حضرت عثمان غنی کی خلافت مین اسواسطے ضرور ہوا کہ لغات
سبعہ مین سے جو ایک لغت قریش کا باقی رہ کر چھ لغت منسوخ
ہو چکے تھے اور بعض ناواقف انکو بعد نسخ کے بھی پڑھتے جاتے تھے
اور اوسی اختلاف امتہ مرحومہ کا خوف تھا اور بعض صحابہ کے پاس
جو خلاف ترتیب اصلی کے قرآن موجود تھا جیسا کہ ہم بیان کر چکے
اوس سے بعد کسی مدت کے اختلاف کا خطرہ تھا اور الفاظ تغییری
اور آیات منسوخ التلاوت بھی بعد چندے شاید داخل قرآن شریف
سمجھے جاتے اور اختلاف پڑ جاتا لہذا ایک ہی لغت مختار و باقیماندہ عرض
کردۂ جبرئیل کو قائم رہنے دیا گیا الحاصل اب جو قرآن مجید ہے
ہاتھون اور ہمارے دلون مین محفوظ ہے نہ اوسمین کچھ کمی ہوئی ہے
نہ زیادتی نہ تحریف لفظی ہے نہ خلاف عرضۂ اخیرہ جبرئیل کے ہے
ہمارے رسول صلعم اسکو چھوڑ گئے ہین نہ اس سے زیادہ ہر چند
میرے قول کی تصدیق علماء خبیر کے نزدیک آسان ہے مگر واسطے
کمال اطمینان قلوب مومنین کے سند اپنے قول کی پیش کرتا ہون
صحیح بخاری مین ہے قال دخلت انا و شداد بن معقل علے
ابن عباس رضہ فقال له شداد بن معقل أترك النبي
صلى الله عليه وسلم من شئ قال ما ترك الا ما بين الدفتين
الفيافيه + قال و دخلنا علے محمد بن الحنفية

یعنی میں اور شداد بن معقل [illegible]

فسألناه فقال ما ترك الا ما بين الدفتين بلفظہ
اور تواتر قرآن کا ایسے یوسنا ہذا محتاج ثبوت و برہان نہین رہا ہے
ہر عہد مین ہزارون لاکھون حافظ اوسکے چلے آئے ہین اور انشاء اللہ
تعالیٰ تا قیامت ہوتے رہین گے اور خدا تعالےٰ نے اوسکی حفاظت کا
وعدہ کر لیا ہے وانا لہ لحافظون فرمایا ہے اور تحریف
(کسی طرح کی کیون نہو) باطل ضرور ہوگی مگر کلام اللہ مین باطل کا دخل
کسیوقت مین ہونے پاویگا چنانچہ خود جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے
لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ الایۃ
اور جمع ہونا قرآن شریف کا خاص لغت قریش پر خلافت راشدہ
مین اور موافق ہونا اوسکا عرضہ اخیرہ جبرئیلؑ سے قسطلانی کی اس
عبارت شرح حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے حدیث یہ ہے
عن ابی ہریرہ قال کان یعرض علی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم القران کل عام مرۃ فعرض علیہ مرتین فی
العام الذی قبض قسطلانی سے لکھتے ہین واختلف ہل کانت
العرضۃ الاخیرۃ بجمیع الاحرف السبعۃ او بحرف
واحد منہا وعلی الثانی فہل ہو الحرف الذی
جمع علیہ عثمان الناس او غیرہ فعند احمد وغیرہ
من طریق عبیدۃ السلمانی ان الذی جمع علیہ عثمان
الناس موافق للعرضۃ الاخیرۃ ونحوہ عند الحاکم
من حدیث سمرۃ واسنادہ حسن وقد صححہ
ہو واخرج ابو عبید من طریق داؤد
بن ابی ہند قال قلت للشعبی قولہ تعالے
شہر رمضان الذی انزل فیہ القران

اما کان ینزل علیہ فی سائر السنۃ فقال بلی
ولکن جبرئیل کان یعارض مع النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فی رمضان ما انزل اللہ فیحکم اللہ ما یشآء
وینسخ ما یشاء فکان السر فی عرضہ مرتین فی
سنۃ الوفاۃ استقرارہ علی ما کتب فی المصحف العثمانی
والاقتصار علیہ وترک ما عداہ بلفظہ اور قسطلانی نے
وسعت واباحت سبعہ احرف اور پھر اوسکی باقی رہنے کی بابت یوں لکھا ہے
وھل ھی باقیۃ الی الآن یقرأ بہا ام کان ذلک ثم استقر
الامر علی بعضہا والی الثانی ذھب الاکثر کسفیان
بن عیینۃ وابن وھب والطبری والطحاوی
وھل استقر ذلک فی الزمن النبوی
ام بعدہ والاکثر علی الاول واختارہ القاضی
ابو بکر بن الطیب وابن عبد البر وابن العربی
وغیرھم لان ضرورۃ اختلاف اللغات ومشقۃ
نطقہم بغیر لغتہم اقتضت التوسعۃ علیہم فی اول
الامر فاذن لکل ان یقرأ علی حرفہ ای طریقتہ فی اللغۃ
الی ان انضبط الامر وتدربت الالسن وتمکن الناس
من الاقتصار علی الطریقۃ الواحدۃ فعارض
جبریل علیہ السلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم
القرآن مرتین فی السنۃ الاخیرۃ واستقر علی
ما ھو علیہ الآن فنسخ اللہ تعالی تلک القراءات
المأذون فیہا بما اوجبہ من الاقتصار علی ھذہ
القراءۃ التی تلقاھا الناس الخ بلفظہ

اور بغوی رح نے شرح السنہ میں فرمایا کہ ان زید بن ثابت
شهد العرضة الاخيرة التى بيّن فيها
ما نسخ وما بقى وكتبها لرسول الله صلى
الله عليه وسلم وقرأها عليه وكان يقرء الناس بها
حتى مات ولذالك اعتمده ابوبكر وعمر رض في
جمعه وولاه عثمان كتب المصاحف بلفظه اور ابن جزری کا قول
اتقان میں نقل کیا ہے ان القراءة على الاحرف السبعة لم يكن
واجبة على الامة وانما كان جائزا لهم
ومرخصا لهم فيه لما راى الصحابة ان الامة
تفترق وتختلف اذا لم يجتمعوا على حرف
واحد اجتمعوا على ذلك اجماعا شائعا وهم
معصومون من الضلالة ولم يكن في
ذلك ترك واجب ولا فعل حرام ولا شك ان
القران نسخ منه في العرضة الاخيرة وغيرها
فاتفق راى الصحابة على ان كتبوا ما تحققوا
انه قران مستقر في العرضة الاخيرة وتركوا ما سوا
ذلك اور بھی اتقان میں ہے واخرج ابن اشتة في المصاحف
وابن ابي شيبة في فضائله من طريق ابن
سيرين عن عبيدة السلماني قال القراءة التي عرضت
على النبي صلى الله عليه وسلم في العام الذي
قبض فيه هي القراءة التي تقرؤها الناس اليوم
واخرج ابن اشتة عن ابن سيرين قال كان
جبرئيل يعارض النبي صلى الله عليه وسلم كل سنة في شهر رمضان

فلما كان العام الذى قبض فيه عارضه مرتين
فيرون ان تكون قرائتنا هذه على العرضة
الاخيرة انتهى اور شرح حديث جمع ہونے قرآن میں شرح السنۃ کی یہ عبارت ہے
البيان الواضح ان الصحابة رضى الله عنهم جمعوا بين
الدفتين القرآن الذى انزل من غير ان يكونوا زادوا
او نقصوا منه شيئا باتفاق منهم من غير ان
يقدموا شيئا او يؤخروه بل كتبوه فى المصاحف
على الترتيب المكتوب فى اللوح المحفوظ بتوقيف
جبرئيل عليه السلام على ذلك واعلامه عند كل
آية بموضعها واين تكتب بلفظه اور بھی قسطلانی نے نقل
ابو عبد الرحمن السلمى کا قول کیا کہ كان قراءة ابى بكر وعمر وعثمان
وزيد بن ثابت والمهاجرين والانصار واحدة
وهى التى قرأها صلى الله عليه وسلم على جبرئيل
مرتين فى العام الذى قبض فيه وكان
زيد شهد العرضة الاخيرة وكان يقرئ
الناس بها حتى مات اعتمده الصديق فى
جمعه وولاه عثمان كتبة المصاحف
قال السفاقسى فكان جمع ابى بكر خوف ذهاب
شئ من القرآن بذهاب حملته اذ
انه لم يكن مجموعا فى موضع واحد وجمع عثمان
لما كثر الاختلاف فى وجوه قرائته حين
قرأوا بلغاتهم حتى ادى ذلك الى تخطئة
بعضهم بعضا فنسخ تلك الصحف فى مصحف واحد

مقتصرا من اللغات علی لغۃ قریش اذ ھی ارجحہا
اور زید بن ثابت کاتب وحی کے اہتمام سے خلافت صدیق مین
جمع کیا جانا قرآن شریف کا صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہی
عن ابن شہاب ان ابن السباق قال ان زید
ابن ثابت قال ارسل الی ابو بکر رضی اللہ عنہ قال
انک کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فاتبع القرآن فتتبعت الحدیث۔ **تنبیہ**
اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث مین کاتب وحی ہونا
زید بن ثابت کا مذکور ہے نہ کسی دوسرے کا ہے اور حال یہ ہے
کہ قرآن تو مکہ مین بھی نازل ہوا کرتا تھا اور زید بعد ہجرۃ کی ایمان
لائے ہین تو وہ مدینہ مین تھے نہ مکہ مین تو انہون نے مکہ مین کیونکر
کتابت وحی کی فرمائی ہوگی۔ اسکا یہ جواب ہے کہ کاتبین وحی حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ تھے زید سے پہلے ابی بن کعب
کاتب تھے اور اول سب سے مدینہ مین زید بن ثابت نے
کتابت شروع کی تھی اور چونکہ وہ کثرت سے کتابت کرتے تھے
اور عرضہ اخیرہ مین بھی موجود تھے اور ابتداء نزول سے اخیر تک
قرآن موافق عرضہ اخیرہ کے جانتے تھے اور حضرت صلعم کو
سنا چکے تھے لہذا اونہین کے ذمہ اہتمام جمع کرنے کا خلافت
صدیق مین رکھا گیا تھا اور حدیث مین اونہین کے نام پر
اختصار کیا گیا ورنہ اوس سے یہ لازم نہین آتا کہ صدیق اکبر
نے اپنے اور جملہ مہاجرین و انصار کے اتفاق سے جمع نکرایا ہو
اور صرف زید ہی کے لکھنے پر قناعت کی ہو۔ اور مؤید میرے
قول کا ہے یہ امر کہ ارادہ جمع کرنے قرآن کا جسوقت صدیق نے

تو پہلے فاروق اعظم سے بحث ہو چکی تھی پس جبکہ ہر ایک بات مین
اتفاق ہو لیتا تھا تب عمل کیا جاتا تھا تو اتنے بڑے امر اہم
مین کیونکر اجماع و اتفاق نکرایا جاتا اسیواسطے اقوال علماء دین
ائمہ فن حدیث و تفسیر کے جو مین نے اوپر نقل کیے ہین سب
صحیح اور دافع اشتباہ ہین اور اوسی مصحف کی نقل وہ مصحف ہے
جو بہر کاتبین وحی کے اہتمام اور اجماع صحابہ کرام سے عہد عثمان
غنی مین جمع ہو کر آج تک ہمارے پاس موجود ہے البتہ عہد
صدیق مین متعدد اشخاص کے پاس متفرق تھا اور اسیواسطے
آیت لقد جاءکم رسول من انفسکم الخ خزیمہ انصاری کے پاس
زید کو ملی مگر اس سے کچھ شبہہ کی گنجایش نہین ہے کیونکہ زید کو
وقت تلاش کے صرف ایکہی شخص نے دی تو نفی کتابت
ما عدا خزیمہ کی لازم نہین آتی ہے قطع نظر اسکے جب ہزارون
حافظ پورے قرآن کے موجود تھے تو لکھا ہوا متفرق ہونا کچھ خلل انداز
تواتر و شہرت کا نتھا چنانچہ خود زید بن ثابت حافظ قرآن تھے
انہون نے خود ہی آیت مذکورہ کو یاد کر کے تلاش کر لیا تھا
پس کوئی شبہہ باقی نرہا والحمد للہ علے ذلک - اب ہم اوس
حدیث کو نقل کرتے ہین جسمین جمع قرآن عہد عثمانؓ مین اہتمام
بلیغ اصلی لغت قریش پر لکھی جانے کا مذکور ہے اور ناسخین و
جامعین بھی وہی صحابہ تھے جو کمال حفظ قرآن و علم لغت مین
نامور تھے صحیح بخاری مین ہے کہ جب حذیفہ نے اختلاف لوگون
قرأت قرآن مین دیکھا تو عثمان غنی سے بیان کیا
حیث قال فافزع حذیفۃ اختلافهم فی
القراءۃ فقال حذیفۃ لعثمان یا امیر المؤمنین

ادرک هذه الامة قبل ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیهود والنصاری فارسل عثمان الی حفصة ان ارسلی الینا بالصحف ننسخها فی المصاحف ثم نردها الیک فارسلت بها حفصة الی عثمان بامر زید بن ثابت وعبد الله بن الزبیر وسعید بن العاص وعبد الرحمن بن الحارث بن هشام فنسخوها فی المصاحف وقال عثمان للرهط القرشیین الثلاثة اذا اختلفتم انتم وزید بن ثابت فی شئ من القران فاکتبوه بلسان قریش فانما نزل بلسانهم ففعلوا حتی نسخوا الصحف فی المصاحف رد عثمان الصحف الی حفصة فارسل الی کل افق بمصحف نسخوا نسخوا الحدیث

اب محکو اس قول کی تصدیق مین حدیث لکھنی باقی ہے کہ حضرت حفصہ کے پاس سے جو صحف طلب کرکے نقل کیا گیا وہ صحف جمع کیا ہوا حضرت صدیقؓ فاروقؓ کی خلافت کا تھا جس سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اب جو قرآن موجود ہے خلافت راشدہ مین سواے اوسکے کوئی دوسرا قرآن مجمع علیہ صحابہ کا نہ تھا۔ چنانچہ صحیح بخاری مین جو حدیث جمع کرانے قرآن کی بحکم صدیق اکبر کے باہتمام زید بن ثابت کے روایت کی ہے اوسمین بعد ذکر ترتیب قرآن کے یہ الفاظ وارد ہین فکانت الصحف عند ابی بکر حتی توفاہ اللہ ثم عند عمر حیاتہ ثم عند حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہ بلفظہ قد رالحاجت۔ الحمد للہ کہ جو معنی سبعہ احرف کے

مین نے اختیار کیے ہین اوسکا ثبوت اقوال علماء دین و احادیث
صحیحہ سے ہوگیا اور اب کچھ شک نرہا کہ نزول قرآن کا صرف ایک
لغت قریش پر ہوا تھا باقی لغات مین کچھ مدت تک واسطے رفع
تکلیف کے وسعت و اباحت رہی پھر بعد مشاق ہوجانے صحابہ
کے وہ اباحت منسوخ ہوکر عرصہ اخیرہ جبرئیل کے موافق یہی ایک
لغت باقی رہ گیا تھا جو آج ہم تلاوت کرتے ہین اور یہی مصحف بعینہ
خلافت راشدہ سے آج تک متواتر چلا آتا ہے ہزارون حفاظ اوسکے
موجود ہین۔ **فائدہ** لفظ احرف کا جو حدیث مین وارد ہوا ایک ہی
معنے نہین رکھتا تھا بلکہ کئی معنے مین مستعمل ہے لہذا حدیث کو
مجمل دیکھکر اگر اوسکے معنے مین علماء دین نے بطور بیان جملہ احتمالات
کے اقوال کثیرہ لکھے ہین تو یہ امر ہرگز باعث اشتباہ یا طعن وتشنیع کا
علماء فحول کی نسبت نہین ہوسکتا۔ اسیواسطے خاکسار نے ضرورت
نقل ۳۵ خواہ ۴۰ اقوال کی نہ سمجھی جو قول میرے نزدیک قوی اور
میرا مختار تھا اوسکو اس وجیزہ مین لکھکر شواہد و دلائل اوسکے
قوت و تائید کے بیان کیے گئے۔ اگر کسی ذی علم محقق مدقق کی وسعت
نظر کتب دینیہ پر ایسی ہو کہ کسی دوسرے قول کو معنی حدیث مین اختیار
کرکے ترجیح دے سکے تو اختیار ہے۔ مثلاً بعض محقق کا یہ قول ہے
کہ مراد سبعہ احرف سے قراءت سبعہ موجودہ ہین جو اتباعاً متواترین
بلکہ بعض علماء دین کا اصرار بھی اتقان مین اوس قول پر منقول ہے
گو اوسکی تضعیف بھی بیان کی گئی ہے اور قسطلانی شرح بخاری مین
بھی تضعیف اوسکی پائی جاتی ہے حیث قال وعن الخلیل بن احمد
سبع قراءۃ وھذا اضعف الوجوہ اور غالباً تمام روایات و اقوال علماء دین
جمع کرنے سے قول مذکور کو ترجیح میرے قول مختار مذکور الصدر پر

ف [illegible]

ہوگی بلکہ پھر بھی اگر کوئی عالم مذہب اسلام اوسکو بیان سے توجیہ
مورد طعن نہوگا نہ قرآن کے تواتر وصحت مین خلل آویگا کما لا یخفی
اب ہمکو ضرور ہے کہ اس شبہہ کو بھی رفع کرین جو ایک حدیث صحیح سے
پیدا ہوتا ہے جس مین بجاے سبعۃ احرف کے ثلثۃ احرف وارد
ہوا ہے اور وہ حدیث حاکم نے روایت کی ہے سمرہ سے اوسکے
الفاظ یہ ہین انزل القرآن علی ثلثۃ احرف جواب اس شبہہ کا
یہ ہے کہ اجازت و وسعت دفعۃً واحدۃً واسطے سات لغت کے
نہین ہوئی تھی بلکہ تھوڑی تھوڑی وسعت دی گئی تھی اسیواسطے حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ استزیدہ یعنی جبرئیل سے طلب زیادتی
وسعت کی مین کرتا رہا تاکہ جناب باری سے حکم زیادتی وسعت کا حاصل
کرلاوین پس جائز ہے کہ سمرہ نے صرف تین حرف تک کی اجازت
سنی تھی اور روایت بھی کی تھی مگر بعدہ سات لغت تک کی اجازت
نازل ہوئی لامحالہ حدیث سبعۃ احرف راجح ہوگی نہ مرجوح مؤید میرے
قول کا ہے ابو شامہ کا قول جو قسطلانی نے نقل کیا ہے وہو ہذا
اراد ان انزل ابتداء علی ثلثۃ احرف ثم نزید الی سبعۃ
توسعۃ علی العباد ولا کثر انہا محصورۃ
فی السبعۃ بلفظہ اور سوال ثانی بھی پیدا ہوتا ہے جسکا جواب
دینا ضرور ہے وہ یہ ہے کہ اگر سبعۃ احرف مین پڑھنے کی اجازت
ہوئی تو ممکن نہین کہ وہ لغات مختلفہ غایت مرتبہ فصاحت وبلاغت
مین ہون اور اعجاز قرآن باقی رہے پھر کیونکر باوجود مفقود ہوجانے
بلاغت اور فصاحت اور اعجاز قرآنی کے اجازت سبعۃ احرف کی
مان لیجاے ایک جواب تو اس شبہہ کا یہ ہے کہ اصل نزول قرآن
شریف کا لغت قریش پر ہوا تھا جو کمال مرتبہ فصیح وبلیغ تھا اور

اوسی سے کے مقابلہ میں فصحا و بلغا عاجز تھے اور وہ اباحت و اجازت
سبعۃ احرف کی بضرورت تھی دوم ہر لفظ قرآن کا معجز نہیں ہے
نہ ہر آیت معجز ہے بلکہ ہر سورہ معجز ہے لہذا فأتوا بسورة
من مثله فرمایا ہے نہ کہ فأتوا بآية پس اگر بعض
الفاظ کی جگہ اپنی لغت میں اجازت تلاوت کی ہوئی تو وہ نظم بلیغ و
معانی و مضامین و احکام و رشد و رشاد و تعلیم اخلاق و اخبار حالات
ماضیہ و موجودہ و مستقبلہ و کشف حالات قلوب و مکنونات ضمائر عباد
و صدق بیان و ترغیب و ترہیب و وعد و وعید وغیرہ کمالات ممتنع
الجواب تمام سورہ میں خلل انداز نہ تھے سوم جو سات حرف اختیار
کیے گئے تھے وہ بھی اوس قسم کے تھے جو فصاحت میں اگرچہ برابر
قریش کے نہوں مگر بہ نسبت دیگر اقوام کے فصیح زیادہ تھے چنانچہ
اتقان میں ابو صالح سے قول ابن عباس کا مروی ہے قال نزل
القران على سبع لغات منها خمس بلغة العجز من هوازن
قال والعجز سعد بن بكر وجشم بن بكر ونصر بن معاوية
وثقيف وهؤلاء كلهم من هوازن ويقال علیا
هوازن ولهذا قال ابو عمرو بن العلاء افصح العرب علیا
هوازن وسفلى تميم يعني بني دارم واخرج ابو عبيد
من وجه اخر عن ابن عباس قال نزل القران
بلغة الكعبين كعب قريش وكعب
خزاعة قيل وكيف ذلك قال لان الدار
واحدة یعنی ان خزاعة كانوا جيران
قريش فسهلت عليهم اللغة بلفظ لیس اعجاز قرآن
میں کیونکر خلل آسکتا تھا اور یہ بات بھی جائز نہ تھی کہ ہر لغت سات طرح

پڑھا جاتا ہے بلکہ بعض الفاظ میں دوسری لغت مترادف کا بولنا
مباح کیا گیا تھا اور پھر بھی معنی مرادی میں تبدیل نہیں ہوتے تھے
چنانچہ اتقان میں ہے وقال ابو عبید لیس المراد ان کل
کلمۃ تقرأ علی سبع لغات بل اللغات السبع مفرقۃ فیہ قال ابن عبد البر
انما اراد بھذا ضرب المثل للحروف التی نزل القرآن
علیھا انھا معان متفق مفہومھا مختلف مسموعھا لا یکون
فی شیء منھا معنی وضدہ ولا وجہ یخالف معنی وجہ
خلافا ینفیہ ویضادہ کالرحمۃ التی ھی خلاف
العذاب وضدہ بلفظ تنبیہ حضرت عمرؓ کا قول کہ نزل القرآن بلغۃ مضر
منافی اوس حدیث کا نہیں ہے جسمین قول حضرت عثمانؓ کا موجود ہے
کہ قرآن لغت قریش پر نازل ہوا ہے جیسا کہ صحیح بخاری سے ہم لکھ چکے
کیونکہ قول فاروقؓ میں اشارہ ہے سبعۃ احرف کی طرف جسمین لغت
مضر بھی شامل ہے نفی ما عدا کی مراد نہیں ہے پس توافق دونوں حدیث
میں موجود ہے اور تعارض مرتفع ہے یہ بھی بشرط تسلیم صحت اوس
حدیث کی ہے جسمین قول حضرت عمرؓ کا مروی ہے ورنہ مقابلہ اوس حدیث کے
بخاری کی جسمین جمع ہونا قرآن کا بخلاف حضرت عثمانؓ کے مروی ہے اور لغت
قریش پر نازل ہونا مروی ہے قابل اعتبار نہیں ہے نہ اوس حدیث جسکی صحیح ہونے کی بخاری کی ہے
فائدہ لغت قریش سے یہ مراد ہے کہ جس لغت کو وہ لوگ اپنے
محاورہ میں بولتے تھے اوسی پر قرآن نازل ہوا ہے خواہ وہ اونہیں
قوم کا ہو خواہ قریب قریب مکے اقوام کی لغت ہون اور السنہ فصحا
عرب و جوار میں جاری تھی اور قریش نے اونکو اختیار کر لیا تھا اور عادت
بولنے کی ہو گئی تھی چنانچہ اتقان میں ہے ونقل ابو شامہ عن
بعض الشیوخ انہ قال انزل القرآن اولاً بلسان قریش و

ملہ ابو عبید نے کہا یہ مراد نہیں کہ ہر کلمہ سات طرز پڑھا جاے غرض یہ ہے کہ قرآن میں اختلاف تلفظ سے بھی معنی ومفہوم ایک ہی رہتے ہین اور ایک طرز معنی میں دوسرے کا مخالف و متضاد نہیں ہوتا ۱۲ منہ

[illegible]

من جاورهم من العرب الفصحاء ثم ابيح للعرب ان يقرؤوه بلغاتهم التي جرت عادتهم باستعمالها على اختلافهم في الالفاظ والاعراب ولم يكلف احدٌ منهم الانتقال عن لغة الى لغة اخرى للمشقة ولما كان فيهم من الحمية ولطلب تسهيل المراد وزاد غيره ان الاباحة المذكورة لهم تقع بالتشهي بان يغير كل احد الكلمة بمرادفها في لغته بل المرعي في ذلك السماع من النبي صلى الله عليه وسلم بلفظه

بیان اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نزول قرآن کا لغت قریش اور جیران قریش پر ہوا تھا اوسکے بعد اجازت دوسری لغات مین پڑھنے کی دی گئی تھی تاکہ دیگر اقوام کی عادت ترک کرانے مین دقت نہ پڑے اور وہ اباحت بھی منحصر تھی انھین لغات مین جو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے سنین نہ کہ اپنی اپنی خواہشون کی موافق تلاوت کرنے لگین اب تو وہ شبہہ بھی رفع ہوگیا جو بعض متکلمین عیسائی مذہب نے وارد کیا ہے کہ قرآن مین بعض لغت غیر قریش کی زبان کے بھی موجود ہین تو پھر یہ فرمانا خدا تعالے کا وَمَا اَرسلنا من رسول الا بلسان قومہ کیونکر صحیح ہوگا اس اعتراض کا جواب صاف ظاہر ہوا کہ جیران قریش کے بعض الفاظ جو قریش مین زبان زد ہوگئے تھے تو وہ گویا قریش ہی کی زبان ہوگئے تھے اور قرآن شریف اوسی محاورہ موجودہ پر نازل ہوا تھا جسکو قریش فصیح وبلیغ سمجھتے تھے اور یہ امر خلاف قیاس نہین ہے نہ عادت کے مخالف ہے اب بھی ہر ایک زبان مین دوسرے مقامون کے الفاظ

مل جل کر داخل لسان ہو جانے کا رواج موجود ہے اور چونکہ ایک ہی
لغت قریش کے محاورہ کا بعد نسخ سبعۃ احرف کے باقی ہے لہذا
بعینہ وہی سب الفاظ موجود ہین اب ہمکو مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ اسی جگہ وہ شبہہ بھی رفع کردین جو بعض مخالفین مذہب اسلام نے
لکھا ہے کہ یہ کیونکر قرین قیاس ہے کہ جبرئیل ایک لفظ کو سات سات بار
پڑھتے ہونگے ہم جواب دیتے ہین کہ ہر حرف سات حرف پر نہین
پڑھا جاتا تھا جیسا کہ اوپر ہمنے بیان کر دیا بلکہ جبرئیل ہر بار جب نازل
ہوتے تھے ایک ایک حرف یا دو دو حرف مین عرض کر دیتے تھے
یہانتک کہ سات حرف تک نوبت پہونچی چنانچہ اتقان مین ہے کہ
واجیب بانہ انما یلزم هذا لو اجتمعت الاحرف
السبعۃ فی لفظ واحد ونحن قلنا کان جبریل یاتی فی کل
عرضۃ بحرف الی ان تمت سبعۃ بلفظ ایک اور بھی شبہہ وارد ہوتا ہے کہ حدیث بخاری سے
نزاع ہونا حضرت عمر فاروق اور ہشام بن حکم مین دربارہ اختلاف قرات ثابت ہوتا ہے حالانکہ
وہ دونون صحابی قریشی تھے پھر اپنی لغت قریش مین کیونکر نزاع کرتے ہونگے جواب اسکا
یہ ہے کہ ہشام نے غیر لغت قریش پر اوس لغت کو پڑھا ہوگا
جسکی اباحت آگئی تھی لہذا فاروق کو سنکر تعجب ہوا اور اگر ایک ہی
لغت قریش مین پڑھتے تو جھگڑا کیون پڑتا ہشام سمجھے تھے کہ جس طرح
مین نے سنا ہے یون ہی پڑھنا درست ہے فاروق نے سمجھا کہ
مین نے اس لغت کو زبان سرور انس و جان سے تو سنا ہی نہین ہے
ہشام کیونکر پڑھتے ہین آخر رسول صلعم نے دونون کو سمجھا دیا کہ اسطرح
اجازت ہے اور ایسا ہی نازل ہوا ہے دونون کی قرات صحیح ہے
اس مقام سے وہ شبہہ بھی رفع ہو گیا جو بعض علماء نے سمجھا ہے
کہ سات لغت بھی خاص قریش کے تھے نہ دیگر اقوام مختلفہ کے

جواب سوال ثانی

اسیواسطے اتقان مین لکھا ہے فدل علی ان المراد
بالاحرف السبعۃ سبع اللغات سوال ثانی یہ ہے بعض روایات سے
پایا جاتا ہے کہ عبداللہ بن مسعود فاتحۃ الکتاب اور معوذتین کو داخل قرأت
نہین سمجھتے تھے اب یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ قرآن موجودہ پر اجماع کل
صحابہ کا نہین ہوا تھا یا یہ کہنا پڑے گا کہ ابن مسعود نے خرق اجماع کیا
وفیہ ما فیہ الجواب پہلے تو ہم صحت اوس روایت کی یقیناً نہین تسلیم
کرسکتے جس مین خلاف ابن مسعود کا مذکور ہے کیونکہ نقادان فن حدیث
کے نزدیک وہ حدیث موضوع و متکلم فیہ ہے اور انتساب اوس قول کا
طرف ابن مسعود کے منع کیا گیا ہے چنانچہ امام نووی شرح المہذب مین
فرماتے ہین اجمع المسلمون علی ان المعوذتین والفاتحۃ من القرآن
وان من جحد منها شیئا کفر وما نقل عن ابن مسعود باطل
لیس بصحیح وقال ابن حزم فی المحلی هذا کذب علی ابن مسعود
موضوع وانما صح عنه قرأة عاصم عن زر وفیها
المعوذتان والفاتحۃ بلفظہ اور طیبی نے شرح حدیث مین لکھا قولہ
لم یر مثلهن یعنی لم یکن آیات سورة کلهن تعویذ
للقاری غیر هاتین السورتین ولذلک
کان صلی اللہ علیه وسلم یتعوذ من عین الجان
وعین الانسان فلما نزلت المعوذتان اخذ بهما وترک
ما سواهما ولما سحر استشفی بهما وانما کان کذلک
لانهما من الجوامع فی هذا الباب وفی الحدیث
دلیل واضح علی کون المعوذتین من القرآن
ورد علی من نسب الی ابن مسعود خلافه الخ بلفظہ
الحاصل جب کہ محققین فن حدیث کو صحت روایت سے انکار ہے

تو نہ اعتراض ابن مسعود پر وارد ہوتا ہے نہ اجماع صحابہ مین خلل
آسکتا ہے اور تمام اشکال سے خلاص حاصل ہوتا ہے چنانچہ
امام فخرالدین رازی رح سے بھی اتقان مین نقل کیا ہے ۵۱ والاغلب
علی الظن ان نقل ھذا المذھب عن ابن مسعود نقل باطل
وبہ یحصل الخلاص عن ھذہ العقدۃ بلفظہ
اب ہم تنزل اختیار کرتے ہین اور تسلیم کرتے ہین کہ ابن مسعود نے
فاتحۃ الکتاب اور معوذتین کو داخل اپنی مصحف کے نہین کیا تھا
مگر اوس سے قرآنیت کا انکار لازم نہین آتا کیونکہ وہ یہ نہین کہتے تھے
کہ منزل من السماء اور وحی آسمانی نہین ہین بلکہ وہ یہ خیال کرتے تھے
کہ معوذتین محض واسطے تعوذ کے نازل ہوئی ہین اور فاتحۃ الکتاب
بھول جانے کی سورہ نہین ہے ہمیشہ پانچ وقت نماز مین پڑھی جاتی ہے
اور لکھہ لینا صرف واسطے حفظ کتاب آسمانی کے ہے تاکہ سہو و محو
نہو جاوے اور وہ سمجھتے تھے کہ قرآن مین ہمکو اوسیقدر داخل کرنا چاہیے
جسقدر خاص رسول صلعم نے ہمکو اجازت دی ہو لہذا اپنے پاس
جو مصحف جمع کر رکھا تھا اوسمین اونکو داخل نکرتے تھے یعنے قرآن
ہونے کی تو قائل تھے مگر کتابت فی المصحف سے انکار کرتے تھے
چنانچہ قاضی ابوبکر رح نے لکھا ہے لم یصح عنہ انھا لیست
بقران الی قولہ واسقطھا من مصحفہ
انکارًا لکتابتھا لا جحدًا لکونھا قرانًا لانہ
کانت السنۃ عندہ ان لا یکتب فی المصحف الا ما امر النبی
صلی اللہ علیہ وسلم باثباتہ فیہ ولم یجدہ کتب ذلک
ولا سمعہ امر بہ اور ابن قتیبہ سے منقول ہے واما اسقاطہ الفاتحۃ
من مصحفہ فلیس لظنہ انھا لیست من القرآن

۵۱ بظن غالب نقل روایت کا ابن مسعود سے منقول ہونا باطل ہے اور یوہین اس اعتراض سے خلاصی ہو سکتی ہے

۵۲ نہ داخل کرنا اونکا سورۂ فاتحہ کو اپنی مصحف مین بگمان عدم قرآنیت

[illegible]

معاذ اللہ و ذھب ان القرآن انما کتب وجمع بین اللوحین مخافۃ الشک والنسیان والزیادۃ والنقصان ورأی ان ذلک مامون فی سورۃ الحمد لقصرھا ووجوب تعلمہا علی کل احد بلفظہ

اب تو معلوم ہوگیا کہ سورۂ فاتحہ کو ابن مسعود نے اس خیال سے مصحف میں نہیں لکھا تھا کہ لکھہ لینا قرآن کا صرف واسطے حفاظت قرآن کے ہے تاکہ زیادہ نقصان ونسیان سے محفوظ رہے مگر چونکہ سورۂ فاتحہ چھوٹی سی ہے اور نماز مین پڑھنے کے واسطے سیکھنا اوسکا ہر مسلمان پر واجب ہے تو اوسمین وہ خطرہ نسیان وزیادہ ونقصان کا نہین ہے جو باقی مصحف مین ہے اسواسطے مصحف مین نہین لکھی تھی مگر اس رائے سے نہ تو انکار قرآنیت سے لازم آتا ہے نہ کوئی شبہہ پیدا ہوتا ہے ہر شخص کو اختیار تھا کہ جس سورۂ قرآنی کو چاہے یاد رکھے چاہے لکھہ رکھے تو مجموعۂ قرآنی ووحی آسمانی مین کیونکر خلل آسکتا ہے ابن مسعود کو ضرورت تحریر کی نہ معلوم ہوئی تو نہ سہی اوسمین کیا قصور ابن مسعود کا ہے اور کیا شبہہ کی جگہہ قرآن شریف مین ہے اور معوذتین کی بھی قرآنیت سے انکار ثابت نہوا اب چاہو اپنے پاس لکھہ رکھو چاہو زبانی حفظ کرلو چاہو اون سے تعوذ کرو چاہو تلاوت کا ثواب حاصل کرو قرآن شریف پر کوئی اعتراض وارد ہوتا ہے نہ ابن مسعود کی وہ رائے اجماع مین مخل ہے کیونکہ لا یکتب المعوذتین فی مصحفہ سے نفی کتابت کی کسی زمانہ مین پائی جاتی ہے نہ نفی اعتقاد قرآنیت کی قسطلانی بھی شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین ان ابن مسعود لم ینکر قرآنیتہما وانما

الا ان کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذن فی کتابتہ فیہ وکانہ لم یبلغہ الاذن فی ذلک فلیس فیہ جحد القرانیتہما بلفظہا قالہ عن ابی بکر الباقلانی فللہ درہ ما ادق نظرہ

اور دوسری روایت مین جو یہ لفظ ہے انہما لیستا من کتاب اللہ اگر یہ قول بھی ابن مسعود کا صحیح مان لیا جاے تب بھی مراد اوسکی یہی ہے کہ داخل قرآن سمجھکر نہ لکھتے تھے مصحف کو کتاب اللہ اور قرآن شریف بولنے کی عادت راویان اخبار کی تھی کسی نے تصریح لایکتب المعوذتین اپنے گمان پر بیان کیا ہے کسی نے اونکا گمان لکھہ دیا ہے غرض دونون کی واحد ہے اب ہم اس سے زیادہ تنزل اختیار کرتے ہین اور واسطے اطمینان خاطر معترضین کے تسلیم کرتے ہین کہ ہان ابن مسعود ایسا ہی سمجھے ہونگے کہ معوذتین وفاتحہ قرآن سے علیحدہ ہین اور داخل کتاب اللہ نکرتے تھے بلکہ اوسکو کتاب اللہ سے منفک کردیتے تھے پھر بھی کسی حدیث صحیح سے یہ نہین ثابت ہوتا کہ وہ اپنے اسی اعتقاد پر بعد جمع ہوتے قرآن شریف کے خلافت حضرت عثمانؓ مین بھی قائم رہے تھے قبل جمع ہونے قرآن شریف کے اپنی اپنی راے سے صحابہ کے پاس جو مختلف طور پر مصاحف لکھے ہوی تھی اور اونکا حال جواب سوال اول مین ہم لکھہ چکے اوسی اختلاف کے دفع کرنے کی واسطے ضرورت جمع ہونے قرآن کی پڑی تھی اور بعد جمع ہوجانے کے اوسی پر اتفاق صحابہ کا چلا آیا کسی نے کوئی دوسرا مصحف جاری نرکہا نہ اختلاف کے ساتہ کتاب اللہ کی تلاوت باقی رہی لامحالہ ابن مسعود بھی اوس اجماع سے خارج نہین ہین اور جب ابن مسعود نے اپنی راے سابق سے رجوع کیا اور خطاے اجتہادی اونکی بھی باقی نرہی تو ابن مسعود پر بھی طعن وارد نہین ہوسکتا قبل جمع ہونے

قرآن سے اونکی سمجھ مین کچھ ہی کیون نہ آیا ہو مگر بعد اوس کی سب صحابہ
کے ساتھ ایسے متفق ہوے کہ بعض قرا مابعد کا سلسلۂ اسناد اونہین تک
پہونچتا ہے جسمین فاتحہ او رمعوذتین داخل قرآن ہین چنانچہ محلی مین صاف
موجود ہے هذا كذب على ابن مسعود موضوع وانما
صح عنه قراءة عاصم عن زر عنه وفيها المعوذتان والفاتحة بلفظہ اور فتح الباری
شرح بخاری مین ہے ثم لعله رجع عن قوله ذلك الى
قول الجماعة وقد اجمع الصحابة عليهما واثبتوهما فی المصاحف
التی بعثوها الى سائر الآفاق اگر اسقدر پر بھی کسی کے دل سے اشتباہ
نہ جاتا رہے تو کتاب ہدیہ سے سلسلۂ اسناد عاصم کا ہم نقل کیے دیتے ہین
جو علاوہ سلسلہ زر کے بھی مروی ہے حیث قال والخامس
عاصم امام الكوفة روى عنه ابوبكر شعبة بن عباس وحفص
ابن ابی داود رويا عنه قراءة وسماعا وقرأ عاصم على ابى عبد الرحمن
عبد الله بن حبيب السلمی وزر بن حبيش واخذ ابو
عبد الرحمن عن عثمان بن عفان وعلی بن ابی طالب
وزيد بن ثابت وعبد الله بن مسعود رضی الله عنهم
واخذ هولاء القراء عن النبی صلى الله عليه وسلم بلفظہ
تنبیہ صحیح بخاری مین جو یہ حدیث وارد ہے قال انی عند عائشة
ام المومنين رضی الله عنها اذ جاءها عراقی فقال ای
الكفن خير قالت ويحك قال يا ام
المومنين اريني مصحفك قالت لم قال
لعلی اولف القرآن عليه فانه يقرأ غير مولف الحديث
اس حدیث سے نہ تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ عراقی کون تھا اور
کسوقت مین حاضر ہوا تھا بعد شائع ہونے ترتیب وجمع قرآن کے

خلافت ثالثہ مین ما قبل اوس سے اور بشرط البدیت بھی مجموعہ
شہرت جدیدہ کی ہو چکی تھی اور اختلافات آراء حلائق رفع ہوگئے تھے
ما قبل اوس سے ایا تھا اور بعد شہرت بھی جائز ہے کہ اوسکے پاس
جو قرآن پہلے سے تھا وہ موافق جمع و ترتیب عثمانی کے نہو اب اوس
ترتیب کے موافق صحیح کرنا چاہتا تھا کیونکہ ایک ایک ہی جلد چند
ملکون مین بھیجی گئی تھی بہت جلد ہر شخص کو اوسکے موافق تصحیح کا
اتفاق ہونا محال عادی تھا پس اس حدیث سے جو ابن حجر نے
یہ خیال کیا ہے کہ اوسکے پاس مصحف غیر مولف موافق ترتیب ابن مسعود
کے ہوگا اور ابن مسعود اپنی قرأت پر روز اپنے مصحف کے معدوم
پکڑنے پر قائم تھے محض تحکم ہے اور بمقابلہ احادیث صحیحہ و اقوال
کثیرہ محققین کے خلل انداز ہماری تقریر کا نہین ہے اور بالفرض یہ بات
بھی مان لیجاے کہ اوسکے پاس موافق ترتیب ابن مسعود کے تھا
تب بھی کچھ قباحت نہین ہے ہان اوسی قسم کی ترتیبین اور اختلافات
دفع کرنے کے واسطے جمع کرنا قرآن شریف کا ضرور ہوا تھا
اسی واسطے آہستہ آہستہ اپنے اپنے پاس سب نے موافق
ترتیب عثمانی کے نقل کر لیا پس جو واقعات عین زمانہ تصحیح مصاحف
کے ہون وہ منافی ہمارے مدعا کے نہین ہین اور بعض صحابہ نے
وقت پہونچنے قرآن کے ممالک بعیدہ مین قبل تنقیح اصل حال کے
اپنے پاس مصاحف قدیمہ رہنے دیے ہون اور دفعۃً واحدۃً
اونکو معدوم نکیا ہو خواہ اپنی قرأت پر قائم رہے ہون تو بھی
اوس سے مصحف عثمانی مین کچھ خلل نہین آسکتا ہے کیونکہ آخر کار
سب کا اتفاق اسی مصحف پر ہوتا چلا گیا اور تلاوت کرنا بعض
سورتون کا جو کہ موافق ترتیب عثمانی کے نہو کچھ قباحت نہین ہے

فاقرأوا ما تیسر من القرآن موجود ہے تو اپنی قرأت سے رجوع نکرنا خواہ اپنے پاس کے قرآن کو جو پہلے سے موجود تھا معدوم نکرنا دوسری بات ہے اور اتفاق کرلینا ترتیب عثمانی کی ساتھ امر آخر ہے دونوں مین تعارض نہین ہے اور چونکہ خود صاحب فتح الباری لکھ چکے ہین ثم لعلہ یرجع عن قولہ ذلک الی قول الجماعۃ الخ تو پھر اوسکے خلاف وہ کیونکر خیال اور جزم ویقین ابن مسعود کی مخالفت کا کرسکتے ہین لامحالہ قائم رہنا ابن مسعود کا اپنی قرأت پر اور معدوم نکرنا اپنے مصحف سابق کا منافی اوس قول فتح الباری کا نہوگا جو ابھی مذکور ہوا معہذا لک جائز ہے کہ بمجرد پہونچنے مصحف عثمانی کے ابن مسعود کا رجوع منقول نہوا ہوا اور ایک نئی بات ظہور مین آنے سے قبل تدبر و تعمق کے پہلا خیال ہی چند روز باقی رہا ہو آخرکار رجوع اپنی رائے سے کیا ہو پس کوئی تعارض کسی قول بے سند مین بھی باقی نہین رہتا ہے ورنہ ہم ہرگز بمقابلہ احادیث صحیحہ او تحقیق علماء دین اور اتفاق جمہور امت کے مجرد احتمال کسی عالم کا قابل یقین و ترجیح نہین سمجھتے ہین خصوصاً اس وجہ سے کہ جس حدیث عائشہ رضہ صدیقہ سے وہ شبہہ کیا جاتا ہے اوسمین ہرگز کوئی اشارہ مخالفت ابن مسعود کا نہین ہے نہ تو کوئی لفظ حدیث کا منطوقاً اشارہ کرتا ہے نہ کسی روایت کا فتح الباری مین حوالہ دیا ہے جس سے مخالفت ابن مسعود کی ثابت ہوسکتی ہے بمقابلہ متواتر کے مجرد احتمالات سے کام نہین چلتا ہے الیقین لایزول الا بمثلہ اور قطع نظر اسکے اپنی قرأت پر قائم رہنا اور اپنے مصحف کو معدوم نکرنا مستلزم اس امر کا نہین ہوسکتا کہ سورۂ فاتحہ و معوذتین کی قرآنیت سے انکار ہو یا اونکی کتابت نکرنے پر بھی اصرار رہا ہو نہایت مرتبہ یہ ثابت ہوگا کہ اونکی قرأت قائم رہی پس اختلافات

قراَت سے کیا بحث ہے کلام تو معوذتین اور فاتحۃ الکتاب مین ہے
کہ وہ ابن مسعود کے نزدیک وحی آسمانی تھین یا نہین اگر تھین تو اونکی
کتابت قرآن مین ضرور چاہیے تھی یا نہین جسکا جواب شافی ہم
دے چکے پس ابن حجر کے قول احتمالی و بلا سند تقریر سے بھی
ہمارے مدعا مین خلل نہین ہوسکتا ہے اب ہم وہ احادیث
نقل کرتے ہین جنسے ثابت ہوتا ہے کہ فاتحہ و معوذتین قرآن
شریف کی سورتین ہین صحیح بخاری مین ہے قلت[له] یا رسول اللہ انک قلت
لاعلمنک اعظم سورۃ من القران قال[سه] الحمد للہ رب العلمین ھی السبع المثانی
والقران العظیم الذی اوتیتہ قسطلانی اسکی شرح مین لکھتے ہین واسم القران یقع
علی البعض کما یقع علی الکل و یدل علیہ قولہ تعالی بما اوحینا
الیک ھذا القران یعنی سورۃ یوسف بلفظہ اب تو کچھ شک نرہا کہ سورۂ فاتحہ
قرآن شریف مین داخل اور اوسکا ایک جزو ہے اور
ابن مسعود جو اوسکو بھی مثل معوذتین کے علحدہ رکھتے ہونگے
اوسکی وجہ ایک تو وہی ہے جو ہم اوپر لکھ چکے کہ اوسمین احتمال
سہو و نسیان و زیادۃ و نقصان کا نہ تھا کیونکہ نماز مین پڑھنا
اوسکا ہر شخص پر واجب ہے دوسرے اوسکو بھی رقیہ سمجھتے تھے
تیسرے وہ معاملہ قبل جمع ہونے قرآن کا تھا اپنی اپنی
رائے و اجتہاد کے موافق بعض صحابہ نے قرآن جمع کر رکھا تھا
جو تھے اونکا یہ گمان تھا کہ جس سورہ کو بالخصوص لکھنے کا
حکم حضرت صلعم نے دیا ہے اوسیکو لکھونگا اب ہم
معوذتین کے متعلق احادیث بیان کرتے ہین صحیح مسلم
مین ہے قال[سه] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الم تر ایات انزلت ھذہ

له پوچھا مین نے رسول خدا صلعم سے کہ فرمایا تھا آپ نے سکھانے کو مجھے بڑی سورۂ قرآن کی فرمایا الحمد للہ رب العالمین یہی سات آیتین ہین قرآن عظیم کی کہ مجھے دی گئی ۱۲

سه جزو قرآن کو بھی قرآن بولتے ہین چنانچہ فرمایا اللہ نے وحی کی ہمنے تجھے یہ قرآن یعنی سورۂ یوسف ۱۲

سه فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ ہرگز نہ دیکھا مثل ان آیتون کے جو اس رات کو نازل ہوئین یعنی معوذتین حکم دیا رسول صلعم نے ہر نماز کے بعد معوذات پڑھنے کو اور صلعم نے نماز صبح مین ان دونون کو پڑھا ۱۲

اللیلۃ لم تر مثلھن قط قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ
برب الناس وعنہ ایضًا امرنی رسول اللہ صلعم ان اقرأ
المعوذات فی دبر کل صلوۃ رواہ ابوداود والترمذی وعند النسائی
عنہ ایضًا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأھما فی صلوۃ الصبح
اور قسطلانی لکھتے ہین قد تقید التواتر لطول ایرادھا بلفظہ

تنبیہ اس مقام پر ایک شبہہ وارد ہو سکتا ہے کہ قرآن شریف مین
سبع مثانی کے بعد حرف عطف کے ساتھ والقران العظیم ارشاد ہوا ہے
اور معطوف و معطوف علیہ مین مغایرت ہونی چاہیے پھر کیونکر سورۂ فاتحہ
جزو قرآن ہو سکتی ہے جواب اسکا یہ ہے کہ جائز ہے کہ ذکر اسکے دو صفتین
مراد ہوا اور ایک دوسرے پر معطوف ہو چنانچہ قسطلانی لکھتے ہین
قال التوربشتی ان قیل کیف صح عطف القران علی السبع المثانی
وعطف الشئ علی نفسہ مما لا یجوز قلنا لیس کذلک وانما ھو
من باب ذکر الشئ بوصفین احدھما معطوف علی الاخر والتقدیر
اتیناک ما یقال لہ السبع المثانی والقران العظیم ای الجامع لھذین
النعتین وقال الطیبی عطف القران علی السبع المثانی المراد منہ الفاتحۃ
وھو من باب عطف العام علی الخاص تنزیلا للتغایر فی الوصف منزلۃ
التغایر فی الذات والیہ اومی صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ الا اعلمک اعظم
سورۃ فی القران الخ دوسرا شبہہ یہ تھا کہ حدیث مین ھی السبع المثانی فرمایا ہے اور قرآن شریف مین
سبعًا من المثانی نازل ہوا کیا وجہ اختلاف کی ہے جواب اسکا بھی قسطلانی نے خوب دیا ہے
حیث قال اجیب بانہ لا اختلاف بین الصیغتین اذا جعلنا من للبیان
بلفظہ سوال تیسرا یہ ہے کہ قرات سبعہ کی کیا اصل حقیقت ہے اور
حصر اوسکا سات قراتون مین صحیح ہے یا نہین اور اونکے تواتر مین
کیا تحقیق ہوا ہے الجواب قرأت کا اختلاف ما عدا اسے

سبعہ احرف سے ہے بعض علما نے جو اوسی کو سبعہ احرف مین معدود
کیا ہے عند المحققین و جمہور علماے دین قابل قبول نہین ہے جیسا کہ
ہم بیان بھی کر چکے پس ایک ہی لغت مین اختلاف قرات کا ہے
اور وجہ اوس اختلاف کی صریح ظاہر ہے کہ ادا کرنا الفاظ وحی کا ساتھ
مخارج حروف اور کیفیت مد و ادغام و وقف و امالہ و اظہار و اختفا
و سکتہ وغیرہ ضروریات کی ایکہی لہجہ اور آواز اور محاورہ پر تمام قومون
سے محال تھا جیسا کہ ہر ایک زبان مین آج تک اختلاف موجود ہے
کہ تلفظ مین کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے اور اونہین اختلافات
اہل لسان سے قواعد صرف و نحو کے اخذ کیے گئے ہین کوئی ذی علم
تجربہ کار ذرا بھی اس باب مین تردد نکریگا کہ الفاظ کا ادا کرنا مختلف
لب و لہجہ کے ساتھ لابدی و امر عادی ہے پس صحابہ کرام بھی اوسطرح
رسول صلعم کے سامنے تلاوت کرتے تھے اور نماز مین قرات
قرآن کی اوسی عنوان تکلم کے ساتھ ہوا کرتی تھی اور جب شارع
علیہ الصلوۃ والسلام نے اونکو اس امر مین مجاز رکھا تھا اور تکلیف
ما لا یطاق مین گرفتار کرانا اور تسہیل کی جگہ دقت مین ڈالنا امت کا
نبی الرحمۃ صلعم کو منظور نتھا تو وہ اختلافات ابتداے زمانہ نزول
وحی سے آج تک صحیح و جائز چلا آیا اور چونکہ ہر وقت مین ہزارون
بلکہ لاکھون قاری قرآن شریف کے ہوتے رہے ہے تو جسطرح
تمام الفاظ قرآن کے متواتر ہین قرات بھی متواتر رہین اور
بڑے بڑے شہرون مین بعض محققین کو امام اس فن خاص
کے تنقیہ کا قرار دیا گیا تا کہ قرائت متواترہ و شاذہ و احاد مین
مجمع علیہ قول پر عمل رہے اور غلط ملط نہونے پاوے چنانچہ
نافع امام اہل مدینہ کے و عبد اللہ بن کثیر امام اہل مکہ و ابو عمرو بن العلا امام البصری

امام اہل بصرہ و عبد اللہ بن عامر امام اہل دمشق و عاصم امام اہل کوفہ
و حمزہ امام اہل کوفہ بعد عاصم کے و علی بن حمزۃ الکسائی امام اہل
کوفہ کے بعد حمزہ کے مشہور معروف ہوئے ان بزرگوارون نے تحقیق
قرات مین کمال حاصل کیا تھا اور اونکا اسناد طرق معدودہ کے ساتھ
صحابہ کرام و رسول انام صلے اللہ علیہ وسلم تک پہونچتا تھا اور اون سے
اسناد متاخرین کا سلسلہ جاری تھا یہ طریقہ واسطے مزید احتیاط
اور قائم رکھنے علم قرائت وصحت اسناد کے جاری ہوا تھا ورنہ
وہ بزرگان دین موجد قرائت کے نہین ہین نہ اونہین سات پر
حصر صحیح ہے بلکہ علاوہ اونکے بھی ابی جعفر و شعبہ و اعمش وغیرہ
امام اس فن کے سمجھے گئے ہین اور ائمۂ موصوفین سے ایسا
فیض جاری ہوا کہ قواعد منضبط ہو کر تدوین مین آگئے اور ذریعہ
تحقیق اقسام قرات کا بھی ہاتھ آیا الحاصل یہ اختلافات قرات کئی قسم
کے ہین ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ یاد رکھنا ضروری ہے اول صرف
اختلاف تفخیم و ترقیق مخارج حروف کا ہے دوم تخفیف و تشدید و حذف
ہمزہ و وقف و ادغام و امالہ و مد و سکتہ و رسم خط وغیرہ کا ہے سوم بعض
الفاظ کو ابواب ثلاثی و رباعی مجرد مین ہی پڑھتے ہین اور اونہین
الفاظ کو ثلاثی مزید و رباعی مزید مین یا دوسرے باب مین بھی بولتے ہین
یا واحد کے صیغہ کو تھوڑی سی مد بڑھانے سے جمع پڑھتے ہین مثل
رفرف و رفارف و عبقری و عباقری چہارم کبھی کبھی بعض الفاظ کے
تلفظ مین اختلاف معنی بھی ہو جاتا ہے اور حرکات بھی بدل جاتی ہین
پنجم کوئی کلمہ زائد بھی بعض روایات مین پایا جاتا ہے قسم اول و دوم و سوم
مین صرف لب و لہجہ کی اختلاف سے اختلاف قرات ہوتا ہے اور
کوئی تغیر و تبدیل معنوی اس قسم کی نہین ہو جاتی کہ بحث کی ضرورت ہو

قسم چہارم مین کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر اختلاف معنی سے تفسیر معنی واحد کی نکل سکتی ہے تو اوسکو غایت مرتبہ فصاحت وبلاغت مین سمجھنا چاہیے نہ کہ اوسمین شک و تردد کرنا اور اگر تعدد حکم کا بھی ہوجاوے تو اوسکو بمنزلہ آیت علحدہ کے سمجھنا چاہیے اور یہ بھی کمال فصاحت وبلاغت ہے کہ ایسا کلمہ نازل ہوا کہ جب اوسکو تھوڑی حرکت بدلنے کے ساتھ تلاوت کیا جاوے تو ایک دوسرا حکم احکم الحاکمین کا بھی معلوم ہوجاوے اور اگر اختلاف اس قسم کا ہو کہ دونون لفظ کے معنی مین تضاد پایا جاوے تو اس قسم کا اختلاف تمام قرآن مین میری نظر سے نہین گذرا نہ کسی قرات متواترہ مین ثابت ہوا اب جملہ صورتین اختلاف کی بیان کرکے ہم ایک امر ضروری کی طرف تنبیہ کرتے ہین کہ سوائے اوس قسم کے جو صحت تلفظ وقواعد صرف ونحو وعلم لغت ومعانی بیان کی طریقہ پر مبنی ہین باقی اختلافات قرائت اس قسم کے جنمین اختلافات احکام ومعانی پائے جاتے ہون ہرگز مقبول نکیے جاوینگے جب تک احادیث صحیحہ خواہ اجماع امت وتواتر سے ثبوت اوسکا نہو گا کیونکہ قرآن ثابت نہین ہوتا اخبار احاد سے پس بمقابلہ قرات متواترہ کے جو قرات شاذہ ثابت کیجاویگی وہ کبھی معتبر نہوگی اور اوسکا پڑھنا نماز مین جائز نہوگا اور اس امر مین کمال احتیاط کرنی ہوگی بعض اشخاص فی زماننا جو یہ سمجھ رہے ہین کہ اختلافات قرائت سبعہ کا نام لیکر قرات شاذہ کو بھی قرآن بیان کرنے سے ہماری ذی علمی ثابت ہوگی اون سے خبردار رہنا چاہیے اب رہ گئی قسم پنجم جس مین کوئی کلمہ زائد پڑھا جاوے میری تحقیق مین تمام قرآن شریف موجود کی سوا کوئی کلمہ زائد تواتر یا احادیث مفید یقین یا اجماع امت سے

ثابت نہین ہے ہان بعض قرأت شاذہ بیان کیے جاتے ہین
جو نہ قرآن مین نہ حدیث پھر اونکا ذکر بھی بیفائدہ ہے الغرض
صرف قرائت متواترہ معتبر ہے خواہ ساتون ائمۂ قرائت سے
مروی ہو خواہ اون کے سوا اور اامون سے منقول ہو **سوال**
بعض مسائل شرعیہ ایسے بھی منقول ہین جو اخبار احاد سے اختلاف
قرأت مقبول رکھکر مان لیے گئے ہین **جواب** ہرگز قرآن کا لفظ
ہونا کسی اخبار احاد سے یقین نہین کیا گیا ہان کبھی ایسا اتفاق
ہوا ہے کہ کوئی حدیث منجملہ اخبار احاد پائی گئی ہے اور اوسکے
علاوہ بھی ائمۂ اربعہ کے نزدیک فعل صحابہ و اتفاق محققین تابعین
بھی دیکھہ لیا گیا ہے اور اشارۃ النص بھی اپنے استنباط کا
سمجھ لیا ہے تب حکم اور فتوے دیا ہے بعض غیر محققین نے
غلطی سے سمجھ لیا ہے کہ شاید امام اعظم نے اخبار احاد سے
قرانیت کسی لفظ کی یقین کی ہے خواہ اسکا اختلاف
قرات مانا ہے حالانکہ ہرگز یہ وہم و گمان صحیح نہین ہے اور محض
بے اصل ہے ہمارے اصول کا مسئلہ یہی ہے ان التواتر
شرط فی ثبوت ماھو من القران اب تو اصل حقیقت اختلافات قرائت کی
اجمالاً بیان کر دی گئی اور اہل علم خوب سمجھ لین گے میری تقریر
خلاصہ ہے ۔ فاتر طویلہ فن قرأت و اقوال محققین کا اور بعد توافق
و رفع تعارض اقوال و روایات مختلفہ کے غالباً قول فیصل یہی نکلیگا
جو مین نے عرض کیا ہے تمام اختلافات علماء دین کا نقل کرنا
محض تضیع اوقات سمجھ کر اپنے تحریر کے چند مؤیدات پیش کرتا ہون
اتقان مین ہے قال الزرکشی فی البرھان القران والقراۃ
حقیقتان متغایرتان فالقران ھو الوحی المنزل علی محمد

اصلی اللہ علیہ وسلم للبیان والاعجاز والقراۃ اختلاف
الفاظ الوحی المذکور فی الحروف او کیفیتہا من
تخفیف وتشدید وغیرہما اور اتقان میں ہے
والاصل فی المد ما اخرجہ سعید بن
منصور فی سننہ حدثنا شہاب بن خراش
حدثنا مسعود بن یزید الکندی قال کان
ابن مسعود یقرئ رجلا فقرأ رجل انما الصدقات
للفقراء والمساکین مرسلة فقال ابن مسعود
ما ھکذا اقرأنیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فقال کیف اقرأھا یا ابا عبد الرحمن قال
اقرأنیہا انما الصدقات للفقراء والمساکین
فمدوھا ھذا حدیث جلیل حجة ونص
فی الباب رجال اسنادہ ثقات اخرجہ
الطبرانی فی الکبیر بلفظہ ایں حدیث صحیح الاسناد ہے

معلوم ہوا کہ قراءت کی تعلیم بھی حضرت ختم رسالت صلعم سے صحابہ کرام نے حاصل کی تھی اور صحابہ سے تابعین میں پہونچی اور حدیث مرفوع حذیفہ سے بھی پایا جاتا ہے کہ صحابہ کرام الحان و اصوات کی بھی تعلیم فرماتے تھے

قال الدانی الفتح والامالة لغتان مشہورتان
علی السنة الفصحاء من العرب الذین
نزل القران بلغتہم فالفتح لغة اہل الحجاز
والامالة لغة عامة اہل نجد من تمیم
واسد وقیس قال والاصل فیہا حذیفة
رفعہا اقرءوا القران بلحون العرب
واصواتہا وایاکم واصوات اہل الفسق واہل الکتابین بلفظہ

اور ابن الجزری نے کتاب النشر میں فرمایا ہے وفی کلامهم علی دلیل
علی وجوب ذلک وفی کلام ابن عمرؓ برهان
علی ان تعلمه اجماع من الصحابة و
صح بل تواتر عندنا تعلمه والاعتناء به
من السلف الصالح کابی جعفر یزید بن
القعقاع احد اعیان التابعین وصاحبه
وصاحبه الامام نافع وابی عمرو ویعقوب وعاصم
وغیرهم من الائمة وکلامهم فی ذلک
معروف ونصوصهم علیه مشهورة فی
الکتاب الخ بلفظه وقال ابو جعفر النحاس فی تصنیفه
حدثنا محمد بن الانباری ثنا هلال بن
العلاء ثنا ابی وعبد الله بن جعفر قالا ثنا
عبید الله بن عمرو الرقی عن زید بن ابی انیسه
عن القاسم عوف البکری قال سمعت عبد الله
ابن عمرؓ یقول لقد عشنا برهة من دهرنا وان
احدنا لیؤتی الایمان قبل القران وتنزل
السورة علی محمد صلی الله علیه وسلم
فنتعلم حلالها وحرامها وما ینبغی ان یوقف عنده
منها کما تعلمون انتم الیوم القران ولقد رأینا الیوم
رجالا یؤتی احدهم القران قبل الایمان فیقرأ ما بین فاتحته
الی خاتمته ما یدری ما امره ولا زاجره ولا ما ینبغی ان یوقف عنده
منه قال النحاس فهذا الحدیث یدل علی انهم کانوا یتعلمون
الاوقاف کما یتعلمون القران وقول ابن عمرو

تقدعشنا برهة من دهرنا يدل على ان ذالك
اجماع من الصحابة واخرج هذا الاثر البيهقى فى
سننه وعن علىؓ فى قوله تعو ورتل القران ترتيلا
قال الترتيل تجويد الحروف ومعرفة الوقوف كذا فى مجمع
الاتقان وايضا فيه وقال مكى من ظن ان قرأة هؤلاء القراء كنافع
وعاصم هى الاحرف السبعة التى فى الحديث فقد غلط
غلطا عظيما قال ويلزم من هذا ان ماخرج عن قرأة
هؤلاء السبعة مما ثبت من الائمة غيرهم واوفق خط
المصحف ان لايكون قرانا وهذا غلط عظيم
قال الذين صنفوا القرأة من الائمة
المتقدمين كابى عبيد القاسم بن سلام
وابى حاتم السجستانى وابى جعفر الطبرى واسمعيل
القاضى وقد ذكروا اضعاف هؤلاء وكان
الناس على راس المائتين بالبصرة على قراة
ابى عمرو ويعقوب وبالكوفة على قراة حمزة وعاصم
وبالشام على قراة ابن عامر وبمكة على
قراة ابن كثير وبالمدينة على قراة نافع واستمروا على
ذلك فلما كان على راس الثلاثمائة ثبت
ابن مجاهد اسم الكسائى وحذف
يعقوب قال والسبب فى الاقتصار على
السبعة مع ان فى ائمة القراء من هو اجل
منهم قدرا ومثلهم اكثر من عددهم
ان الرواة عن الائمة كانوا كثيرا جدا

ف ل
مکی کا قول ہے
کہ جو گمان کرتا ہے کہ ساتوں قاریوں
کی قرات حدیث میں وہی نافع
و عاصم وغیرہ کی قرات ہیں تو بڑی
اس کے علاوہ ان ساتوں کی قرات کے
اماموں سے ثابت ہوا اور موافق
خط مصحف کے ہے قرآن نہیں ہو جاتا
حالانکہ یہ بڑی غلطی ہے پہلے ائمہ
قرات نے ان سے زیادہ ذکر کیا ہے
چنانچہ بصرہ میں ابو عمرو و یعقوب
اور کوفہ میں حمزہ و عاصم اور شام میں
ابن عامر اور مکہ میں ابن کثیر اور
مدینہ میں نافع کی قرات کو تا
دو سو آدمی سے زیادہ پڑھا کرتے تھے
ہر چند علاوہ ان کے ائمہ قرات بڑے
بڑے اور بہت ہیں لیکن بغرض
آسانی حفظ و ضبط کے ہر شہر میں
ایک ایک امام جو فن قرات میں مشہور
اور لوگوں کو تعلیم کرتے تھے منتخب کر لیے گئے
تاہم بعد ان کی قرات متروک
نہیں ہوئی ۱۲ * * *

فلما تقاصرت الهمم اقتصروا مما توافق خط
المصحف على ما يسهل حفظه وتنضبط القراة به
فنظروا الى من اشتهر بالثقة والامامة وطول
العمر فى ملازمة القراة والاتفاق على الاخذ عنه
فافردوا من كل مصر اماما واحدا ولم يتركوا مع
ذلك نقل ما كان عليه الائمة غير هؤلاء
من القراءة ولا القراءة به كقراءة يعقوب
وابى جعفر وشيبة وغيرهم وفى منع
الموانع انما قلنا فى جمع الجوامع والسبع متواترة
ثم قلنا فى الشاذ والصحيح انه ماوراء العشرة ولم
نقل والعشرة متواترة لان السبع لم يختلف فى
تواترها فذكرنا اولا موضع الاجماع ثم عطفنا عليه
موضع الخلاف الخ ايضا فى الاتقان وقال فى جواب
سوال ساله ابن الجزرى القراة السبع التى
اقتصر عليها الشاطبى والثلاث التى هى
قراة ابى جعفر ويعقوب وخلف متواترة
معلومة من الدين بالضرورة
وكل حرف انفرد به واحد من العشرة
معلوم من الدين بالضرورة انه منزل على
رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يكابر فى شئ من ذلك
الا جاهل ايضا فيه وقال ابو شامه شاع على السنة
جماعة من المقرئين المتاخرين وغيرهم
من المقلدين ان السبع كلها متواترة اى كل

فرد فرد مما روی عنهم قالوا والقطع بانها
منزلة من عند الله واجب ونحن بهذا
نقول الحصر فيه المشتهرون باقراء القران
من الصحابة سبعة عثمان وعلی وابی
وزید بن ثابت وابن مسعود وابو الدرداء وابو
موسی الاشعری کذا ذکرهم الذهبی فی
طبقات القراء قال وقد قرء علی ابی جماعة
من الصحابة منهم ابو هریرة وابن عباس
وعبد الله بن السائب رضی الله عنهم
واخذ ابن عباس عن زید ایضا واخذ
منهم خلق من التابعین فممن کان
بالمدینة ابن المسیب وعروة وسالم وعمر بن
عبد العزیز وسلیمان وعطاء ابنا یسار ومعاذ بن
حارث المعروف بمعاذ القاری وعبد الرحمن
ابن هرمز الاعرج وابن شهاب الزهری
ومسلم بن جندب وزید بن اسلم وبمکة عبید وعطا
ابی رباح وطاوس ومجاهد وعکرمة وابن ابی ملیکة
وبالکوفة علقمة والاسود ومسروق
وعبیدة وعمرو بن شرحبیل والحارث بن قیس
والربیع بن خیثم وعمرو بن میمون وابو عبد الرحمن
السلمی وزید بن حبیش وعبید بن فضیلة وسعید بن
جبیر والنخعی والشعبی وبالبصرة ابو العالیة وابو رجاء
ونصر بن عاصم ویحیی بن یعمر والحسن وابن سیرین وقتادة

وبالشام مغیرة بن ابی شہاب المخزومی صاحب
عثمان وخلیفة بن سعد صاحب ابی الدرداء
ثم تجرد قوم واعتنوا بضبط القراءة اتم عنایة
حتی صاروا ائمة یقتدی بہم ویرحل الیہم
فکان بالمدینة ابوجعفر بن القعقاع
ثم شیبة بن نصاح ثم نافع بن ابی نعیم و
بمکة عبداللہ بن کثیر و حمید بن قیس
الاعرج ومحمد بن محیصن وبالکوفة یحیی بن
ثابت وعاصم بن ابی النجود وسلیمان الاعمش ثم
حمزة ثم الکسائی وبالبصرة عبداللہ بن ابی
اسحاق وعیسی بن عمر وابو عمرو بن العلاء
وعاصم الجحدری ثم یعقوب الحضرمی
وبالشام عبداللہ بن عامر وعطیة بن قیس
الکلابی و اسماعیل بن عبداللہ بن
المہاجر ثم یحیی بن الحارث الذماری ثم شریح
بن یزید الحضرمی و اشتہر من ہولاء
فی الآفاق الائمة السبعة نافع واخذ عن سبعین من
التابعین منہم ابوجعفر وابن کثیر واخذ من عبداللہ
بن السائب الصحابی وابو عمرو واخذ عن التابعین
وابن عامر واخذ عن ابی الدرداء واصحاب عثمان
وعاصم واخذ عن التابعین وحمزة واخذ عن عاصم والاعمش
والسبیعی ومنصور بن المعتمر وغیرہم والکسائی واخذ عن
حمزة وابی بکر بن عیاش ثم انتشرت القراء فی الاقطار

وتفرقوا مما بعد امم واشتهر من رواه كل طريق من طريق السبعة راويان فعن نافع قالون وورش عنه وعن ابن كثير قنبل والبزى عن اصحابه عنه وعن ابى عمرو والدورى والسوسى عن اليزيدى عنه وعن ابن عامر هشام وذكوان عن اصحابه عنه وعن عاصم ابوبكر بن عياش وحفص عنه وعن حمزة خلف وخلاد عن سليم عنه والكسائى والدورى وابو الحارث الخ بلفظه وقال الكواشى كلما صح سنده واستقام وجهه فى العربية ووافق خط المصحف الامام فهو من السبعة المنصوصة ومتى فقد شرط من الثلاثة فهو الشاذ وقد اشتد انكار ائمة هذا الشان على من ظن انحصار القرءة المشهورة فى مثل ما فى التيسير والشاطبية واخر من صرح بذلك الشيخ تقى الدين السبكى فقال فى شرح المنهاج قال الاصحاب تجوز القرأة فى الصلوة وغيرها بالقرأة السبع ولا تجوز بالشاذ وظاهر هذا يوهم ان غير السبع المشهورة من الشواذ فقد نقل البغوى الاتفاق على القرأة بقراة يعقوب وابى جعفر مع السبع المشهورة وهذا القول هو الصواب قال واعلم ان الخارج عن السبع المشهورة على قسمين منه ما يخالف رسم المصحف فهذا لا شك فى انه لا تجوز قرأته لا

فی الصلوة ولا غیرها ومنه ما لا یخالف رسم
المصحف ولم تشتهر القراة به وانما ورد من
طریق غریب لا یعول علیها وهذا یظهر المنع من
القراة به ایضا ومنه ما اشتهر عند ائمة هذا
الشان القراة به قدیما فهذا الاوجه للمنع منه الخ
الحاصل قرأت متواترہ نماز وغیرہ نماز مین معتبر ہے نہ شاذہ اور
متواتر کی تعریف ہم بیان کر چکے اور قرأت شاذ کا حکم مثل خبر احاد کے ہے
اتقان مین ہے اختلف فی العمل بالقراءة الشاذة فنقل امام
الحرمین فی البرهان عن ظاهر مذهب الشافعی انه
لا یجوز وتبعه ابو نصر القشیری وجزم به ابن
الحاجب لانه نقله علی انه قرآن ولم یثبت
وذکر القاضیان ابو الطیب والحسین
والرویانی والرافعی العمل بها تنزیلا لها
منزلة خبر الاحاد وصححه ابن السبکی فی جمع
الجوامع وشرح المختصر وقد احتج الاصحاب علی قطع
یمین السارق بقراءة ابن مسعود وعلیه
ابو حنیفة رح ایضا واحتج علی وجوب
التتابع فی صوم کفارة الیمین بقراءته
متتابعات ولم یحتج بها اصحابنا لثبوت نسخها
کما سیاتی انتهی بلفظه اقول المتواتر
هو السبعة ای القرات السبع المنسوبة
الی الائمة السبع نافع وابن کثیر وابی عمرو وابن
عامر وعاصم وحمزة والکسائی والرواة والحفاظ

اشتہر والحفظ القران من الصحابۃ عثمانؓ
وعلی وابی وزید بن ثابت وعبد اللہ بن
مسعود وابو الدرداء ومعاذ بن جبل وانس
الانصاری ثم ابو ہریرۃ وعبد اللہ بن عباس
وعبد اللہ بن السائب رضی اللہ عنہم اجمعین
واشتہر من التابعین یزید بن القعقاع و
عبد الرحمن الاعرج ومجاہد بن جبیر و
سعید بن جبیر وعکرمۃ وعطاء بن یسار وابن
ابی رباح والحسن البصری وعلقمۃ بن قیس والاسود
وزر بن جیش وعبیدۃ السلمانی ومسروق
والیہم ترجع السبعۃ فان نافعا اخذ عن ابی
جعفر وابن کثیر اخذ عن عبد اللہ بن السائب
واباعمرو اخذ عن ابی جعفر ومجاہد وابن
عامر اخذ عن ابی الدرداء وعاصما اخذ عن
زر وحمزۃ اخذ عن عاصم والکسائی
اخذ عن حمزۃ ہذہ خلاصۃ ما فی اتمام الدرایۃ
لقراء النقایۃ للشیخ العلامۃ السیوطی وغایۃ
البسط والتفصیل فی التحبیر للشیخ المذکور المرحوم
وفی مسلم الثبوت وشرحہ القراءۃ
السبع المنسوبۃ الی الائمۃ السبع نافع وابن
کثیر وابی عمرو وابن عامر وابن
عامر وحمزۃ والکسائی متواترۃ ونسبتہا
الیہم انما ہی لاختصاصہم بالتصدی وافناء

العمر فی الانتساب بها الا انهم هم النقلة فقط فتدبر فانه
خفی واضح انتهی محصله وهکذا فی الاتحاف
والنشر للعلامة الجزری القاری وذکر فی
الکشف الکبیر فی اصول الفقه الحنفی ان
القراة السبع کلها متواترة عند الکل کذا فی العقود
العشر للعلامة احمد بن یحیی بن محمد بن سعد الدین
التفتازانی وهکذا فی التوضیح والتلویح و التفسیر
النیشاپوری ومعالم التنزیل والبیضاوی وغیره من
کتب التفسیر والحدیث والفقه کما لا یخفی
علی المهرة اولی الابصار والالباب والله اعلم بالصواب
اور مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے **قوله انزل القران**
علی سبعة احرف وقد جاء فی روایة نزل القران علی
سبعة احرف کلها شاف وکاف قیل المراد
سبعة احرف سبع لغات للعرب مشهود لها
بالفصاحة فان حرف الشیء طرفه ولهذا سمیت
حروف التهجی لانها اطراف الکلم وهذه سبعة
اطراف اللغات وهی لغة قریش و طی
وهوازن واهل الیمن و ثقیف وهذیل
و بنی تمیم فان القران نزل اولا بلغة قریش
ولما شق علی کل العرب القراة بلغتهم رخص
فی ذلک وکان ذلک سوال منه صلعم ربه عزوجل
کما ورد فی حدیث ابی بن کعب وقرره التوربشتی
فی شرحه وکانوا یقرؤنه علی اللغات المختلفة المذکورة

لما ينتهي كل احد الى امارة عثمان رض فلما كتب
المصاحف وارسل النسخ الى بلاد الاسلام جمع
الناس على لغة قريش بعد ما جمعه زيد بن
ثابت بامر ابي بكر واستصواب عمر رض بمجموع اللغات
وامر عثمان بمحو ما عداه رفعا للخلاف الذى
وقع فى الناس بانكار بعضهم قراءة بعض ويكفر
كل من الفريقين اخر ولم يبق من الحروف المختلفة
فيها على نهج التواتر الا شئ يسير وبقى المختلف
فيه من الادغام والامالة والتوقف وغير ذلك
من القسم المشترك الذى اشتهر عند القراء
السبع لاتصال سنده على اصله متواتره
وما عدا ذلك فانه متروك لا يقرء به ولا يحتج
لفقد الضرورة التى دعت اليه فى اول الوهلة
ثم لسقوط الرواية عنه وانعدام التواتر فيه
وهذه العلة هى التى يعتمد عليها ما فى ترك القراءة
التى تخالف نظم المصحف المجمع عليه وهذا القول
هو المعتمد عليه الذى عليه اكثر الشارحين
وقيل المراد به قراءة السبع فانها كلها متواترة ثبت
انزالها وقرائتها يترتب على كل واحدة منها احكام
التلاوة من جواز الصلوة بها وحرمة مس الجنب
والمحدث اياها وقد ثبت قراءة يعقوب فصارت
ثمانية وقد يدعى العشر انها متواترة والقول
المختار الذى عليه الجمهور هو الاول انتهى بلفظه

الحاصل جو مجموعۂ مرتبۂ قرآن شریف ہے اور ہم لوگ اوسکی تلاوت کرتے ہین یہی متواتر اور بلا تحریف و تبدیل ہے اور اخیر مرتبہ جو جبرئیلؑ نے آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر عرض کیا تھا وہ ہی باقی ہے اوسیکو خلافت راشدہ مین جمع کیا گیا تھا اور اوسیکو قائم رکھنے کے واسطے حضرت عثمانؓ نے باجماع صحابہ کرامؓ سعی بلیغ فرمائی تاکہ ماعدا اوسکے جو الفاظ بعض اشخاص نے لغات منسوخہ کے لکھہ رکھے تھے اور وہ باعث اختلاف فی القرآن کے آیندہ زمانہ مین ہوجاتے محو کیے گئے نفس قرآن مین نہ کمی ہوئی ہے نہ زیادتی اور رسم کتابت مین بھی قریش کا طریقہ اختیار کیا گیا تھا اور وہ ہی صحابہ مہتمم مقرر ہوئے تھے خود بھی حافظ قرآن تھے اور عرضہ اخیرہ جبرئیل مین بھی حاضر تھے اور رسول صلعم سے بلا واسطہ سیکھے تھے اور زمانہ خلافت شیخین مین بھی موجود تھے اور کاتب وحی بھی تھے اور جب شبہہ کسی بات مین ہوتا تھا تو تحقیق کرکے بخوبی رفع کر لیا جاتا تھا لامحالہ قرآن شریف مین کسیطرح کا شک نہین ہے نہ کوئی اعتراض وارد ہے **چوتھا سوال** آیات منسوخ التلاوت کی بابت مین جو روایات وارد ہین قرآنیت بعض آیات کی جو روایات مذکورہ مین منقول ہین قابل تسلیم ہے یا نہین اور اعتماد روایات موصوفہ پر ہونا چاہیے یا قطعاً موضوع اور ناقابل اعتماد ہین

الجواب قرآنیت کسی آیت کی اخبار احاد سے ثابت نہین ہوسکتی کیونکہ واسطے تسلیم قرآن کے تواتر شرط ہے ہان علی قدر مشترک روایات متعددہ سے اسیقدر علم ضروری حاصل ہوتا ہے کہ بعض آیات کی تلاوت منسوخ ہوگئی

مگر تعین اس امر کا کہ فلان آیت قرآن کی یقیناً تھی اون
روایات سے نہین ہوسکتا البتہ جسطرح استخراج احکام
شرعیہ دلیل ظنی سے جائز ہے باعتبار صحت بعض احادیث
صحیح کے حکم شرعی کا استنباط ہوسکتا ہے مگر اعتقاد قرآنیت
بغیر تواتر و علم قطعی کے متعذر ہے لہذا ہم یہ اعتقاد رکھتے ہین
کہ کوئی آیت جو منسوخ التلاوت روایات غیر متواترہ مین مذکور
ہے قرآن کا حکم اوسپر نہین ہوسکتا محض حدیث کے درجہ
مین وہ روایت رہ جائیگی اور جیسا قاعدہ تنقید احادیث
صحیحہ و سقیمہ کا ہے اون روایات مین بھی جاری رکھا جائیگا
اور جب کوئی حدیث صحیح مان لیجائیگی تو مفید علم ضروری ہوگی
علم قطعی و تواتر مجرد روایت کے دیکھنے سے نہین حاصل ہوگا
تفاسیر مین اکثر آیات کی ذیل مین جو اختلافات قرائت لکھی گئی ہین
اونمین بھی متواتر اور شاذ دونون قسم کے ہین پس جب کسی
آیت منسوخ التلاوۃ یا کسی قرائت کی تحقیق منظور ہو تو وہی
قاعدہ کلیہ مرعی ہوگا کہ قرآنیت بغیر ثبوت تواتر کے تسلیم
نہ کیجائیگی روایت صحیحہ بمنزلہ حدیث کے رہیگی جس سے بعد
توافق و تعارض روایات کے علم ظنی و ضروری حاصل ہوگا
اور اوسکے واسطے استنباط احکام شرعیہ کے کام آئے گی اور
قرائت مین بھی وہی قرائت نماز مین پڑھنی جائز ہوگی جسکا
تواتر ثابت ہو نہ شاذہ و متکلم فیہا لہذا فن قرائت کیطرف
رجوع کرنا علماء کا ضروری ہے مجرد دیکھ لینا کسی تفسیر مین کافی
نہین ہے کیونکہ مفسرین کے اقوال اکثر جامع روایات کے
ہوا کرتے ہین تنقید روایات کی کمتر کیجاتی ہے اور غرض اونکی

یہ ہوتی ہے کہ اس آیت کی تفسیر مین کسقدر قول ہین اور
سالقین کیا کیا فرماتے ہین بعض مفسرین کسی جگہ
تحقیق بھی لکھہ دیتے ہین بعض نہین لکھتے تفسیر درمنثور سیوطی
کا بھی ایسا ہی حال ہے کہ صدہا روایات اوسمین موجود ہین
مگر نوبت تنقید و تحقیق راجح مرجوح کی نہین پہونچی لہذا اکثر
اہل خلاف بحوالہ اوسی تفسیر کے خامہ فرسائی اور شک اندازی
کیا کرتے ہین جس اصول کو مین نے عرض کیا ہے محقق کو ہرگز
چھوڑنا نہ چاہیے ورنہ ٹھوکرین کھائیگا اور چونکہ ہر فن کی کتابین
علیحدہ علیحدہ موجود ہوتی ہین لہذا جس فن کی بحث پیش آوے
اوسی کی طرف رجوع کرنا لازم ہوگا جسوقت کوئی حدیث تفاسیر
مین دیکھی جاسے تو اوسکی اسناد کی تلاش کرنی لازم ہے
اور یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ اسماء الرجال مین وہ راوی کیسے لکھے گئے ہین
اور وہ روایت کسقدر احادیث صحیحہ سے موافقت یا مخالفت
رکھتی ہے اور اصول علم حدیث کا اقتضا اوسکے باب مین
کیا ہے اور مفسرین مین بھی دو قسم کے علماء گذرے ہین
بعضے ایسے بھی ہین کہ تفسیر و حدیث دونون کے امام ہین مثلاً
حضرت بغوی رح صاحب معالم التنزیل اونکی تفسیر مین اکثر
روایات باسناد خاص موجود ہین اور اونکے مثل جو علماء ہین
زیادہ تر اونکا کلام فن حدیث مین اعتبار کے لائق ہے گو
تفسیر ہی مین کیون نہ لکھین اور امام رازی رح اگرچہ بڑے
محقق و متکلم اور جامع علوم دینی ہین مگر اپنی تفسیر مین التزام
نہین کیا ہے کہ کوئی حدیث یا روایت ضعیف یا مرجوح یا موضوع
نہ لکھین اونکی تفسیر جامع اقوال و احتمالات کثیرہ ہے یہان تک

کلبی اور ثعلبی کا قول بھی لکھہ دیتے ہین اور اونکی یہ بھی عادت ہی
کہ احتمالات جسقدر وارد ہو سکتے ہین لکھتے چلے جاتے ہین کبھی کبھی تو
جواب بھی شبہات مخالفین کا دیدیتے ہین کبھی اعتراض یا شبہہ کو
بے حقیقت سمجھکر یا غیر ضروری جانکر اوسکے تردید مین کچھہ نہین
لکھتے ہین کبھی علم کلام و تردید فلاسفہ و ملاحدہ و فرق باطلہ کیطرف
متوجہ ہو جاتے ہین تو اوسی فن کے طرز پر کلام جاری ہوتا ہے
یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جو شبہہ یا احتمال یا اعتراض تفسیر کبیر مین ہو
لکھکر جواب اوسکا چھوڑ دیا ہے وہ لاجواب یا مقبول و مسلم
اہل سنت وجماعت کا ہے یا اگر جواب بھی لکھا ہے تو اوسی جواب کا
حصر ہو گیا ہے اوس سے عمدہ دوسرا جواب متکلمین فرقہ حقہ کے
پاس نہین ہے بعض مبتدع اور مبتلاے ہواے نفسانی کی
عادت ہے کہ ایک فقرہ تفسیر کبیر کا نقل کر دیتے ہین اور اہل سنت کو
الزام دیتے ہین اور عوام بلکہ متوسطین یہ سمجھ لیتے ہین کہ جو کچھہ
تفسیر کبیر مین لکھا ہے وہ گویا منطوق آیت قرآنی مین داخل ہے
حالانکہ ایسا خیال نکرنا چاہیے صفت جامعیت و صحت مضامین
باعتبار اکثریت و حصول فوائد علم تفسیر وغیرہ فوائد مین وہ تفسیر
نہایت عمدہ ہے مگر ہر عبارت پر تکیہ کر لینا محققین کی شان سے
بعید ہے اور مخفی نہ ہے کہ کشاف کے مصنف معتزلی مذہب ہین
جنکو ہمارے مذہب حق سے بہت اختلاف ہے لہذا جس جگہہ
اپنے مذہب اعتزال کی تائید کی ہے اوس سے خبردار رہنا
چاہیے اور میلان اونکے مذہب کا طرف امامیہ کے ہے
اوس سے بھی غافل نہ رہنا چاہیے اور وہ کلبی وغیرہ مجروحین
کے اقوال بھی لکھتے ہین اونکو مسلمات اہل سنت مین نہ سمجھنا چاہیے

مگر وہ سیقدر جو موافق ہون نہ مخالف اور بیضاوی نے اکثر کشاف
سے اخذ مطالب کیا ہے اسیطرح مدارک مین بھی بعض مقام
ظہور مین آیا ہے پس جب کسی عقیدہ کی بحث ہو یا کسی مسئلہ کی
تحقیق منظور ہو تو کسی ایک تفسیر کی عبارت پر ختم کرنا اعتقاد کا
اور تمام ضروریات علم کلام سے غافل رہنا چاہیے مگر یہ بھی نہ سمجھنا چاہیے
کہ مفسرین مذکورہ کے تمام اقوال نا معتمد ہین یا کوئی حدیث صحیح
نہین لکھی ہے یا کوئی تفسیر کسی آیت کی مجمع علیہ اور متفق علیہ نہین ہے خدا سے ڈرنے و ورع کا کر پر
عمل کرنا چاہیے فائدہ امام احمد حنبلؒ کا قول دربارہ بے اعتباری احادیث مندرجہ
تفاسیر کے نقل کر کے بعض اشخاص معترض ہوتے ہین مگر وہ قول
اوسکا اتقان وغیرہ مین دیا گیا ہے اور وہ قول اگر صحیح بھی ہے
تو اونہین تفاسیر سے متعلق ہے جو اونکے وقت مین کسی
ایسے مفسر نے لکھی ہونگی جسنے التزام صحت روایات کا نہین
کیا تھا نہ کہ آیندہ قیامت تک جو تفسیر تصنیف ہوتی جاوے
وہ اوسی قول سے مردود ٹھہرائی جاوے اور بعض ظریف مزاج
علما نے جو تفسیر کبیر کی نسبت بیان کیا ہے کہ اوسمین سب کچھ ہے
سواے تفسیر کے اونکی یہ غرض نہین ہے کہ تفسیر کبیر لغو اور
واہیات ہے بلکہ اوسمین بحث تمام یا اکثر علوم کی دیکھی ہے
اور ترجمہ آیات کا التزام نہین کیا ہے اسواسطے یہ لطیفہ
کہا جاتا ہے مگر امام رازی نے یہ سوچا ہے کہ ترجمہ آیات کا
یا حل کرنا معنی آیات کا اکثر تفاسیر مین ہوتا ہے الا کوئی ایسی
تفسیر بھی چاہیے جس مین معنی بھی حل کیے جاوین اور
مسائل کا بھی استخراج ہو اور اعتراضات و شبہات
سے بھی بحث کیجاوے اپنے طور کی یہ تفسیر بے مثل ہے

الحاصل تنقید و تصحیح کرنا منع نہیں ہے اور مفسرین کی نسبت بد اعتقادی اور اونکی توہین کرنا اور کل مقولات کو نا معتمد سمجھنا محض مکابرہ ہی واللہ اعلم علمہ اکمل و اتم ۔

تمت

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔

کتب خانہ

جامعہ عثمانیہ

۱- اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس [illegible] ایک [illegible] کتابیں لے سکیں گے۔

۲- اساتذہ جامعہ عثمانیہ [illegible] ایک [illegible] لے سکیں گے۔

۳- [illegible] دو کتابیں [illegible] لے سکیں گے۔

[illegible] ایک [illegible] لے سکیں گے۔

۴- [illegible] کتابیں [illegible] کیا جائیگا۔

[illegible]

۵- [illegible] کتاب [illegible] ہے۔

[illegible]

۶- کتاب [illegible] ادا [illegible]

۷- کتاب [illegible] جائے گی۔

۸- [illegible]